حضرت مولانا

سید عبداللہ حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلۂ خطباتِ دعوت واصلاح

(جلد دوم)

ہمارا سماج
اور ہماری ذمہ داریاں

مرتب

محمد ارمغان بدایونی ندوی

ناشر

سید احمد شہید اکیڈمی

دار عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

طبع اول

رجب المرجب ۱۴۳۵ھ - مئی ۲۰۱۴ء

کتاب	:	سلسلۂ خطبات دعوت واصلاح (دوم)
		ہمارا سماج اور ہماری ذمہ داریاں
خطیب	:	حضرت مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ
ترتیب وپیشکش	:	محمد ارمغان بدایونی ندوی
صفحات	:	۲۷۲
تعداد	:	ایک ہزار (۱۰۰۰)

باہتمام : محمد نفیس خاں ندوی

ملنے کے پتے :

☆ ابراہیم بک ڈپو، مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور رائے بریلی

☆ مکتبہ ندویہ، دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ ☆ الفرقان بکڈپو، نظیر آباد، لکھنؤ

☆ مکتبۃ الشباب العلمیۃ الجدیدۃ، ندوہ روڈ لکھنؤ

ناشر :

سید احمد شہید اکیڈمی

دار عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

اچھا بننے کی کوشش میں رہیں

جو پارس سے چھو بھی جائے ۱۷
نیک صحبت کی ضرورت ۱۸
اتباع سنت اصل وظیفہ ہے ۱۹
دنیا میں ایسے رہو ۱۹
تصور ہی بدل چکا ہے ۲۰
حرام کی آمیزش سے اجتناب ضروری ہے ۲۱
دجال کی جنت میں نہ جاؤ ۲۲

عبادت نام ہے دعا و دعوت کا

عبادت کا جہاز دو پروں سے اُڑے گا ۲۴
دنیا کے لیے دوسرا نظریہ کیوں؟ ۲۵
"آج کل خیر و عافیت کا مطلب ۲۵
دین کے معاملہ میں بھی حساس رہیں ۲۶
ہماری عبادت کا حال ۲۷
عبادت کا پہلا پَر دعا ۲۷
دوسرا پَر دعوت ۲۸
قربت بڑھانے کے طریقے ۲۹
جو بوئے گا وہ کاٹے گا ۳۰

خواتین پر احسان ۳۰
مزاج کی بات ہے ۳۲
تعلیمات نبوی کو دیکھیں ۳۲
سچی نیت سے عبادت ہو ۳۳
صاحب ایمان کی ذمہ داری ۳۳
صحیح عبادت سے مسائل حل ہوں گے ۳۴
حرام اپنا رنگ ضرور دکھاتا ہے ۳۵
عبادت تو اُڑانے کے لیے ہے ۳۵
کھلے دروازے سے داخل ہونا چاہیے ۳۵
اگر عبادت، عبادت بن جائے ۳۶

مسائل کا حل مکمل اسلام کو سمجھنے میں ہے

رنگ ونسل کا فرق تعارف کے لیے ہے ۳۸
تعارف کے لیے پہچان پسندیدہ ہے ۳۹
زوال کے اسباب ۴۰
معلم انسانیت کا سبق یاد رکھو ۴۰
جب برادری واد حد سے پار ہو جائے ۴۱
امت کو ابوبکر کی ضرورت ہے ۴۳
جب انسان سچا عاشق رسول بن جائے ۴۴
آج فکر ہی بدل گئی ۴۵
اپنا اور غیر کا نہ دیکھو ۴۶
دشمنوں کا طریقہ نہ اپنائیں ۴۷
پہلے برکت کے اعمال کرنا ضروری ہے ۴۷

مکمل اتباع سنت میں ہی نجات ہے ۴۸
اگر دین کا صحیح شعور پیدا ہو جائے ۴۹
قرن اول ہمارے لیے اسوۂ کامل ہے ۵۱

قرآن وسنت محفوظ بھی محافظ بھی

قرآن کے تعلق سے نیت نہ پھسلے ۵۳
قرآن سے ظاہری و باطنی تعلق پیدا کریں ۵۴
قرآن وحدیث سے صحیح تعلق ہو ۵۴
اگر قرآن مجید کا کرنٹ پیدا ہو جائے ۵۵
حالات کا رخ دیکھیں ۵۶
ظاہری و باطنی ادب کی ضرورت ۵۷
اپنی ملازمت کو نبھایئے ۵۹
صرف جلسہ جلوس سے کچھ ہونے والا نہیں ۶۰
اپنا دائرۂ کار پہچانو ۶۱
صاحب ایمان کی پرواز سمجھو ۶۱

وزن پیدا کرنے لیے عقل کا صحیح استعمال ضروری ہے

عقل ہوتے ہوئے بے عقلی کی باتیں ۶۵
Capacity کو سمجھنا ضروری ہے ۶۵
ترقی وسکون اللہ کے نام سے وابستہ ہے ۶۶
حقیقت دین کو سمجھیں ۶۸
نقل بنایا ہے نقل ہی رہیے ۶۸
فکری راستہ کو درست کرلیں ۷۰

اسلام کامل پر مکمل عمل مطلوب ہے

باطن کو چیک کرتے رہیں ۷۲
اصلاح ضروری ہے ۷۳
ریا اور حسد سے دور رہو ۷۳
عبادات بھی خالص کیجئے ۷۴
کل مسلمان مکمل اسلام چاہیے ۷۴
اولاد کے عقیدہ کی فکر کیجئے ۷۶
پریشانیوں کا حل خالص دین میں ہے ۷۶

اصلاح معاشرہ میں کن باتوں کا خیال رہے

سب سے بڑا مرض ۷۹
دولت ہے پھر بھی محروم ۸۰
نظافت وطہارت ایمان کے لیے ضروری ہے ۸۰
ایمان اگر قوی ہو ۸۰
جسمانی صحت کی فکر لازمی ہے ۸۱
اسلامی زندگی گزاریں ۸۲
تجدید ایمان ضروری ہے ۸۲
پاکی غیر معمولی چیز ہے ۸۳
اصلی مسلمان کون ہے؟ ۸۳
رب کا حکم کیا ہے؟ ۸۴
احساس بھی ختم ہو چکا ۸۵
چوکنا ہو کر رہیں ۸۵

شکر ضروری ہے ۸۶

مساجد سے اپنا تعلق تازہ رکھیں

امت محمدیہ پر احسان ۸۸
قرن اول اور آج کی مساجد کا فرق ۸۸
اصل دین پر عمل کرنا ہے ۸۹
عمومیت کو تقسیم کرنے کا حق نہیں ہے ۹۰
مسجد بنانے کے ساتھ تعلق بھی ویسا ہی رکھو ۹۱
تقوی والی مسجد کشش رکھتی ہے ۹۱
مساجد کو کھیل تماشہ نہ بنائیں ۹۱
اسلام کے نظام توحید کو سمجھو ۹۲
اللہ ہر بندے کے قریب ہے ۹۲
اے مسلمان تیرے حال پہ رونا آیا ۹۳

اللہ کو راضی کر لو

ڈیوٹی پوری کرنے والے کو کوئی خوف نہیں ہوتا ۹۵
معاملہ بہت خطرناک ہے ۹۶
ملازمت چھینی جا سکتی ہے ۹۶
کتاب اللہ غیر معمولی کتاب ہے ۹۷
قرآن مکمَل بھی مکمِل بھی ۹۷
غلط عادتیں چھوڑ دیجئے ۹۸
دنیا بقدر ضرورت رکھیں ۹۹
کام کیسے بنے گا؟ ۹۹

دین دنیا کے حسین امتزاج کا نام اسلام ہے

آج ہماری کوششوں کا محور ۱۰۲
آیت کو پورا پڑھیے ۱۰۲
دنیا کی محبت اچھی چیز نہیں ۱۰۳
ان کی مسکراہٹوں کو نہ دیکھنا ۱۰۳
حقیقت سے آشنا ہو جائیے ۱۰۴
ہر ایک کے ساتھ حسن سلوک کریں ۱۰۴
پیسہ جیب میں ہو دل میں نہیں ۱۰۴
مسلمانوں کے زوال کا سبب ۱۰۵

اسوۂ نبوی کو نمونہ بنائیں

حالات اور سیرت النبی جائزہ لیں ۱۰۸
اگر اللہ کے لیے کہنا آجائے ۱۰۹
اس وقت ضرورت کن چیزوں کی ہے؟ ۱۰۹

دو راستے اور دو طرح کے لوگ

قصہ حضرت آدم اور ابلیس کا ۱۱۱
اپنا وعدہ نبھانا شروع کر دیا ۱۱۴
جھوٹا کبھی کبھی سچ بھی بول دیتا ہے ۱۱۵
حضرت آدم اور ابلیس میں فرق ۱۱۶
سارا معاملہ دل کا ہے ۱۱۷
قصہ حضرت نوح کا ۱۱۹
قصہ حضرت ابراہیم کا ۱۲۰

کما حقہ قدر نہ کر سکے ۱۲۱
بدتمیزی کی حدیں پار کر گئے ۱۲۲
حدودادب کو ہی نہیں سمجھا ۱۲۲
پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیم مساوات ۱۲۳
یہ پیشن گوئی اب پوری ہوئی ۱۲۴
محبوب کا مقام محبوب ہی سمجھے ۱۲۵
صحابہ معیار حق ہیں ۱۲۶
صورت الگ ہے فکر وہی ۱۲۶
کاملیت کا صحیح مفہوم ۱۲۷
باخدا دیوانہ باشی با محمد ہوشیار ۱۲۸
ادب کا تقاضہ تو یہ ہے ۱۲۹
محمدی بننے کے لیے ۱۲۹

اصلاح معاشرہ تجدید ایمان سے وابستہ ہے

ایمانی چنگاری کو بڑھایئے ۱۳۲
صحیح محبت پیدا کریں ۱۳۲
ظاہر کے ساتھ باطن کی فکر ضروری ہے ۱۳۳
قوم بوڑھی ہو چکی ہے ۱۳۳
قرآن کی عظمت جانئے ۱۳۴

انسانی زندگی کے چند رہنما اصول

غلطیوں پر معافی مانگتے رہنا چاہیے ۱۳۶
سارے انسان گھاٹے میں ہیں ۱۳۶

گھاٹے سے بچنے کے چار کام ۱۳۷
پہلے ایمان و عمل صالح کی ضرورت ہے ۱۳۷
اللہ ورسول کو جو پسند ہے وہی پسند ہونا چاہیے ۱۳۸
ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرے ۱۳۸
حق بات کی فہرست بڑی لمبی ہے ۱۳۹
صبر سے کام لیجئے ۱۴۰
ہاضمہ کی دو قسمیں ہیں ۱۴۱
حضرت آدم علیہ السلام کی وراثت ۱۴۲
اچھے خطاوار ۱۴۳
فرمانبردار اور نالائق بیٹوں کی مثال ۱۴۳
جنت کے وارث کون ہیں؟ ۱۴۳
شرعاً وراثت کیسے تقسیم ہوتی ہے؟ ۱۴۳
وراثت کو برابر تقسیم نہ کرنے کے نتائج ۱۴۴
وراثتیں دو طرح کی ہوتی ہیں ۱۴۴
توحید وسنت، ایمان و عمل صالح میں برادران وطن کا حق ۱۴۴
دنیا سواری ہے سوار نہیں ۱۴۵
دنیا کو برتئے دنیا میں غرق نہ ہو جائیے ۱۴۶
دو چیزیں بڑی خطرناک ہیں ۱۴۶
دنیا کی دو چیزوں سے بچو ۱۴۷
دنیا تمہارے لیے ہے اور تم آخرت کے لیے ۱۴۷
آخرت پر نظر رہے دنیا خود ملے گی ۱۴۸
اللہ دے یا نہ دے اس کی طاعت لازمی ہے ۱۴۸

ایک بزرگ کے حج نہ قبول ہونے کا واقعہ ۱۴۹

اچھے لوگوں کی صحبت اور اس کے اثرات

بے عقلی کا دور ۱۵۰
صحبت کا اثر ۱۵۱
جسم سے نسب چلتا ہے روح سے نسبت ۱۵۳
صحابہ کا مقام صحبت رسول اللہ ﷺ کا نتیجہ ۱۵۴
انبیاء کی صحبت کے لیے ایمان اور اولیاء کی صحبت کے لیے اخلاص شرط ۱۵۵
بیوی کیسی ہو؟ ۱۵۶
حد سے زیادہ تأثر اور عقیدت میں غلو باطل ہونے کی علامت ۱۵۸
اتباع سنت کیا ہے؟ ۱۵۹
تاثیر صحبت کے کچھ واقعات ۱۶۲
صحبت کی مثال ۱۶۷
اہل ایمان کی صحبت کا فائدہ ۱۷۲
جمع کرنے کی چیز کیا ہے؟ ۱۷۲
دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے ۱۷۳

جسم کے ساتھ روح کی فکر کیجئے!

عبادت کا مطلب ۱۷۷
بغیر روح کے کچھ بھی نہیں ۱۷۸
انسان مخدوم ہے مخلوق خادم ۱۸۰
روح کی پیاس بجھانے کے لیے ۱۸۱
دلچسپ واقعہ ۱۸۳
اس کا اعجاز ختم نہیں ہوتا ۱۸۴

علم برائے معرفت ضروری ہے ۱۸۶
ایک متبع سنت کا واقعہ ۱۸۸
سب سے اہم چیز ۱۸۹
خوف خدا اصل ہے ۱۹۱
حصول علم فرض ہے ۱۹۲
رحمت کے دروازے بند نہیں رہتے ۱۹۳
کامیابی کیسے حاصل ہو؟ ۱۹۴

''ذکر'' قرآن وحدیث کی روشنی میں

قرآن میں ذکر کا بیان ۱۹۵
حدیث میں ذکر کا بیان ۱۹۵
ذکر کی اہمیت ومقام ۱۹۶
ذکر کی حقیقت ۱۹۶
ذکر کا غیبی وفطری انتظام ۱۹۷
ذکر کا طریقہ ۱۹۷
صرف زبان سے ذکر کافی نہیں ۱۹۸
قرآن کی تلاوت بھی ذکر ہے ۲۰۰
ذکر میں مرشد کی ضرورت ۲۰۰
اذکار ماثورہ کی فضیلت ۲۰۱

صحابہ کرامؓ کی چند امتیازی خصوصیات اور ہمارا معاشرہ

۱-صحبت بابرکت ۲۰۳
صحبت کی اہمیت وافادیت ۲۰۴
۲-ایمان وتصدیق ۲۰۵

۳-اطاعت وفرمانبرداری ۲۰۸
۴-ذہنی پختگی اور عقلی بلوغ ۲۰۹
۵-اخلاص اور خواہشات پر قابو ۲۱۲
۶-توبہ وانابت ۲۱۵

صالح معاشرہ کی بنیاد خواتین ہیں

فطرت کے خلاف نہ کریں ۲۱۹
ہر عمارت کو بنیاد کی ضرورت ہے ۲۱۹
والدین کے ساتھ صحیح حسن سلوک ہو ۲۲۰
بنیادی حیثیت قائم رکھیں ۲۲۲
ہر شخصیت کے پیچھے کوئی خاتون ضرور ہے ۲۲۲
اپنی حیثیت کو پہچانیں ۲۲۴
خواتین اسلام ۲۲۵
دنیا تعاون سے چلتی ہے ۲۲۵

خواتین اسلام کی ذمہ داریاں

اسلام میں مساوات ہے ۲۲۷
نیت درست کریں ۲۲۸
حرام مال سے دور رہیں ۲۲۹
کرنے کے کام ۲۳۰
ایک عورت کے اچھا ہونے سے ۲۳۱
اپنی عقل کا صحیح استعمال کریں ۲۳۲
آزاد عورتوں کا مطلب ۲۳۲

نمونہ کس کو بنائیں؟ ۲۳۳
دنیا ہی میں جنت کا مزا کب آئے گا؟ ۲۳۴

خدائی نظام کو سمجھنے کی ضرورت

فساد کا معنی توازن بگڑنا ہے ۲۳۷
اس کا اندازہ کوئی معمولی نہیں ہے ۲۳۷
جہالت تب بھی اور اب بھی ۲۳۸
اگر توازن بگڑا تو فساد برپا ہوگا ۲۳۹
ڈس بیلنس کا دوسرا نام گناہ ۲۴۰
بغاوت کا انجام ۲۴۱
اگر اپنی اپنی ذمہ داریوں کو سمجھ لیں ۲۴۱
بنیاد کو اندر ہی رہنا چاہیے ۲۴۱
اندر رہنے کا فائدہ ۲۴۲
تعلیمات نبوی پر غور کریں ۲۴۳
مرد و عورت اگر دونوں اپنا مقام پہچان لیں ۲۴۴
خواتین نے کیا نہیں کیا؟ ۲۴۴
ذوق کی بات ہے ۲۴۵
یورپ خود الٹا اس کی تعلیمات بھی الٹی ۲۴۶
آپ کے پاس ہر قفل کی چابی ہے ۲۴۶
استعمال کا اختیار آپ کو ہے ۲۴۸
نظام کو سمجھ کر خود اور دوسروں کو سکون دیجئے ۲۴۸

حلاوت ایمانی کو پیدا کرنے کی ضرورت

ظاہری رکھ رکھاؤ پر نہ جائیں ۲۴۹

نیت پھسلنے نہ پائے........................ ۲۵۱
صحیح نیت کا نتیجہ ۲۵۲
حلال حلال ہے، حرام حرام ہے ۲۵۲
اگر حلال وحرام جان لیں ۲۵۴
خیر و برکت کب ہوگی؟........................ ۲۵۵
مستجاب الدعوات ہونے کا بہترین ذریعہ ۲۵۵
حرام مال دل ودماغ معطل کردے گا........................ ۲۵۶
ظلم بالائے ظلم........................ ۲۵۷
عقیدہ کسی کے گھر کی لونڈی نہیں........................ ۲۵۸
اگر علم اللہ کے نام سے نہ جڑا ہو........................ ۲۵۹
Chek Up کی ضرورت ہے........................ ۲۶۰
صحیح علماء سے رجوع کرتے رہیں ۲۶۱
پورے کا پورا داخل ہونا ہوگا ۲۶۱
حصول علم بہت ضروری ہے ۲۶۲
اگر خواتین چاہیں........................ ۲۶۲
اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں ۲۶۳
حلاوت ایمانی پیدا کرنے کے تین درجے ۲۶۳
دوسرا درجہ طہارت ۲۶۴
تیسرا درجہ تزکیہ........................ ۲۶۴
ایک مؤثر اور روح پرور دعا ۲۶۶

اچھا بننے کی کوشش میں رہیں

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونستهديه ونسترشده فمن يهديه فلا مضل له ومن يضلله فلا هادی له ، ونشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريک له ونشهد أن سيدنا ونبينا وشفيعنا وحبيبنا وقرة عيوننا ومولانا محمدا عبده ورسوله صلى الله عليه وعلىٰ آله وأصحابه وأزواجه وذرياته وأهل بيته وبارک وسلم تسليما کثيرا،أمابعد!

بزرگان گرامی قدر اور حاضرین جلسہ!

آپ حضرات بہت دیر سے یہاں تشریف فرما ہیں، اور بہت اچھی اچھی باتیں یہاں سن رہے ہیں، اب یہ ہے کہ اچھی باتوں کو سن کر ان پر عمل کرنا بہت اچھا ہے، اور انسان کو اللہ نے اچھا بننے کی خواہش بھی دی ہے، چاہے بچہ ہو یا بڑا، بچہ سے کہتے ہیں اچھے ہو گے تو بڑا خوش ہوتا ہے کہ ہاں ہم اچھے بنیں گے کیونکہ اچھا سب کو اچھا لگتا ہے، اور اچھے کا لفظ ہی اچھا ہے دودھ اچھا مٹھائی اچھی، تو اچھا لفظ تو سب ہی کو اچھا لگتا ہے، ایسے ہی آدمی کو بات بھی اچھی سننی اچھی لگتی ہے، اب اسی طرح اس بات پر بھی خوش ہونا چاہیے کہ لوگ کس کے متعلق اچھا گمان کریں، ہر انسا کے اندر بنیادی اچھائی بھی ہوتی ہے، ہاں اگر لوگ دھوکہ میں اچھا سمجھ رہے ہیں، تو بنیاد ہے نہیں، تو اچھا سمجھنے سے اچھا نہیں ہو جائے گا، اچھائی ہونی چاہیے بنیادی طور پر جیسے دیندار آدمی کو اچھا کہا جائے، تو سب سے پہلے عقیدہ آئے گا اگر وہ اچھا ہے تو دیندار ہو گا، اور نماز پڑھنے والا

ہے تو دیندار ہے، اور روزے والا ہے تو پیسہ ہے زکاۃ دیتا ہے تو دیندار ہے، اور حج کر چکا ہے پیسے ہونے کی وجہ سے تو دیندار ہے، تو یہ بنیاد ہوگئی تو لوگ کہیں گے کہ اچھا ہے، لیکن بعض دفعہ لوگوں کو دھوکہ ہو جاتا ہے کسی کو اچھا کہنے لگتے ہیں، لیکن بنیادی طور پر وہ اچھا نہیں ہوتا، شہرت تو بعض دفعہ خراب کی بھی ہو جاتی ہے، لیکن وہ اچھا ہوتا نہیں، اسی وجہ سے اگر آدمی خراب ہے اور شہرت اچھی ہے، تو کچھ دنوں میں شہرت کا دروازہ اتر جائے گا، اور آدمی کا اصل معاملہ سامنے آجائے گا اور اگر واقعی اچھا ہے اور اس کی شہرت بھی ہے تو اس کی شہرت اور بڑھتی چلی جائے گی، اور وہ اللہ کا محبوب پہلے تھا اس وجہ سے شہرت ہوئی اور پھر اس کے بعد سارے لوگوں کا محبوب بن جائے گا تو جو محبت نیچے سے آتی ہے وہ اصل نہیں ہے، جو آسمان سے آتی ہے وہ بڑھتی جاتی ہے، لیکن جب بندوں کی طرف سے آتی ہے تو ضروری نہیں کہ بڑھے، جب اللہ تعالیٰ اوپر سے کسی کو محبوب بنالیتا ہے، تو نیچے بھی کچھ لوگوں میں پیدا فرما دیتا ہے، اور پھر وہ آدمی اچھے سے اچھا ہوتا چلا جاتا ہے، اور اس کی اچھائی پھیلتی ہے، یعنی اس کی اچھائی متعدی ہوتی ہے، یوں سمجھ لیں کہ جو اس کے قریب جائے وہ اچھا ہو جائے، اور یہی علامت ہے کہ وہ اچھا ہے، اگر اچھے کے پاس آئے اور اچھا نہ ہو تو علامت اس بات کی ہے کہ اچھا نہیں ہے، اوپر سے ہے صرف، اور جو اچھا واقعی ہوگا اور اس کے پاس کوئی چلا جائے تو پھر وہ بھی اچھا ہو جائے گا۔

جو پارس سے چھو بھی جائے

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا واقعہ لکھا ہے ایک مرتبہ اپنی مسجد میں وہ وضو کر رہے تھے اتنے میں ایک شخص آیا اور وضو کرنے لگا، مولانا نے اس کو دیکھا تو عجیب کیفیت طاری ہوگئی، مولانا نے کہا وضو کے بعد اس کو میرے پاس لے آنا، ایک دیہاتی آدمی تھا تو وہ گیا مولانا کے پاس، مولانا نے پوچھا میاں تم کیا کرتے ہو؟ کہا کھیتی کرتے ہیں، کہا اور کچھ؟ کہا نہیں، لیکن مولانا پوچھتے گئے، اس نے کہا کچھ

نہیں، مولانا نے کہا دیکھ نماز کی برکتیں تو میں جانتا ہوں لیکن تمہارے اندر سے ایک نور نکل رہا ہے اس کے اندر کیف ہے، یہ بتاؤ تم نے اور کوئی کام کیا ہے؟ تو اس نے کہا ہاں، حضرت سید احمد شہید ایک مرتبہ میرے گاؤں میں آئے تھے اس وقت میں چھوٹا سا تھا میں ٹانگوں سے نکلتا ہوا ان کے سامنے کھڑا ہو گیا تھا جا کر، جب تک وہ بیٹھے رہے میں کھڑا رہا، وہ مجھے دیکھتے رہے، مولانا نے فرمایا بس مسئلہ حل ہو گیا، اسی لیے تم اس مقام پر پہنچ گئے، مگر وہاں بھی بنیاد وہی ہے کہ نماز روزہ کرتا تھا، اور اس کے بعد اچھے نے دیکھا تو مزید اچھا ہو گیا، ایسا نہیں ہے کہ کوئی بھی چلا جائے۔

اسی طرح حضرت سید صاحب کے خلیفہ مولانا یحیٰ صاحب ان کا ایک واقعہ لکھا ہے وہ جیل میں تھے ان کے ساتھ ایک ڈاکو بھی تھا جس سے سارے جیل والے پریشان تھے اپنی ہتھکڑیوں سے مارتا تھا لوگوں کو، ایک دن لوگوں نے مولانا کے بغل میں اس کو بٹھا دیا، اور وہ رات کو مولانا کے ساتھ رہا، مولانا رات کو تہجد میں اٹھے اور ان کے لیے دعا کی، وہ دیکھتا رہا اور اس پر ایسا اثر پڑا کہ ایک دم قلب بدل گیا، اور سارے جیل والے حیرت میں، ہو کیا گیا؟ اب وہ تہجد کا بھی پابند ہو گیا، اور مولانا ہی کی خدمت میں رہنے لگا۔

نیک صحبت کی ضرورت

اچھے لوگ جو واقعی ہوتے ہیں اب اگر ان کے قریب کوئی جائے گا لیکن لینے کے لیے اور کچھ اپنے اندر تبدیلی پیدا کر کے جائے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اس کو اچھا بنا دیں گے، تو اچھا بننے کے لیے سب سے اہم یہ ہے کہ آپ اچھوں کی صحبت اختیار کر لیں، ہم سب کے لیے ضروری ہے، اور اس میں بڑے اور چھوٹے کی بھی بات نہیں ہے، اصلاح معاشرہ کی تو آج ہو سکتی ہے کہ ادھر چھوڑ کر ادھر جائیے، تو آپ صحیح چلے جائیں گے ورنہ افضل کام یہ ہے کہ آدمی اگر اچھی صحبت میں رہے گا تو اچھا ہو جائے گا، تو پہلے تو ہم اپنے اندر اصلاح پیدا کریں، اور جب اللہ ہماری اصلاح

فرمادے گا تو ہم مصلح بن جائیں گے، مگر یہ سب چیزیں کوشش اور تعلق سے ہیں۔

اتباع سنت اصل وظیفہ ہے

آج کل سب پریشان تو ہیں کہ وظیفے بتا دو، مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل وظیفے کو نہیں دیکھتے، کہ سلام خوب کریں، کرتے بھی ہیں اگر آج تو منہ میں کھینی ہوتی ہے، بس اشارہ کرلیا، وہ مکروہ ہے، اب یہ مکروہ کام تو کر لیتے ہیں پھر وظیفے پوچھتے ہیں، ظاہر ہے جناب رسالت مآب علیہ الصلاۃ والسلام جو دوا تجویز فرمادیں تو ظاہر ہے کہ وہ تو حکیم ہیں، انہوں نے جو نسخہ بتلا دیا، اس پر اگر عمل کریں تو شفا ملے گی ہی ملے گی، اب مسئلہ یہ ہے کہ برکت کا جو طریقہ بتایا حضور نے وہ سلام کا ذریعہ اب وہ سمجھ میں ہی نہیں آرہا ہے کسی کے، لیکن بات وہی ہے کہ یقین پیدا اگر ہو جائے تو بات کافی وشافی ہے، اب یہ یاد رکھیں کہ سلام اگر دور سے کریں تو اشارے سے تنہا نہیں ہوگا بلکہ زبان سے بھی ادا کریئے، اور اگر تنہا اشارہ ہی کرا تو دو طریقے سے منع ہے، یہودیوں اور عیسائیوں کا اشارہ، آپ نے فرمایا انگلیوں سے یہودی اشارہ کرتے ہیں، اور ہتھیلی سے عیسائی کرتے ہیں، تو اس جیسے سلام سے حدیث میں منع کیا گیا ہے، اور یہ تو قیامت کی علامات میں سے ہے، کہ لوگ پہچان پہچان کر سلام کریں، کیونکہ اس وقت لوگ عادۃ ملاقات کے لیے لوگ سلام کرتے ہیں، سلام کی نیت نہیں ہوتی کہ یہ میرا بھائی اللہ اس کو سلامت رکھے، اور اب ایک خدا حافظ کی بھی عادت پڑگئی ہے، میں ٹیلی فون پر پریشان ہوں اس سے ارے خدا تو حافظ ہے، لیکن سلام کرنا چاہیے، یہ کیا ہے سلام ندارد، یہ اصلا شیطان راستے سے ہٹاتا رہتا ہے، یہ فیشن چل گیا ہے، خدا حافظ اللہ حافظ، اصلا تو اتباع سنت سے ہم کو کام کرنا ہے۔

دنیا میں ایسے رہو

میرے بھائیو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے اندر جذبہ پیدا ہو، اب حال تو یہ ہے کہ ہم اس وقت ایک مردہ قوم کی حیثیت سے جی رہے ہیں، حالانکہ دنیا تو فانی

ہے اور رہنا اس طرح چاہیے "کن في الدنيا كانك غريب أو عابر سبيل" (سنن ابن ماجة في باب مثل الدنيا) میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ ٹرین کے کسی کوچ میں بھی انسان اپنی ساری سہولیات کو لے کر آئے، اس لیے کہ اس کو معلوم رہتا کہ مجھ کو جانا ہے، منزل تک، بلکہ لوگ تو کہتے ہیں کہ جتنا ہلکا ہو اتنا ہی اچھا ہے، تو اگر ہم یہ سمجھ لیں کہ دنیا کا یہ ایک ہم سفر کر رہے ہیں، تو ضروری ہوگا کہ ہم اس کو ہلکا کریں تا کہ اطمینان سے اتر سکیں، اسی لیے حدیث میں آتا ہے کہ جو فقراء ہیں وہ اغنیاء ہیں، پچاس سال قبل ہی جنت میں چلے جائیں گے، اب دیکھ لو، جس کا کسٹم پر سامان ہوتا ہے، فورا حساب صاف، ورنہ کتنی دیر لگتی ہے، اسی طرح آپ نے صحابہ کا باقاعدہ ذہن بنایا کہ دنیا بقدر ضرورت، لیکن ہم لوگوں نے دنیا کو آخرت سے بڑھا دیا، تو حال ہمارا اچھا ہونا چاہیے، ہر خوشی و غمی کے ماحول میں ولیمہ ہو یا کوئی اور بات ہو تو حد سے آگے نہ بڑھیں، اب اس کے نتیجہ میں کیا ہو رہا ہے، سب کو معلوم ہے۔

تصور ہی بدل چکا ہے

میرے بھائے اور دوستو! اصل میں اس وقت تصور ہی غلط ہو گیا ہے، ہمارا، اور جب تک یہ صحیح نہیں ہوگا، تو ہماری اصلاح دنیا میں کوئی نہیں کر سکتا، آج حال یہ ہے کہ تقریر سن کر چلے جائیں گے مگر چپکے سے کہیں گے کہ بیوی نہیں مانتی، میں نے تو نکاح میں ایک جگہ کہا کہ دولہا سے اگر کہو کہ یہ کام رسم رواج والے نہ کراؤ، تو لڑکا کہتا ہے ماں باپ دادا دادی وغیرہ نہیں مانتے ہیں، ہم نے کہا حالانکہ اس سے پہلے ان کو خوب تکلیفیں دیں، اور وہ سب منواتا رہا ہے، لیکن اس مسئلہ میں سب سے بڑا اطاعت گزار ہے، یہ اصل میں اندر سے ہمارے حالات خراب ہیں، بس ہم کو اس کے لیے تیار ہونا پڑے گا، وہی ہمت لانی پڑے گی، تو ضرورت ہے کہ ہم انہی کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں، اسی لیے کہا گیا ہے کہ رشتہ داری کو سب سے زیادہ نبھاؤ، اور آج اسی میں کوتاہی ہے۔

حرام کی آمیزش سے اجتناب ضروری ہے

اسی طرح سے یہ بھی یاد رکھیں کہ بینک کی کمائی سے مسلمان کو کبھی کچھ فائدہ نہیں مل سکتا، ہاں یہ ضرور دیکھا ہے، کہ جس نے سود میں قدم رکھا اس کا کام بھی بے سود ہوگیا، تو یہ کتنی خطرناک بات ہے، کہ آج کل عمومی طور پر لوگ سود لے لیتے ہیں، حالانکہ قرآن شریف میں خود جنگ کا لفظ آیا ہے ایسے شخص کے لیے یہ باقاعدہ اعلان ہے، اور جنگ کا لفظ بھی دو جگہ آیا ہے، ایک تو ولی کے لیے اور دوسرے سود کے لیے، ایک کا حدیث میں ہے ایک کا قرآن میں ہے، تو کتنی خطرناک بات ہے، کہ حلال وحرام کو سوچنے کا کوئی مسئلہ ہی نہیں رہا، یہاں تک کہ مدارس والوں نے بھی اس فرق کو سمجھنا چھوڑ دیا، حالانکہ شخصیات جتنی بھی بڑی بنی ہیں، وہ سب اسی فرق کے احتیاط کے ساتھ بنی ہیں، یاد رکھو حلال لقمہ جانے سے ہی اندر کی کیفیت صحیح ہوگی، اب تو ہر جگہ کچھ نہ کچھ حرام کی آمیزش ہوتی ہے، اور آج جو ہماری باتوں میں اثر ختم ہو رہا ہے، وہ یہی وجہ ہے کہ حرام پیٹ میں جا رہا ہے ہر طرف سے، کوئی بھائی کا کوئی بہن کا کوئی ماں کو مارے بیٹھا ہوا ہے، یاد رکھیں وراثت میں ایک ایک چیز کی ادائیگی کرنی چاہیے، حضرت تھانوی نے اپنی وراثت میں سب سے پہلے اپنی چیز پوری کی، اور معاملہ صاف کیا، تب جا کے حضرت تھانوی بنے ہیں، اور حد تو یہ ہے کہ آج تو ہم اپنے حلال پیشہ کو بھی حرام بنا لیتے ہیں، اسی کے نتیجہ میں آج ہمارے حالات خراب ہوتے چلے جا رہے ہیں، یاد رکھیں صاحب ایمان کا تعلق آخرت سے ہوتا ہے، اور دنیا میں بقدر ضرورت، تو ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ان باتوں پر عمل کریں، اور اصلاتو خواتین ہیں جن سے پوری کایا پلٹ سکتی ہے، تو ضرورت اس بات کی ہے کہ ہماری خواتین بھی معاشرہ کو بدلنے کی فکر کریں، اور اس کے ساتھ ساتھ زبان ودماغ ودل کا بھی صحیح استعمال ہونا چاہیے، ورنہ تو پورا کلچر ہی پنچر ہوجائے گا، اللہ ہی اس کی حفاظت فرمائے۔

دجال کی جنت میں نہ جاؤ

حدیث میں ہے یہ دجال کی جنت ہے، کہ ظاہر میں تو بڑی اچھی زندگی مگر سونے کے لیے دودو چار چار گولیاں کھانی پڑ رہی ہیں، تو ان کے ہنسنے کو نہ دیکھئے بلکہ دلوں کو جھانکئے، یہ بے چارے ہیں کیا؟ اور اسی کے نتیجہ میں اب خودکشی ہو رہی ہے، حتی کہ جاپان میں تو اب اجتماعی خودکشی ہو رہی ہے، اور ہمارے ہندوستانی لوگ دیکھنے میں کہیں گے یہی جنتی ہیں، اسی طرح ہمارے مدرسے والے یہ دجال کی جہنم ہیں، جو اصلا جنت ہے، اور اگر کسی کے سمجھ میں نہ آئے تو وہ رہ کر دیکھ لے، اور پھر بتائے کہ کہاں کس طرح کا مزا آیا؟ یاد رکھیں جو اللہ نے ہم کو دیا ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس کو استعمال کریں، نہ کریں گے تو ہوگا کیا؟ تو جو تاریکیوں اور اندھیروں میں رہنے والے ہیں وہ روشنی کا مزا کیا جانیں؟ وہ نابینا ہیں ان کو کیا معلوم کہ قیمتی چیز کہاں رکھی ہے؟ تو ضرورت اس بات کی ہے کہ روشنی دکھائیں اور جنت کا مزا پائیں، ورنہ اگر یہاں نہ ملا تو کہیں بھی ملنا پھر مشکل ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

عبادت نام ہے دعا ودعوت کا

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونستهديه ونسترشده فمن يهديه فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ، ونشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريک له ونشهد أن سيدنا ونبينا وشفيعنا وحبيبنا وقرة عيوننا ومولانا محمدا عبده ورسوله صلى الله عليه وعلىٰ آله وأصحابه وأزواجه وذرياته وأهل بيته وبارک وسلم تسليما کثيرا،أمابعد!

أعوذ بالله من الشيطن الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾(الذاريات:٥٦)

میرے بزرگو دوستو اور دینی بھائیو!

میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید کی ایک آیت پڑھی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہاں کس کام کے لیے بھیجا ہے؟ اس کو بیان کیا ہے اور یہ آیت وہ آیت ہے، جو بہت پڑھی جاتی ہے، اور آپ میں سے اکثر لوگوں کے بارے میں امید ہے، کہ یہ آیت یاد ہوگی، ورنہ سنی تو سب نے ہوگی، لیکن اس آیت کو ذرا غور سے سمجھنے کی ضرورت ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں کیا فرمایا ہے ہم نے انسانوں اور جنوں کو نہیں پیدا کیا مگر اپنی عبادت کے لیے، تو اپنی عبادت کے لیے ہم کو اللہ نے پیدا کیا ہے، تو اب ہم کو اللہ کی عبادت کرنی ہے یہ بات بھی طے ہے، لیکن اللہ کی عبادت کس طرح کرنی اور اللہ تعالیٰ کس عبادت سے راضی ہوتا ہے، اور کون سی عبادت ہے وہ ہے

جو انسان کو آخری مرحلہ تک پہنچا دیتی ہے؟ بلکہ زمین پر چلنے والا انسان اُڑنے لگتا ہے، اور مقام بلند پر فائز ہو جاتا ہے، وہ آخر کون سی عبادت ہے؟ یہ بہت اہم بات ہے، جس کو سمجھنا چاہیے ہم لوگ صرف اتنا سمجھ لیتے ہیں، کہ اللہ نے ہم کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے، اور جو بہت ہی کوتاہ نظر لوگ ہیں وہ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ پانچ وقت کی نماز پڑھ لی تو عبادت ہوگئی، ایسا نہیں ہے۔

عبادت کا جہاز دو پروں سے اُڑے گا

اس کے بہت عجیب وغریب معنی ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے، جس کو یوں سمجھ لیں کہ یہ جہاز کا ایک ڈھانچہ ہے، اور اس کے دو پر ہیں جس سے جہاز اڑتا ہے، اگر دو پر نہیں ہوں گے تو عبادت کا جہاز اڑے گا نہیں، تو یہ جو عبادت جو ہے یہ ایک ڈھانچہ ہے، یعنی نماز، روزہ، زکاۃ، حج اور ان سب سے پہلے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، یہ پانچ چیزیں ہیں، یہ وہ بنیادی چیزیں ہیں جن پر پورا اسلام کا ڈھانچہ کھڑا ہے، اور اسلام کا پورا نظام قائم ہے، لیکن اس جہاز کے دو پر ہیں، ایک کا نام ہے دعا اور دوسرے کا نام ہے دعوت، یہ دو پر ہیں جس سے عبادت اڑتی ہے، اسی وجہ سے حدیث میں آتا ہے کہ الدعاء مخ العبادة، (جامع الأحادیث للسیوطی) دعا جو ہے وہ عبادت کا مغز ہے، عبادت کی جان ہے، اور دعا عربی میں اللہ کے پکارنے کو کہتے ہیں، اور لوگوں کو اللہ کی طرف بلائیں اور ان کو ندا دیں اس کا نام ہے دعوت، اور دونوں ایک ہی معنی میں ہیں، دَعــــا کے معنی اللہ کو پکارا، اور دعــا الی اللہ اللہ کی طرف پکارا، جب براہ راست اللہ کو پکاریں گے تو اس کو کہیں گے دعا، اور جب بالواسطہ پکاریں گے یعنی کسی کو اللہ سے جوڑیں گے، بھٹکے ہوئے کو راہ یاب کریں گے، کفر والے کو ایمان میں لائیں گے، بے ایمان کو ایمان والا بنائیں گے، خیانت والے کو امانت والا بنائیں گے، تو اب آپ دعوت میں داخل ہو گئے، اللہ سے اس کو ملایا پکار کر، آؤ اللہ کی طرف، اور اس میں بھی اللہ کا نام لیا، اور

براہ راست اے اللہ یہ کردے، تو پھر ظاہر ہے کہ جب یہ کام کریں گے تب ہم گویا کہ عبادت والے بن جائیں گے ورنہ ہماری عبادت ناقص ہے، ہم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بس یہ چند چیزیں عمل میں لے آئیں تو ہمارا کام ہوگیا، ہاں اللہ کریم ہے بڑا رحیم ہے، وہ تو کلمہ بھی کوئی پڑھے گا تب بھی جنت مل جائے گی۔

دنیا کے لیے دوسرا نظریہ کیوں؟

لیکن دنیا میں ہمارا معاملہ اس کے برعکس ہے، جتنے لوگ ہیں اگر ان سے ایک سوال پوچھیں کہ یہاں آئے کیوں؟ کوئی فیض آباد کا کوئی کہیں کا، مختلف صوبوں کے لوگ ہیں، آپ یہاں کیوں آئے ایک سوال ہے ظاہر ہے کہ آپ یہاں اس لیے آئے کہ وہاں آپ کے پاس کام نہیں تھا آپ کے پاس پیسہ زیادہ نہیں تھا اور آپ کے گھر والے پریشان تھے یہاں پریشانیوں کا حل ہے، اور یہاں آکر آپ نے کمانا شروع کیا، اور کمانے پر بھی حد نہیں کی، آپ نے جو جتنا بڑھتا چلا جارہا ہے مزید کھانے کی خواہش بڑھ رہی ہے، یہاں تک کہ چاہتا ہے کہ سب سے بڑا ہوجائے پیسے کے اعتبار سے اس کے ٹور بھی سب سے بڑھ کر ہوں، یہ سوچتا رہتا ہے، تو انسان کے اندر اللہ نے صلاحیت رکھی ہے، کہ وہ بڑھنے کی خواہش رکھتا ہے، اور جس شخص کے اندر یہ خواہش نہ ہو، وہ انسان نہیں حیوان ہے، وہ تو بس کہیں کھیت ہو وہیں منھ ماردے گا، اپنا کام وہ کرے گا اور اس کے علاوہ کچھ نہیں کھانا اور پھر نکال دینا، اب اگر انسان بھی اس میں لگ جائے۔

آج کل خیر وعافیت کا مطلب

آج کل کا انسان ہوگیا ہے بس کھانا ہے نکالنا ہے، اسی کا نام ہے خیر وعافیت، جس کو ہم لوگ کہتے ہیں کہ خیریت ہے، تو اگر منھ میں نوالا پھنس جائے تو خیر نہیں، اور پیٹ میں جاکر پھنس جائے تو عافیت نہیں، تو اسی دو کا نام ہے خیر وعافیت، اور انسان نے بس اسی کو پکڑ لیا ہے، اسی لیے سب پوچھتے ہیں خیر وعافیت ہے؟ تو میں کہتا ہوں ۹۹ ر فیصد اور ایک فیصد جو باقی ہے اس میں بھی ایک پوائنٹ بچے

گا ورنہ سب پوچھتے اسی لیے ہیں کہ یہاں حلق میں تو نہیں پھنسا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں خیر ہے، کہا اندر تو نہیں پھنسا؟ کہا نہیں، کہا تو عافیت ہے، بس ہوگئی خیر وعافیت، اور یہ بھی اللہ ہی کی طرف سے ہے اس لیے کہ اللہ میاں نے ایسا نظام بنایا ہے، کہ اگر نوالا یہاں آکر پھنسا تو میاں ابھی دومنٹ کے اندر چھٹی ہو جائے گی۔

ہمارے اس ملک کا ایک بہت بڑا جنرل تھا وہ میز پر کھانا کھا رہا تھا بڑا صحت مند، بس ایک نوالا کھایا اس کی سانس کی نلی میں چلا گیا اور وہیں پر دومنٹ کے اندر اس کی جان چلی گئی، بڑے بڑے ڈاکٹر دوڑے اور کرنل تھا بڑی فیشلٹیز اس کو حاصل تھیں لیکن کچھ نہیں ہوا۔

ابھی رائے بریلی میں ایک صاحب مکان بنا رہے تھے، تو بولے تم بناؤ کچھ ذرا سی موسمی ہی کھالیں، بیوی سے اندر جا کر مانگی اور کھائی تو حلق میں پھنس گئی، اسی وقت انتقال ہوگیا۔

تو اب بتایئے خیر ہے نا؟ اور پھر اندر جانے کے بعد بھی مشین چلتی ہے، اس میں ذرا گڑبڑ ہو جائے تو عافیت نہیں، تو ہم لوگ دنیا کے معاملہ میں تو اتنے چاق وچوبند رہتے ہیں، کہ ہماری نگاہیں لگی رہتی ہیں چاول کہاں اچھا مل رہا ہے؟ دال کہاں اچھی مل رہی ہے؟ منڈی کہاں اچھی ہے؟ اور تجارت کہاں زیادہ چمکے گی؟ تو اس میں تو ہم بڑے ہی چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔

دین کے معاملہ میں بھی حساس رہیں

لیکن جب معاملہ عبادت کا آگیا، دعا کا آگیا، دعوت کا آگیا بس وہیں مرغی کے بچوں کی طرح ٹنگنے لگے ارے یہ معاملہ دین کے لیے صحیح نہیں ہے، اصل ہے دین اور دنیا اس کے تابع ہے، تو دنیا بقدر ضرورت ہو، اس میں انہماک کم ہو، اور پھر آخرت پوری زندگی سے تعلق رکھتی ہے، تو ایسے ہی معاملہ یہاں پر بھی ہے۔

ہماری عبادت کا حال

عبادت بھی ہماری کیسی ہوتی ہے؟ کہ مسجد میں آئے نہیں اور بھاگنے کی فکر پہلے، اور کتنے لوگ تو سلام پھیر کر ایسے بھاگتے ہیں معلوم ہوتا ہے کسی نے پٹائی کردی، کہ مسجد میں ان کے لیے ٹکنا اچھا نہیں ہے، بھاگو یہاں سے، حالانکہ أفضل البقاع المساجد (جامع الأحاديث للسيوطی) سب سے بہتر جگہ اللہ کی مسجد ہے، اور سب سے خراب بازار، تو اب بازار جائیں گے تو اچھا لگے گا معلوم ہوتا ہے اس سے اچھی جگہ کوئی ہے ہی نہیں، ہمارے یہاں ندوہ میں ایک طالب علم تھا وہ سامنے بیٹھتا تھا اور منھ لٹکائے رہتا تھا میں پریشان رہتا تھا آخر معاملہ کیا ہے؟ اور میں اس پر بہت افسوس بھی کرتا تھا ایک دن بازار میں اس کو دیکھا سائیکل بڑی تیز چلا رہا ہے، ہم نے کہا ارے اس کا جی بازار میں لگتا ہے، وہاں نہیں لگتا، اس لیے یہاں مسکرا رہا ہے وہاں جب بیٹھا رہتا ہے تو چپ رہتا ہے، حالانکہ الٹا ہونا چاہیے، کہ جب بازار میں جائیں تو اس وقت گھبراہٹ ہو، کسی طرح ہم یہاں سے بھاگیں، لیکن ہر چیز الٹی ہوگئی ہے، تو یہاں یہ صحیح کرنے کی ضرورت ہے۔

عبادت کا پہلا پَر دعا

عبادت کے دو پر ہیں، اور اس کا پورا نظام ہے یعنی جیسے نماز ہے تو نماز بھی ہم پڑھتے ہیں، نماز ہم جسم کی پڑھتے ہیں، اور عمل کی نماز روح کی نماز تین نمازیں ہماری کمزور ہیں اس کی بھی اصلاح کی ضرورت ہے، تب جا کر عبادت عبادت بنے گی، اور جب ڈھانچہ صحیح ہوگیا، اب اس کے دو پر ہیں، ایک تو یہ ہے کہ دعا کرنے والا بن جائے اور دعا کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بس نماز کے بعد دعا ہے اور کسی جگہ پر مولانا صاحب سے دعا کرالی، اور کہیں لے گئے دعا کرالی، ایسا نہیں ہے، ہر انسان کو دعا کرنا چاہیے، ہر وقت کرنا چاہیے، ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ﴾ (البقرة: ١٨٦) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ نے فرمایا اگر میرے

بندے میرے بارے میں پوچھیں تو ان سے کہہ دو کہ میں قریب ہوں، اور جو ہر وقت قریب ہے ہر وقت دعا ہے، مسجد میں دعا، بازار میں دعا، دکان میں دعا، گھر میں دعا، ہر ملاقات پر دعا، یہ السلام علیکم یہ سب دعا ہی تو ہے، اللہ آپ کو سلامت رکھے آپ پر رحمتیں ہوں، آپ پر برکتیں ہوں، دعا ہی تو ہے یہ، اللہ میاں نے دعا کے ساتھ جوڑ دیا ہے ورنہ ہم میں سے تو شاید کوئی دعا نہ کرتا، لیکن اللہ نے ہر وقت کی دعائیں دے دی ہیں، دعا کرتے رہو، تاکہ تمہارے اندر دعا سے غیر معمولی پن پیدا ہو جائے اور عبادت اٹھنے لگے اوپر، تو اب ایک دعا جس کے بارے میں بہت لمبی بات ہے، کہ دعا کیسی ہونی چاہیے، اس لیے دعا کے بہت سے درجے ہیں، ایک تو یہ ہے کہ ﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّار﴾(البقرة:۲۰۱) اب سمجھے بھی نہیں دعا کرلی، اور دوسری دعا یہ ہے کہ کچھ سمجھ لیا اور تیسری دعا یہ ہے کہ یقین کامل کے ساتھ پڑھا، حضرت مولانا کی والدہ کو دعا سے بہت مناسبت تھی جو مانگا فوراً قبول ہو جاتی تھی تو انہوں نے ایک شعر میں بتایا

جو مانگا ہے جو مانگیں گے خدا سے ہم وہی لیں گے
مچل جائیں گے روئیں گے کہیں گے ہم یہی لیں گے

ایک دعا کا مقام یہ بھی ہے، تو اب دعا کے بہت سے درجے ہیں، جیسے عبادت کے بہت سے درجے ہیں، ایسے ہی دعا کے بھی بہت درجے ہیں، تو آپ جتنا عمدہ پَر لگائیں گے اتنی ہی اٹھے گی دعوت۔

دوسرا پَر دعوت

دوسرا پَر ہے دعوت، یعنی اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملانا، گمراہ لوگوں کو راہ پر لانا، اس کے بارے میں حضرت علی سے آپ نے فرمایا لأن یھدی بك الله خیر لك من حمر النعم، (سنن ابی داؤد فی باب فضل نشر العلم) اے علی تمہارے ذریعہ سے اگر ایک آدمی کو بھی ہدایت مل جائے، تو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے، اور اس زمانہ کے

سرخ اونٹ کا مطلب یہ ہوتا ہے جو اس وقت کی اعلی سے اعلی گاڑیاں آرہی ہیں یہ، وہی سینکڑوں اگر کسی کو مل جائیں تو اس سے بھی بہتر ہے کہ اللہ کسی کو ہدایت عطا فرمادے، تو اب مسئلہ یہ ہے کہ اس کی فکر ہم کو ہے ہی نہیں، کہ ہم کسی کو راستہ دکھائیں اور بتائیں کہ تم بھٹکے ہوئے ہو، غلط راستہ پر ہو، اب اس کے لیے ظاہر ہے کہ پورا میدان ہے اور کیسے کام کرنا ہے، اس کے لیے اگر آپ ہمارے اس ملک کا مزاج دیکھیں گے تو یہاں کیا بلکہ پوری دنیا میں اسلام کے خلاف اتنا پروپیگنڈہ ہے اگر کسی سے کہیے اسلام قبول کرلو تو وہ خود کشی کر لینا پسند کرے گا، اسلام پسند نہیں کرتا، یعنی کہتا ہے پر یورتن نہیں چاہیے مجھے، اور اگر آپ اس کو گھما پھرا کر کچھ اچھی بات کریں تو قبول کرے گا کلمہ بھی ہوسکتا ہے کچھ پڑھ لے لیکن اگر اس سے کہیں کہ اپنی زندگی کو بدل دو، اسلام کے سانچہ میں ڈھال لو تو کسی طرح قبول نہیں کرے گا تو اس کے لیے ہمارے بزرگوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ ایسا کام کیا جائے جس سے وہ قریب آجائیں کیونکہ دور بیٹھ کر نہ جانے وہ کن کن خیالات میں رہتے ہیں، اور پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر نہ جانے کیا کیا اپنے ذہنوں میں بٹھائے ہوئے ہیں؟ تو ایسے میں ہم کو اگر محنت کرنی پڑے۔

قربت بڑھانے کے طریقے

اس سلسلہ میں ان کو قریب لانا پڑے تو اس کا جو بھی طریقہ ہے وہ اختیار کرنا چاہیے اور اللہ میاں نے اس طریقہ میں غیر معمولی تاثیر رکھی ہے، اس کو قرآن مجید میں بھی فرمایا گیا ہے ﴿هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ﴾ (الرحمن: ٦٠) احسان کے بدلہ میں احسان، اور اچھا کام کا بھلا کام آپ کریں گے تو اس کی بھلائی آپ کو ملے گی یعنی اللہ کی طرف سے اچھے کام پر اچھا بدلہ، اگر ہم اس کی مخلوق پر احسان کریں گے تو اللہ ہم پر احسان کرے گا، قرآن شریف میں ایک جگہ آیا ہے ﴿قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ﴾ (الحجرات: ١٤) اللہ میاں سے احسان جتلانے لگے کچھ دیہاتی، کلمہ پڑھ

کے، کہ ہم نے کلمہ پڑھا ہے، تو اللہ میاں نے کہا کہ یہ خود اللہ میاں کا احسان ہے کہ تم کو کلمہ نصیب ہو گیا، تو اللہ احسان کرتا ہے کوئی بندہ تھوڑی احسان کرتا ہے، لیکن مسئلہ یہاں پر یہ ہے کہ احسان کا بدلہ احسان، تو اب احسان کس پر کیا جائے؟ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جتنے ضعیف اور کمزور ہیں، ان سب پر احسان کرو، تو اللہ کا احسان آسمان سے آئے گا، اسی لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ حضرت آپ کو کہاں ڈھونڈیں؟ تو آپ نے فرمایا: ابغونی فی الضعفاء، مجھے کمزور لوگوں میں تلاش کرو، گویا کہ آپ ہر وقت لوگوں پر احسان ہی فرماتے تھے کیونکہ آپ تو محسن عالم ہیں، آپ تو محسن انسان ہیں، آپ تو محسن حیوان ہیں، آپ تو رحمت عالم ہیں، آپ کی رحمتوں کا تو کوئی ٹھکانہ ہی نہیں، نہ آپ کے احسانات کا، تو آپ نے اسی لیے امت کو بھی تلقین فرمائی، کہ تم کو بھی احسان کرتے رہنا چاہیے، اب ضعیفوں کی جتنی فہرست ہے آپ دیکھتے چلے جایئے جتنے ضعیف ہیں کمزور ہیں بوڑھے ہیں، سب پر احسان کرو۔

جو بوئے گا وہ کاٹے گا

حدیث میں آتا ہے "ما اکرم شاب شیخا الا قیض اللہ من یکرمہ عند شیخوختہ أو کما قال علیہ الصلاۃ والسلام"، (جامع الأحادیث للسیوطی) کہ جو نوجوان کسی بوڑھے کا اکرام کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے بڑھاپے میں کسی نوجوان کو مسخر کرے گا جو اس کا اکرام کرے دو دعائیں ہو گئیں، ایک تو جوان جب کسی بوڑھے کا اکرام کرے گا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کی عمر اتنی طویل ہو گی کہ بوڑھا ہو گا اور دوسرے یہ کہ اس کا بڑھاپا اچھا ہو گا، کوئی نوجوان اس کی خدمت کے لیے تیار ہو گا، لیکن جب نوجوان کسی بوڑھے کی خدمت کرے گا تو بوڑھا ہو کر وہ ایسا نوجوان پائے گا تو اب جیسا کرو گے ویسا ہی پاؤ گے، احسان کرو گے تو اللہ تم پر احسان کرے گا۔

خواتین پر احسان

پھر یوں دیکھا جائے تو عورتیں بھی ساری کمزور ہیں، عورتوں کے ساتھ اچھا

سلوک کرنا، یعنی اگر باپ ہیں تو اپنی بیٹی کے ساتھ اچھا سلوک کیجئے، اس کی بھی سینکڑوں شکلیں ہیں ایک تو یہ ہے جو آج کل چل رہا ہے کہ بچوں کو معلوم کر لیتے ہیں پیٹ میں اگر بچی ہے تو مروا دیتے ہیں، یہ مسلمانوں میں بھی چل پڑی بات، کتنی خطرناک کتنی بری بات ہے کہ ایسا کیا جا رہا ہے؟ تو ایک تو اگر آپ باپ ہیں تو بچی کے ساتھ اچھا سلوک کریں، دوسرے یہ کہ بچی اور بچہ میں آپ کوئی تفریق نہ کریں، میں جانتا ہوں بعض دیندار گھروں میں کہ بچی بیٹھی ہوئی ہے اور بچہ بیٹھا ہوا ہے تو بچہ کو اچھا کھانے کو دیں گے بچی کو نہیں، میرے سامنے کا واقعہ ہے، اور انہوں نے خود مجھ سے بتایا کہ ہم لوگوں کے گھروں میں آج تک یہ بات ہے، حالانکہ یہ منع ہے، بچی اور بچے کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ہے آپ کو، اور آپ ہی کے ہیں دونوں، پھر ان کی تعلیم وتربیت کرنی ہے کہ اچھی تعلیم ہونی چاہیے، اور اس میں بھی بہت کوتاہی ہے، بے حیائی کے راستہ پر ڈال دیتے ہیں غلط راستہ پر ڈال دیتے ہیں لڑکی کو، غلط جگہ پڑھنے کو بھیج دیتے ہیں، یہ سب ناجائز ہے، آپ بچی کا غلط استعمال کر رہے ہیں، آپ کو بچی کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہیے، پھر اس کے بعد جب بڑی ہو جائے تو بلوغ کے بعد فوراً اس کی شادی کرنی ہے اور اس میں سب کو کہا جا رہا ہے۔

لیکن لڑکے والے یہاں پھر آ کے آڑے آتے ہیں، کہ میرا لڑکا ہے جہیز لاؤ یہ بھی ناجائز، اور یہ عورتیں جو خود پستی ہیں، اس چکی میں وہی کھڑی ہو جاتی ہیں، جہیز مانگنے کے لیے، لڑکے کی اماں، لڑکے کی دادی، وہ اڑی رہتی ہیں، کہ نہیں جہیز دینا پڑے گا، حالانکہ جہیز بالکل ناجائز ہوتا ہے کیونکہ خوشی سے کوئی نہیں دیتا، اسی لیے میں نے بہت سے لوگوں سے کہا کہ اگر جہیز کا مسئلہ آ ہی جائے تو کہو کہ ایک سال بعد دیں، کوئی نہیں دے گا، اور اس کے نتیجہ میں یہی نہیں بعض دفعہ بچی بیوہ ہو گئی، یا شوہر سے نہیں بنی، اور اس کو واپس کر دیا گیا، تو ایسی عورت کو گھر میں رکھنے یا وہ بے چاری بیوہ بن کر آ گئی، تو اس کے ساتھ اچھا سلوک کیجئے، جنت پایئے گا، حدیثوں میں ہیں یہ سب باتیں، اور اسی طرح آپ نے

فرمایا جس کے تین بچیاں ہوں یا دو بچیاں ہوں اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو وہ اس کے لیے جہنم سے آڑ بن جائیں گی، حجاب بن جائیں گی تو اگر آدمی یہ سوچ لے، اور ان پر احسان کرے تو اب سمجھئے کہ وہ آگے بڑھتا چلا جارہا ہے، اللہ کی طرف سے اس پر احسان ہوگا اور جو ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا انتظام بھی کر دیتا ہے۔

مزاج کی بات ہے

ہم لوگوں کا مزاج اتنا بدل گیا ہے، میں اپنے محلّہ کی بات بتارہا ہوں کہنے لگے مولانا دعا کر دیجئے فلاں آدمی میرے گھر پر قابض ہے، خالی نہیں کرتا، آپ کچھ پڑھنے کو بتادیجئے تو ہم نے کہا بتادیتے ہیں، اب جب مل گیا گھر تو معلوم ہوا کہ وہ خود ایک گھر پر قابض ہیں، یعنی وہ خود کرایہ دار ہیں، تو ہم نے کہا جب یہ خالی ہورہا ہے تو آپ اس میں آجائیں گے، اور یہ گھر اس کو واپس کر دیں گے تو کہنے لگے مولانا جب ہمارا یہ گھر خالی ہوجائے گا تو اس کو بنوائیں گے اور اس والے کو خالی نہیں کریں گے، ہم نے کہا واہ، تو آپ تصور دیکھئے کیا حال ہوگیا ہے مسلمانوں کا؟ یعنی اس سے لینے کی فکر تو آپ کو بہت ہے اور آپ جو قبضہ کئے ہوئے بیٹھے ہیں، ادھر وہ بھی چھوڑیئے شریعت کا حکم تو برابر ہے، اگر آپ ان سے لے رہے ہیں تو اپنا بھی یہ چھوڑیئے، لیکن آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہم لینا تو چاہتے ہیں دینا نہیں چاہتے۔

تعلیمات نبوی کو دیکھیں

احسان کی شکلیں بہت ہیں تو یہ عورتوں کے سلسلہ کی باتیں ہیں ساری، اب عورت بیوی بن کر آگئی، تو اس کے ساتھ اچھا سلوک ہونا چاہیے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خیر کم خیر کم لأهله، وأنا خیر کم لأهلي، (سنن ابی داؤد فی باب حسن معاشرة النساء) تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی گھر والی کے لیے اچھا ہو، اور میں اپنی گھر والیوں کے لیے سب سے اچھا ہوں، تو آپ نے خود مثال دی، کہ

میں اچھا ہوں، اور آپ نے کیا سلوک کیا ہے عورتوں کے ساتھ اٹھا کر دیکھ لیجئے، پورا ایک موضوع ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مثالیں اسی لیے دی ہیں، کہ جو کمزور ہے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے، یہ تو میں نے ایک مثال دی ہے۔

سچی نیت سے عیادت ہو

اس کے بعد بیمار ہے اس کے ساتھ اچھا سلوک کریں، بیمار کی عیادت کا مطلب کیا ہے، اکثر عیادت والے یہ سمجھتے ہیں، کہ گئے السلام علیکم، ٹھیک ہیں آپ، بس آ گئے، یہ عیادت نہیں ہے یہ تو بے وقوف بنانا ہے، ہاں اگر اچھی نیت ہے تو اس کا بھی ثواب ملے گا لیکن اصلا عیادت یہ ہے کہ جو اس کو مدد کی ضرورت ہے وہ پوری کیجئے، کچھ وقت دے سکتے ہیں تو وقت دیجئے، ورنہ اگر وہ بیمار ہے تو زیادہ دیر بیٹھئے نہیں، یہ بھی منع ہے، اور عیادت فواق الناقۃ بھی آیا ہے، کہ عیادت ایسی کرو کہ مریض کو پریشانی نہ ہو، یہ اصل ہے، اور تھوڑی دیر بعد واپس آجایئے، ایسے ہی مریض کا معاملہ ہے، وہ بھی کمزور ہے، اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے، ایسے ہی جتنے کمزور طبقات ہیں، ایک گمراہ ہے وہ بھی کمزور ہے، کافر بھی مشرک بھی بدعتی بھی سب کمزور ہیں، ان سب کو کمزوری سے باہر لے کر آئیں، اور جس سے جو اچھا معاملہ آپ کر سکتے ہوں اچھا سلوک کر سکتے ہیں اس کے آگے ویسے ہی اس کے ساتھ آپ معاملہ جب کریں گے تو پھر اللہ کا احسان اوپر سے آئے گا۔

صاحب ایمان کی ذمہ داری

آج کل تو خود غرضی کا ماحول ہے، بس ہمارا فائدہ ہو جائے، چاہے کوئی چولہے بھاڑ میں جائے، آج کل لوگ کہتے ہیں کہ اگر کوئی گڈھے میں گر رہا ہے، تو اس کو بچایئے نہیں، ایک لات اور ماریئے جلدی سے گرے گا یہ ہے دور، لیکن ہمارے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے تو فرمایا ہے کہ سیدھوں کے ساتھ سیدھا اور ٹیڑھوں

کے ساتھ سیدھا، ہم لوگوں کا معاملہ تو یہی ہے، اور ہم یہی کرتے رہیں گے اس لیے کہ سنت رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کہ کوئی اگر گڑھے میں گر رہا ہے، تو ہم بچائیں گے اور اس کو نکالنے کی کوشش کریں گے اور جو ہو سکے گا ہم سے ہم کریں گے یا ہم زمانہ کی ہوا نہیں کھاتے، زمانہ سے ہم متاثر نہیں ہوتے، مومن زمانہ سے متاثر نہیں ہوتا زمانہ کو متاثر کرتا ہے مومن کا کام یہ نہیں ہے کہ زمانہ کے ساتھ چلے، بلکہ اپنے ساتھ زمانہ کو لے کر چلتا ہے، ہوا کا رخ موڑتا ہے، اور اس کے مقابلہ کے لیے ڈٹ کر کھڑا ہو جاتا ہے، مومن کا کام یہ ہے۔

صحیح عبادت سے مسائل حل ہوں گے

میرے بھائیو اور دوستو! ہم کو اللہ تعالیٰ نے عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور ہم عبادت کس طرح کریں یہ ہم کو معلوم نہیں صحیح سے، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ بس نماز پڑھ لی، تو بہت بڑا کام ہو گیا، یہ منطق ہے کیا؟ ذرا سوچیں تو صحیح!!! یہ کون سی بات ہے، یہ کوئی مومنانہ بات نہیں ہے، صاحب ایمان کی تو سوچ ہی بالکل الگ ہوتی ہے، اس کا نرالا ڈھنگ ہوتا ہے، البیلا اس کا ڈھنگ ہوتا ہے، وہ تو بالکل سیدھا چلتا ہے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی سنت کے مطابق، تو اللہ کی طرف سے اس کی مدد آتی ہے اور ایسی مدد آتی ہے، کہ اس کو خود اندازہ نہیں ہوتا کہ یہ مسئلہ کہاں سے ہو گیا حل؟ یہ پریشانی کہاں سے غائب ہو گئی؟ کس نے آکر مدد کی، کس نے سہارا دیا، لیکن یہ سہارا خدا کا ہوتا ہے اس کی مدد ہر لمحہ اس کے ساتھ ہوتی ہے، اور اس کو صحیح راستہ پر صحیح منزل پر لے جاتی ہے، پہنچا دیتی ہے، آپ اللہ سے ہر رکعت میں اهدنا الصراط المستقیم مانگتے ہیں، اے اللہ ہم کو صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرما، تو یہ کیا ہے؟ جب سچے دل سے آدمی مانگے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت عطا فرمائے گا، اور ہدایت ایسے انداز سے آئے گی کہ آپ خود نہیں سمجھ پائیں گے، یہ ہوا کہاں سے؟ تو ایسے ہی مسائل حل ہوتے چلے جائیں گے، پریشانیاں ختم ہوتی چلی جائیں گی۔

حرام اپنا رنگ ضرور دکھاتا ہے

ہر آدمی آج کل پریشان ہے اور پریشانی میں نہ جانے کیا کیا کر بیٹھتا ہے؟ اور غلط راستہ پر چلا جاتا ہے، تو اس وقت چاہے تھوڑا سا مسئلہ حل ہو جائے جیسے کہتے ہیں نا، سود کا پیسہ ہے، پیسہ پیسہ ہے، اگر آپ اس سے لے کر دودھ پئیں گے تو دودھ دودھ ہے، لیکن اندر جا کر وہ زہر بن جائے گا اوپر سے دودھ ہے لیکن اندر سے زہر ہے، ایسے ہی بہت سے لوگ غلط کام کر کے سمجھتے ہیں میرا کام تو چل رہا ہے، کام نہیں چل رہا ہے، ایک صاحب کہنے لگے میں رشوت لیتا ہوں اور مجھے بہت پھلتا ہے تو میں نے کہا پھلتا نہیں ہے پھولتا ہے، ذرا سا بدل دیجئے، کہ آدمی کا جب بدن ورم کر جاتا ہے، تو بہت سے لوگ کہتے ہیں بڑا صحت مند ہو گیا وہ صحت مند نہیں ہو گیا ایک ہاتھ ماریئے ادھر گرے گا جا کر قلابازی کھائے گا، ایسے ہی سود کھانے والا، رشوت کھانے والا، حرام مال کھانے والا، اس کی حیثیت یہی ہو کر رہ جاتی ہے، کھانے کو تو وہ کھا رہا ہے، پیسہ کھا رہا ہے، عمدہ کھانا کھا رہا ہے، لیکن وہ زہر کھا رہا ہے، آج نہیں تو کل اس کے اثرات ظاہر ہوں گے۔

عبادت تو اُڑانے کے لیے ہے

اس آیت کا مفہوم سمجھو کیا ہے؟ یہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون اللہ تعالیٰ نے ہم کو پیدا کیا ہے اور جنوں کو پیدا کیا ہے، اس لیے کہ ہم اس کی عبادت کریں، اور عبادت یہ جو ہم صرف تھوڑی بہت کر رہے ہیں یہ تو دکھاوا ہے، ایک طرح سے، اور ایک ڈھانچہ ہے، جو ہم نے بنا لیا ہے، اس کو اڑانے کی کوشش کریں، تا کہ ہماری عبادت اُڑنے لگے، اور اٹھنے لگے اسی لیے تو کہا گیا ہے نماز مومن کی معراج ہے، یعنی نماز یہاں پڑھتا ہے، پہنچتا اوپر ہے، یہ معراج ہے، تو دعا اور دعوت کا کام کرنے سے وہاں پہنچے گا۔

کھلے دروازے سے داخل ہونا چاہیے

لیکن دعوت کا کام کرنا کیسے ہے؟ تو اس میں پیام انسانیت کا بہت اچھا طریقہ

ہے، کہ آپ دوسروں کو صحیح راستہ پر لانے کی کوشش کریں، اور اچھی نیت سے یہ کام کریں گے، تو انشاء اللہ ہدایت والا ثواب ملے گا، اور یہ بھی سوچنا چاہیے کتنے ہم لوگ برے ہوگئے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی سنت ہے، کہ آپ دوسروں کی ہدایت کے لیے اتنا کڑھتے تھے کہ اللہ میاں کو کہنا پڑا کہ ﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾ (الشعراء:۳) پھر یہ بھی کہا ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ﴾ (القصص:۵٦) آپ جس کو چاہیں اس کو ہدایت نہیں دے سکتے، جس کو خدا چاہے گا اس کو ہدایت ملے گی، آپ بس کام کرتے رہیے، ایسے ہی ہماری بھی ذمہ داری صرف اتنی ہے کہ ہم کام کریں باقی ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے، جب ہدایت آئے گی تو کوئی روک نہیں سکتا اور نام آپ کا آجائے گا، ہدایت اللہ دے گا نام آپ کا۔

اگر عبادت، عبادت بن جائے

میرے بھائیو اور دستو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی عبادت کو عبادت بنائیں، اور اس کو بلند کرنے کی اور اڑانے کی کوشش کریں، اور اس کے دو پر ہیں جو میں نے عرض کیا، ایک دعا اور دوسرے دعوت اس کو جب لے کر چلیں گے تو انشاء اللہ ہماری عبادت غیر معمولی ہوجائے گی، یعنی عبادت کا مزا آجائے گا، اور پھر عبادت اس مقام پر پہنچ جائے گی جس کے قصے تاریخ میں بہت ہیں کہ بڑے بڑے لوگ آئے ان کو تہ تیغ کرنے لیکن ایک دفعہ انہوں نے دیکھا پوچھا کون بچائے گا؟ کہ اللہ وہیں تلوار گر گئی، اور وہ اپنا کام کر نہیں پائے، تو جب خوب اچھی عبادت ہوجاتی ہے تب یہ مقام آتا ہے، اور ہماری تاریخ میں اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح توفیق عطا فرمائے، اور صحیح عبادت کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے، اور دعا ودعوت سے ہم سب کو خاص حضور نصیب فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

مسائل کا حل مکمل اسلام کو سمجھنے میں ہے

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونستهديه ونسترشده فمن يهديه فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ، ونشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريک له ونشهد أن سيدنا ونبينا وشفيعنا وحبيبنا وقرة عيوننا ومولانا محمدا عبده ورسوله صلى الله عليه وعلىٰ آله وأصحابه وأزواجه وذرياته وأهل بيته وبارک وسلم تسليما كثيرا،أمابعد!وقد قال الله عز وجل فى كتابه العزيز ،أعوذ بالله من الشيطن الرجيم،بسم الله الرحمن الرحيم،﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾(الحجرات:۱۳)

میرے بھائیو اور بزرگو دوستو!

آپ حضرات کو ہم سب کو اللہ نے کسی نہ کسی درجہ میں ایمان کی دولت عطا فرمائی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسا بنایا ہے، کہ وہ ساری مخلوقات میں سب سے جداگانہ ہے، انسان کے علاوہ جتنی مخلوقات ہیں سب کو آپ دیکھیں گے سب کے اندر یکسانیت ہے، پودا لے لیجئے یا حیوانات ہی کو اگر آپ دیکھیں گے تو آپ کو محسوس ہوگا سب ایک دوسرے سے ایسے ملتے جلتے ہیں کہ پہچاننے میں دشواری ہوتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسا بنایا ہے کہ ہر انسان اپنی شناخت خود رکھتا ہے، اور اس کی ہر چیز دوسرے سے جدا ہے، اسی وجہ سے اس کو عالم اصغر بھی کہتے ہیں یہ دنیا عالم اکبر ہے اور انسان عالم

اصغر ہے، اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جو اپنی صفات بیان کی ہیں، ان میں سے ﴿هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ﴾ (الحشر: ٢٤) یوں تو اس کی بہت سی صفات ہیں لیکن یہ ترتیب سے بیان کی ہیں خالق بھی وہی باری بھی وہی، مصور بھی وہی، یعنی یوں سمجھ لیں کہ ڈھانچہ بھی وہی بناتا ہے سانچہ بھی وہی بناتا ہے، اور سنوارتا بھی وہی ہے، تینوں کام خدا کے ہیں۔

خالق کا مطلب آپ نے اس ملک میں دیکھا ہوگا کہ اسٹیچو بنائے جاتے ہیں تو پہلے پتلے نما مٹی کے ڈھیر بنائے جاتے ہیں، تو یہ خلق ہے اور پھر موٹے موٹے ناک کان ابھار دیتے ہیں، گویا کہ کان نکلنے والا ہے، ناک ابھرنے والی ہے، وہ عربی میں "بـــرأ" اور تیسری چیز پھر اس کی نوک و پلک درست کرنا، پلکیں بنانا، آنکھ بنانا، بھوئیں بنانا، کان کو بالکل کان کی طرح بنانا، یہ ہے مصور، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم سب کچھ ہیں، تو نہایت خوبصورت انسان کو اللہ نے بنا کر کھڑا کر دیا، ﴿فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ﴾ (المؤمنون: ١٤) کتنا بلند و بالا ہے وہ خدائے تبارک وتعالیٰ جس نے انسان کو کتنا اچھا اور اچھوتا بنایا، تو انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف بنایا، اکرم بنایا اور احسن بنایا، قرآن مجید میں اس کو بہت جگہوں پر کہا گیا ہے لیکن اچھا بنایا ہے تو اچھا کیسے بنایا ہے، پھر اکرم بنایا ہے تو کیوں بنایا ہے، اشرف بنایا ہے تو کیوں بنایا ہے؟ یہ ساری چیزیں اس کے ساتھ وابستہ ہیں۔

رنگ و نسل کا فرق تعارف کے لیے ہے

یہاں پر میں نے جو آیت پڑھی اس میں ہے کہ یوں تو ہر انسان اپنی جداگانہ حیثیت رکھتا ہے اور اب تو انگوٹھے کے بھی پرنٹ لیے جاتے ہیں، اور یہ بھی آگیا ہے کہ ہر آنکھ دوسری آنکھ سے جدا ہوتی ہے، تو اس کے ساتھ ساتھ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم کو برادریوں میں بانٹ دیا ہے لیکن یہ تمہارا الگ الگ جداگانہ جو معاملہ ہے یہ تعارف کے لیے ہے تعریف کے لیے نہیں ہے، لتعــارفــوا، تاکہ تمہارا ایک دوسرے سے تعارف

ہو جائے ،اب پہچان کے لیے تو رکھا گیا ہے،لیکن تعریف کے لیے نہیں، جب تعریف اور مذمت آجاتی ہے وہیں معاملہ خراب ہو جاتا ہے،آپ نے فرمایا اگر منھ پر تمہارے کوئی تعریف کرنے لگے تو اس کے منھ پر مٹی ڈال دو، یہ بے جا مدح سرائی کر رہا ہے،لیکن ہم تو آج کل اس کے منھ پر سونا ڈال رہے ہیں، کہ ہم تو انتظار میں رہتے ہیں،کوئی آئے تو ہماری تعریف کرے،اور ہم اپنی تعریف اپنے کانوں سے سنیں،تو بڑے خوش ہوں،اور اگر کوئی مذمت کرنے لگے تو ہم کو برا لگنے لگے،دونوں باتیں غلط،نہ تعریف کی اجازت ہے نہ مذمت کی،اور اگر صحابہ کرام کا اس میں مزاج دیکھا جائے تو بہت کچھ باتیں اس میں واضح ہو جائیں، ہاں کہیں کہیں پر حقیقت کے اظہار کے لیے ضرورت پڑتی ہے،بس اس سے زیادہ نہیں،اس وجہ سے معاملہ ہمارا خراب ہوتا چلا جا رہا ہے،تو آج سے برادری کی تعریف نہیں تعارف کرائیں گے،اور ظاہر ہے ورنہ تو اس میں دوسری قوموں کی مذمت ہو رہی ہے،تعریف اس طرح کر دیجئے بہت اچھے لوگ ہیں،تو یہاں معاملہ خراب ہو گیا،تعارف کی حد تک تو معاملہ اچھا تھا۔

تعارف کے لیے پہچان پسندیدہ ہے

تعارف کے بارے میں ایک پہچان بنا لیجئے،حدیث میں آتا ہے اشعری قوم و برادری کے تعلق سے آپ نے فرمایا بڑے اچھے لوگ ہیں،ان کے یہاں جب کھانا کم ہو جاتا ہے تو جس کے پاس بھی ہوتا ہے سب لے آتے ہیں اکٹھا بیٹھ کر کھا لیتے ہیں،تو گویا کہ یہ ہماری پہچان ہے،اور اس سے ان کا تعارف کیا جا رہا ہے،لیکن تعریف اس طرح کہ ایک گھٹے دوسرا بڑھے،تو یہ جائز نہیں، حالانکہ تعارف اگر کرایا جائے تو پھر آدمی اس سے محفوظ رہتا ہے مگر تعارف تعارف ہی رہے تو اس کے اندر آدمی ایک دوسرے سے محفوظ رہتا ہے،اور ایک برادری دوسری برادری سے ملتی ہے،لیکن جب بات تعریف کی آجائے کہ یہ اچھے ہیں یہ برے ہیں،تو لڑائی شروع ہو جاتی ہے اسی لیے کہا گیا تم میں سب سے معزز وہ ہے جو تقوی والا ہو،تو اصل جو

تعارف ہے وہ تقوی کا ہے، اور تقوی اندر کا معاملہ ہے، اس لیے کوئی نہیں جانتا، کہ کون معزز ہے کون مقبول؟ کون مردود ہے؟ یہ تو سب اللہ ہی جانے، تو اس کی ہم سب کے اندر کوشش ہونی چاہیے، کہ ہم اپنی تعریف سے بچنے والے بن جائیں اور صحیح راستہ جو رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے بتایا ہے اس پر چلنے والے بن جائیں۔

زوال کے اسباب

میرے بھائیو اور دوستو! جہاں آج بہت سی مصیبتیں ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے، اگر آپ تاریخ اندلس اٹھا کر دیکھیں اور روس کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہاں کس چیز نے ان کو بالکل دیش نکال کر دیا، یعنی روس میں اور اندلس میں آپ لوگ آٹھ سو سال رہے ہیں، پوری حکومت کے ساتھ شوکت کے ساتھ، دو چار دن نہیں بلکہ چھ سو آٹھ سو سال تک، اور اس کے بعد حالت یہ ہوگئی کہ ایک بھی مسلمان ڈھونڈے سے نہیں مل رہا ہے یہ حالات وہاں کیوں پیش آئے؟ ہمارا ملک بھی اقلیت میں ہے اس لیے اس بات پر دھیان دینے کی ضرورت ہے کہ جیسے ہم ہیں ویسے ہی وہ تھے تو ان میں کیا کمزوریاں تھیں؟ جس کی بنیاد پر ان کے ساتھ ایسا ہوا تو ان میں ایک یہی تھی کہ وہ برادریوں میں بٹ گئے تھے ہر قبیلہ دوسرے قبیلہ سے برسر پیکار تھا، ہر برادری دوسری برادری سے جنگ کر رہی تھی، وہ اس کو اور یہ انہیں گھٹیا سمجھ رہے ہیں، اس طرح آپس کی لڑائیاں ناچاقیاں انتشار آخری درجہ میں تھا اور دوسرے یہ کہ دعوت کے کام سے ان کا تعلق نہیں تھا۔

معلم انسانیت کا سبق یاد رکھو

اس کے تعلق سے اگر دیکھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر کبھی کوئی لفظ نہیں آیا برا، آپ نے کوئی گھٹیا لفظ اپنی زبان سے نہیں نکالا، پوری زندگی استعمال نہیں فرمایا، لیکن اگر کوئی اپنی جماعت کی دعوت دے اور اپنی برادری کو ابھارنا چاہے اور اس کو للکارے اور اس کو پکارے اور اس کا نعرہ لگائے تو آپ نے بہت سخت الفاظ فرمائے

ہیں، میں نے ویسی روایت ہی نہیں دیکھی اتنی سختی والی، یہاں تک کہ نماز چھوڑنے پر بھی نہیں، جتنی برادری واد پر فرمائی، اور کیا فرمایا؟"من تعزی علیکم بعزاء الجاهلية فأعضوه بهن أبيه و لاتكنوا"، (جامع الأحاديث للسيوطی) کہ اگر کوئی جاہلیت کا نعرہ لگائے یعنی قومیت کا نعرہ لگائے، تو پھر اس کو اس کے باپ کی شرمگاہ سے گالی دو، اور اشارات وکنایات سے کام مت لو، اللہ اکبر! آپ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے تھے کہ برادری واد اتنا خطرناک ہے، اسی لیے حدیث میں آیا ہے" فساد ذات البين الحالقة"(جامع الأحاديث للسيوطی) اگر آپس میں بگاڑ ہو جائے تو یہ بات دین کو مونڈ دیتی ہے، تو اب ہمارا آپس کا بگاڑ چھوٹے درجہ میں ہے، تو دین ختم ہونا شروع ہو جائے گا، وہاں دین رخصت ہونا شروع ہو جائے گا، ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ نماز روزہ، وغیرہ کر رہے ہیں، لیکن اندر سے دین غائب ہو گیا، اس لیے کہ دل میں حسد ہے، کینہ ہے کپٹ ہے اور نہ جانے کیا کیا بیماریاں ہیں؟ اور یہ بیماریاں انسان کو دائرہ اسلام سے بھی خارج کر دیتی ہیں۔

جب برادری واد حد سے پار ہو جائے

ایک واقعہ ہے مسیلمہ کذاب کا جس نے نبوت کا دعوی کیا تھا اور حضرت ابو بکر کے زمانہ میں بڑی مشکل سے اس پر قابو پایا گیا، اور بڑی تعداد میں صحابہ کرام کو جام شہادت نوش کرنا پڑا وہ پوری تاریخ ہے تو اس کی برادری کے جو لوگ تھے اس پر ایمان لے آئے تو اس برادری کا ایک آدمی مسیلمہ کے پاس آیا، اور کہا کہ آپ تو مدعی نبوت ہیں، تو آپ پر کون سی کتاب نازل ہوتی ہے آسمان سے؟ تو اس نے کہا آیتیں تو نازل ہوتی ہیں، کہا سنایئے پڑھ کر کہا آج نہیں کل آؤ۔ اس لیے کہ بنانی پڑیں گی۔ پھر دوسرے دن آیا وہ بھی انہی کے قبیلہ کی ایک شاخ کا سردار تھا، پھر آیا وہ، لیکن اس کو اسی طرح دو تین دوڑایا، پھر اس نے ایک عربی عبارت بنائی، لیکن جب بنائی تو اس نے سنتے ہی کہہ دیا کہ یہ تیرا کلام ہے، جس میں کوئی دم ہی نہیں ہے، اور کہاں محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کا کلام، لیکن اس کے بعد بہت عجیب وغریب بات کہی اس نے کہا کہ تو جو مدعی نبوت ہے، وہ میری برادری کا ہے تو اس نے کہا "كذاب ربيعة أحب الى من صادق مضر" (جامع الأحاديث للسيوطی) رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام مضر کے قبیلہ کے ہیں اور یہ ربیعہ کا ہے، دونوں میں چشمک ہے، تو اس نے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر چہ سچے ہیں اور تو اگر چہ پکا جھوٹا ہے، لیکن میرے قبیلہ کا ہے، اس لیے مجھے پیارا ہے۔

اب اندازہ لگائیے کہ اس نے اسلام چھوڑ دیا مرتد ہو گیا، تو جب برادری واد اس حد تک پہنچ جاتا ہے، تو پھر نہ ایمان رہتا ہے نہ دین رہتا ہے نہ شریعت، اور برادریوں کے اس طرح کے واقعات ہزار ہا ہیں، کوئی کہے گا مجھے شریعت نہیں چاہیے، برادریوں کا مکھیا جو کہے گا وہی مانوں گا میں، یہ تو واقعات پیش آتے ہی رہتے ہیں، تو ایسے میں کتنے ہمارے اللہ کے نیک بندے ایسے تھے کہ وہ قاضی تھے لیکن جب فیصلہ ان کے سامنے آیا تو ایک فریق نے یہ کہہ دیا مجھے شریعت سے کوئی سروکار نہیں، تو وہیں انہوں نے قاضی کا عہدہ چھوڑ دیا، اور کہا ایسی زمین پر رہنا حرام ہے جہاں ایسے لوگ پائے جاتے ہوں، اور پھر ہجرت کر کے چلے گئے، غیرت اس کا نام ہے، جب دین کی غیرت وحمیت پیدا ہوتی ہے، تو آدمی اس طرح کی چیزوں کو برداشت نہیں کر پاتا۔

امت کو ابو بکر کی ضرورت ہے

چونکہ آج کل دور عجیب ہے حضرت مولانا نے لکھا ہے کہ پہلے جب آدمی مرتد ہوتا ہے تو چھوڑ کر چلا جاتا تھا شہر تک سب چھوڑ دیتا تھا، اور دور جا کر بس جاتا تھا لیکن آج حال یہ ہے کہ ہر گھر میں ارتداد ہے لیکن اس کا کوئی علاج کرنے والا نہیں ہے، یہ پورا ایک رسالہ ہے ان کا، ردة ولا أبكر لها، ارتداد تو ہے ابو بکر نہیں، کیونکہ انہوں نے اس زمانہ میں جب بہت سے لوگ مرتد ہو گئے۔صحابہ نہیں۔ بلکہ وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے رسول کو دیکھا نہیں اسلام کی خوبیوں کو سمجھا نہیں، بس یہ دیکھا کہ ابھرتا سورج ہے، اور ہر

آدمی لپک رہا ہے،تو اسلا قبول کرلیا تھا تو پھر جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے، کہا ارے بس ہوگیا قصہ ختم ،اب اسلام کچھ نہیں ،تو حضرت ابو بکر اس کے لیے کھڑے ہو گئے،اور دوسرے وہ لوگ تھے جنہوں نے زکاۃ دینے سے انکار کیا،ان کے خلاف بھی ابو بکر کھڑے ہو گئے۔

اس لیے حضرت ابو بکر کا زمانہ غیر معمولی ہے، کہ اگر وہ نہ ہوتے تو آج ہم بھی یہاں نہ ہوتے ،اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بڑا احسان اس امت پر حضرت ابو بکر کا ہے،اسی لیے جب اس طرح کے معاملات سامنے آئے تو حضرت ابو بکر بے چین ہو گئے،اور بے چینی میں جو اعلان کیا وہ سب کے لیے قیامت تک ہو گیا کہ أینقص الدین و أنا حی ،کہ دین کو چھانٹا اور کاٹا جائے اور ابو بکر کے سامنے،ابو بکر زندہ ہو اور وہ کرنے دے یہ نہیں ہوسکتا،اور جب جیش اسامہ کو بھیجنے کا مسئلہ پیش آیا رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے لشکر تیار کیا تھا حضرت اسامہ کی قیادت میں،اور اس کو آپ بھیجنا چاہتے تھے، کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے،تو اب معاملہ ان کے لشکر کے بھیجنے کا آیا، چونکہ ہر طرف سے ارتداد کی خبریں آرہی تھیں،اور ایسا ڈر معلوم ہو رہا تھا کہ مدینہ پر حملہ نہ ہو جائے،تو حضرت عمر نے مصلحت سامنے رکھ کر یہ کہا کہ ابو بکر ذرا ٹھہریئے،ابھی اسامہ کا لشکر نہ بھیجئے،تا کہ مدینہ محفوظ رہے،تو حضرت ابو بکر نے کہا اے اللہ کے بندے "أجبار فی الجاهلية وخوار فی الاسلام"،(جامع الأحاديث للسيوطی) اب ظاہر ہے کہ ابو بکر کے اندر کی وہ طاقت سامنے آگئی ،انہوں نے کہا کچھ نہیں رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام جو کرتے تھے ابو بکر وہ کرے گا یہ جملہ معمولی نہیں ہے،اور پھر فرمایا اسامہ لشکر لے کر جاؤ،سب کی حالت خراب ہوگئی،لیکن ابو بکر پہاڑ کی طرح اپنی جگہ پر ٹھہرے رہے،اور حضرت ابو بکر کے اس کام نے دنیا کو بتا دیا کہ ان کا فیصلہ بالکل صحیح تھا،سارے مشرکین دم بخود رہ گئے،وہ سمجھے تھے کہ مسلمان سمٹ جائیں گے،ڈر جائیں گے،لیکن اسامہ کے لشکر نے بتا دیا کہ مسلمانوں پر کوئی اثر نہیں ہے،بس

جو غلط سوچ رہے تھے وہ یہ دیکھ کر اپنے گھروں میں بیٹھ گئے، اور خوف طاری ہو گیا ان پر، پھر حضرت ابوبکر نے کہا جو ایک رسی بھی دیتا تھا اس کو زکاۃ دینی پڑے گی، یہ معمولی بات نہیں ہے، اور جو بیت المال کو زکاۃ دیتا تھا اس کو زکاۃ دینی پڑے گی، اگر نہیں کروگے تو ابوبکر لڑنے کے لیے آرہا ہے، یہ ہیں حضرت ابوبکر، اس لیے کہ معاملہ وہاں پورے دین کا تھا، آج کل ہم اگر ہوتے تو یہی کہتے کیا ہوا عقیدہ تو ہے نماز تو ہے کیوں اس کے پیچھے پڑے ہو؟ ارے زکاۃ دے ہی دے گا۔

جب انسان سچا عاشق رسول بن جائے

مولانا محمد امین نصیر آبادی کو اللہ نے غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا تھا، اتباع سنت کا تو ان کے دور میں ان کا کوئی جواب ہی نہیں تھا، وہ کہا کرتے تھے اگر میں کسی کو خلاف سنت فعل کرتے ہوئے دیکھ لیتا ہوں تو میری آنکھوں میں خون اترا آتا ہے، اور اللہ نے ان کو بہت جلال بھی عطا فرمایا تھا، ۶۳ رسال کی عمر میں انتقال بھی ہوا اور پوری زندگی ان سے سنت چھوٹی ہی نہیں، اور رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی زیارت بھی ان کو مسلسل ہوتی رہی، کسی نے پوچھا کہ حضرت زیارت ہوئی؟ کہا ناغہ نہیں ہوتا، اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا دعوی بغیر متبع سنت ہو کر کرے تو وہ جھوٹا ہے، تو ان کا معمول تھا جب کوئی سیٹھ بلاتا تھا انہیں دعوت کے لیے تو ان کے یہاں تو سود کا مال ہوتا تھا مولانا پہلے پوچھتے تھے کہ سود کا کاروبار تو نہیں؟ اگر ہے تو فقیر آپ کے یہاں کھانا نہیں کھائے گا، کاغذات نکال کر دکھاؤ، اور وہ سب دکھاتے تھے لاکر، تو اگر سودی ہوا تو توبہ کرواتے تھے اور جب مال پاک ہو گیا تو گھر میں داخل ہوتے تھے، ورنہ نہیں، تو ظاہر ہے کہ اتباع سنت کا ان کے اندر جذبہ تھا، جو اللہ نے عطا فرمایا تھا اس کے نتیجہ میں اللہ نے ان کو وہ مقامات عطا فرمائے کہ جب انتقال کا وقت آیا تو ۶۳ رسال کی عمر ہو گئی، تو کہا اب تو میں چلا، اس لیے کہ حضرت کی عمر بھی ۶۳ رسال تھی، اور میری بھی ہو گئی، اور اپنی بیوی سے کہا تم گھبرانا نہیں

میں نے تمہارے تعلق سے وصیت کردی ہے سارے لوگوں سے، سب اچھا سلوک کریں گے اور آکر لیٹ گئے جب چادر اٹھائی تو ان کا انتقال ہو چکا تھا، تو یہ ہے جب عشق سچا ہوتا ہے، اور اتباع سنت کا جذبہ ہوتا ہے سچا، تو پھر آدمی کے اندر یہ بات پیدا ہو جاتی ہے، تو ابو بکر، علی اب سب کی عمر ۶۳ رسال کی ہوئی، اب یہ وہ حضرات ہیں جن کو اللہ نے یہ درجہ عطا فرمایا۔

آج فکر ہی بدل گئی

آج کل ہمارے اندر جو کمی ہے وہ یہی کہ أینقص الدین و أنا حی، کہ ہم کو تو ٹو نکا بھی نہیں جاتا، اور ہم اپنے ہی گھر والوں کو نہیں ٹو نکتے، دوسروں کو کیا کہیں گے؟ ورنہ ہونا تو یہ چاہیے تھا میں یہاں موجود ہوں اور غلط کام ہو جائے ہو ہی نہیں سکتا، لڑنے کو نہیں کہا گیا ہے، لیکن کہنے کی بھی تو جرات ہونی چاہیے، بات تو کہہ سکیں اپنے بیٹے سے، لوگ کہتے نہیں ہیں حالانکہ بعض دفعہ بار بار کہنے کا بھی اثر پڑتا ہے، اور اصل یہ ہے کہ جب ہم اللہ کے لیے کام کریں گے تھکیں گے نہیں، اور جب اسی لیے کریں گے کہ ٹھیک ہو جائے وہ ہماری تشکیل سے ٹھیک ہو گیا، تو جہاں ''ہم'' آیا وہیں معاملہ خراب ہو گیا تو میں نے اپنے اکابر کو دیکھا کہ پوری زندگی نہیں کہا کہ ''ہم نے کیا''، ہمارے حضرت مولانا نے تو ''ہم'' اور ''میں'' دونوں کو نکال کر باہر رکھ دیا تھا، جب کوئی مسئلہ ہوتا تھا تو فرماتے تھے اللہ نے کروادیا اللہ کے فضل سے ہو گیا، لیکن آج کل کیا ہو رہا ہے کہ ہم نے کیا تو نتیجہ سامنے آتا نہیں، لیکن آپ کو کیا ہو گیا کہ ادھر بیٹھ گئے جا کر، وجہ یہ ہے کہ پہلے ہم نے اس لیے کیا تھا کہ میرا نام ہو، میرے ہاتھ پر اتنے لوگ چلے میں گئے، اتنے لوگ کلمے والے بن گئے، اب ظاہر ہے کہ جب آپ کا اور ہمارا یہ حال ہو جائے گا تو اس کا نتیجہ نکلنا ہی ہے، ایک صاحب میرے پاس آئے جو بیس سال سے دین کا کام کر رہے تھے تو وہ برملا کہنے لگے کہ بیس سال سے کام کر رہا ہوں آج تک علاقے والوں نے مانا نہیں، ہنسی بھی آئی کہ آپ نے

اس لیے کیا تھا کہ لوگ مانیں؟ تو معاملہ خراب ہوگیا، یہ تو غیر اللہ کے لیے کرنا ہوگیا، ہم تو اللہ کے لیے کام کرنے والے بن جائیں تب جا کے اللہ کی توفیق سے ہم کبھی تھکیں گے نہیں، اس لیے جب ہم یہ سمجھیں گے اللہ کے لیے کر رہے ہیں، کوئی مانے یا نہ مانے، جب اس طرح کا مسئلہ پیدا ہوجاتا ہے تو اب سمجھئے کہ ابوبکر کے راستہ پر آگئے، اب عمر کے عثمان کے علی کے راستہ پر آگئے، اور پھر نتائج بھی سامنے آنا شروع ہوجائیں گے اللہ میاں دیکھتے ہیں جیسے پہاڑ پر بعض دفعہ آدمی چڑھتا ہے، اور چوٹی سے صرف دو فٹ دور رہ جاتا ہے لیکن تھک جاتا ہے، اور وہیں پر فرشتہ دیکھ رہا ہے کہ ذرا سا چڑھ جائے، بس پھر نتائج شروع ہوجائیں گے، لیکن اگر اس کی نیت اچھی نہیں ہے، تو وہیں پھسل جائے گا، اوپر چڑھ جائے گا پھر بھی گر جائے گا، جیسے کہ محنت کر دریا میں ڈال، اس میں بہت سی چیزیں اور آجاتی ہیں۔

اپنا اور غیر کا نہ دیکھو

کام کرنے والے پھر اس میں بھی مبتلا ہوجاتے ہیں، کہ یہ ہمارا ہے یہ غیر کا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں یہ بات ہی نہیں ہے، وہاں تو غیر ہو یا اپنا، سب کو سمجھانا ہے، لیکن جب جماعتی عصبیت پیدا ہوجائے، تو سمجھ لیجئے کام کمزور ہو رہا ہے، اس لیے کہ پورے مسلمانوں کی ایک جماعت ہے، اب اگر کوئی کہتا ہے یہ ہماری جماعت ہے تو السلام علیکم، ورنہ نہیں، بس معاملہ خراب ہوگیا، ارے پہچان کر سلام نہیں ہوگا، پہچان کر کرنا تو قیامت کی علامت میں ہے، اور سلام کی تو اتنی برکتیں ہیں، جس کی کوئی انتہا نہیں، کتنے لوگ ہیں، نہ گھر میں برکت نہ مال میں برکت، ہم نے کہا برکت والا کام کیا ہے؟ حدیث میں ہے جب گھر میں داخل ہو، تو اپنے گھر والوں کو سلام کرو، تو تمہارے لیے وہ برکت کا ذریعہ ہے، لیکن گھر میں جتنے بھی لوگ ہیں، اگر جائزہ لیں تو دیکھیں کہ کتنے جا کر سلام کرتے ہیں، اپنے دوستو اور بھائیو کو تو باہر کر لیں گے اور جو ساتھی ہیں تبلیغ کے ان کو کرلیں گے لیکن گھر جائیں گے تو وہاں

لڑائی کا ذہن لے کر جائیں گے اور جاتے ہی الجھیں گے ارے اللہ کے بندے پہلے سلام کرو، اور پھر تشریف رکھو، اب آدھا کام تو السلام علیکم سے ہی ہو گیا، کیونکہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، جب کہتا ہے آدمی تو دل کا دروازہ کھل جاتا ہے، آپ بھی اندازہ لگایئے وہ سلام نہیں، ''سام علیکم''، یہ نہیں۔

دشمنوں کا طریقہ نہ اپنائیں

یاد رکھیں عربی کے الفاظ بڑے اہم ہیں یہود اللہ کے رسول کی خدمت میں آکر کہتے تھے السام علیکم، معنی ہیں تم پر موت ہو، تو اسی لیے سلام بہت اچھے انداز سے ہونا چاہیے، اور بہتر تو یہ ہے کہ وبرکاتہ تک کہیں، تو دس نیکیاں تو سیدھی سیدھی، اور ادھر سے وعلیکم السلام تو کہتے ہی کتنا مزا آئے گا اور یہ جو ہم کرتے ہیں سلام، تو یہ طریقہ ہم نے اپنے برادران وطن سے سیکھ لیا ہے جیسے آپ نے دیکھا ہوگا کہ وہ اپنے معبودوں کے سامنے سے گزرتے ہوئے ہاتھ رکھ لیتے ہیں، ایسے ہی قبروں کے پاس سے گزرنے والے بھی کرنے لگتے ہیں، حالانکہ قبر پر جاؤ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی چیز ناقص چھوڑی ہی نہیں، کہا قبر پر جاؤ، تو کہو السلام علیکم، وہاں بھی سلام کرو جاکر، زبان سے کہو ہاتھ سے نہیں، یہ منع ہے آپ نے فرمایا نہ ہتھیلی سے سلام کرو، نہ انگلی سے سلام کرو، اسی لیے یہ TATA نصاری کا ہے، ہتھیلی والا اسلام۔

پہلے برکت کے اعمال کرنا ضروری ہے

اب شکایت تو کردیتے ہیں، برکت نہیں ہوتی، ارے برکت والے کام تو کرو، لوگ آتے ہیں کہ مولانا کوئی تعویذ دے دیجئے، دوکان چلتی نہیں، مکان اٹھتا نہیں، اور گیٹ کھلتا نہیں، تو تعویذ والوں پر بھی اللہ رحم فرمائے، جو کہ دو سب کا لکھا موجود ہے، اس لیے کہ انہوں نے بھی جیب گرم کرکے بے وقوف بنانا شروع کردیا ہے، حالانکہ ایک نہیں ایک ہزار تعویذ لٹکا دو، کچھ نہیں ہوگا، مثلاً نماز نہ پڑھیں اور کہیں ایسا تعویذ دو، کہ نماز کا فائدہ حاصل ہو جائے، تو کہاں سے ہوگا؟ یہاں تو پہلے کرلو، اور

پھر نہیں ہوتا تو آیتیں پڑھ لو، اور پڑھنا نہیں آتا تو لکھوا لو، لیکن یہ تھوڑی ہے کہ ہر چیز کے لیے تعویذ، اور یہ ذہن خراب ہو گیا ہے کیونکہ ہم سب کاہل اور کام چور ہو گئے ہیں، کام نہ کروایئے، بس یہ دے دو سب ہو جائے گا، یہ ہے اصل میں اندر کا چور، کہو تلاوت کر لو، ارے تلاوت تو آتی نہیں، اگر نہیں آتی تو مسلمان کیسے؟ کس طرح کے مسلمان ہیں، کہو مسجد میں آیئے کہیں گے ناپاک ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون! حالانکہ ناپاک تو مشرک ہوتا ہے، ﴿إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ﴾ (التوبة:۲۸) شرک والا نجس ہے، لیکن جو ایمان والا ہے، وہ ناپاک نہیں ہو سکتا، تو آج معاملہ یہی ہے کہ کوئی ایسا تعویذ دے دو، کہ رکھیں اور کام ہو جائے، تو یہ بات صحیح نہیں ہے۔

مکمل اتباع سنت میں ہی نجات ہے

ہمارے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات سے بھی کہا جن سے آپ نے کہا ایک مرتبہ مانگو کیا مانگتے ہو، انہوں نے کہا حضرت آپ کا ساتھ رہنا مانگتا ہوں، آپ کے ساتھ جنت میں رفاقت نصیب ہو جائے، اس پر بھی آپ نے کوئی تعویذ نہیں دیا تھا، نقش سلیمانی کے نام پر، نقش سلیمانی وغیرہ یہ سب جھوٹ ہے، اس کا وجود ہی نہیں ہے، وہ تو اپنے ساتھ لے گئے، اور اگر وہ ہوتا تو بہت سے لوگ آسمان پر اڑ رہے ہوتے، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "أعني على بكثرة السجود" (المعجم الكبير للطبراني) یعنی ہماری مدد کرنا زیادہ نمازیں پڑھ کر تو میرے ساتھ آ جاؤ گے، بس یہ ہے کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو جو ضروری نمازیں ہیں کم سے کم وہ پڑھ لیجئے، جیسے کہ حضرت ابو طالب سے آپ نے فرمایا تھا کہ چچا جان ایک دفعہ کہہ دیجئے، میں اللہ کے سامنے سفارشی بن کر کھڑا ہو جاؤں گا، اور نہیں کہو گے تو کیسے ہم کھڑے ہو جائیں گے؟ تو پہلے تو عقیدہ درست کرنا ہوگا پھر اس کے بعد سفارش ملے گی، اسی لیے آپ نے فرمایا میں سفارش اس کی کروں گا جو شرک اتنا بھی نہیں کرے گا، یہ بہت خطرناک بات ہے، اور قرآن

میں بھی یہی ہے کہ شرک کبھی معاف نہیں ہوگا، شئیا کا لفظ ہے، غور کریں یہ اکثر علماء بھی غور نہیں کرتے، أحــــدا کا لفظ نہیں ہے، بلکہ کسی چیز کو شریک نہ کرنے کا ذکر ہے، اس لیے شرک جو ہے یہ پیشاب ہے پائخانہ ہے، اور پائخانہ کو یہ نہیں کہا جائے گا دو کلو ڈال دیجئے، تب تو پائخانہ ہے لیکن اگر اتنا سینک میں لگا دیجئے تو اس سے خوشبو آئے گی؟ شرک شرک ہے، اس میں بدبو کے علاوہ کچھ نہیں ہے، گھناؤنی بدبو ہے، اب اگر دودھ کے اندر بھی آپ ڈال دیں تو وہ بدبودار ہو جائے گا اور اگر دو کلو ڈال دیں، تو دودھ کا حلیہ بگڑ جائے گا ایسے ہی اگر ہم شرک اس درجہ میں کرنے والے بن جائیں کہ اپنا سارا کیا کرایا ملیا میٹ کر دیا، وہ بھی شرک ہے، اور اتنا سا کر دیا وہ بھی شرک ہے، یہ سب بڑی غلطیاں ہیں اس لیے شرک کے بارے میں بڑا احساس ہونا چاہیے، اسی لیے صحابہ کو دیکھیے ان کے یہاں یہ سب باتیں نہیں تھیں، بڑے کھرے لوگ تھے لیکن صحابی بن گئے دیکھا وہاں لوگ اپنے بزرگوں کو سجدہ کرتے ہیں تو پوچھا پہلے کہ حضرت وہاں لوگ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں، اور آپ تو سرداروں کے سردار ہیں، تو آپ کو بھی کریں؟ تو آپ نے فوراً فرمایا کہ اگر سجدہ کا کسی کو حکم ہوتا تو سب سے پہلے عورت کا اس کے خاوند کو ہوتا اور پھر یہ بھی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اپنی قبر کے ساتھ کیا سلوک کروگے؟ میرے بعد اس کو بھی پوچھا، تو فرمایا نہیں حضرت، تو یہ ایسی تربیت کی تھی، کہ صحابہ کے ذہن میں دوسرے کو سجدہ کرنا آ ہی نہیں سکتا تھا۔

اگر دین کا صحیح شعور پیدا ہو جائے

میرے بھائیو اور دوستو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے اندر صحیح دین آجائے اس کا صحیح شعور آجائے دین کا شعور ختم ہوتا چلا جا رہا ہے، بعض لوگ سمجھتے ہیں نماز پڑھ لی دیندار ہو گئے حالانکہ یہ تو ایک جز ہے، دیندار کا مگر ہے بڑا طاقتور جز، جب کہ ہم اس کو پوری توانائی کے ساتھ حاصل کریں، لیکن جو ہم نماز کو سمجھتے ہیں وہ ہم کو کسی درجہ میں حاصل تو ہو جائے تو خود ہی ہم سارے اچھے کام کرنے لگیں گے، اب اگر نماز

پڑھ رہے ہیں اوراس کے ساتھ ساتھ ساری گندگی اور چھوٹی حرکتیں کر رہے ہیں، تو یہ کیسی نماز ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے علامت بتادی، کہ نماز ہر برے کام اور بے حیائی کے کام سے روکتی ہے، جب نماز نہیں روک رہی ہے، تو ہماری نماز نماز نہیں ہے۔

اس لیے کہ نماز جو ہے وہ تو ہر آدمی پر فرض ہے، اوراس میں بھی ایسا نہیں ہے کہ صرف ہمارے سر پر فرض ہو، صرف پیر پر ہو، جبھی تو آپ سجدہ کرتے ہیں، تو نماز سارے اعضاء پر ہے، اورغور کریں تو ہر چیز اس میں ہل جاتی ہے، نماز میں سر سے لیکر پیر تک اس لیے سب کو نماز پڑھنی ہے، لیکن ظاہر کی تو پڑھ لی جو اصلا نماز تھی وہ کسی نے نہیں پڑھی، تو اس سے فائدہ ہو نہیں رہا ہے، یعنی اصلی نماز وہ ہے جو دل کی نماز دماغ کی نماز روح کی نماز، یہ تین نمازیں ہیں، تو جو اصلا نماز تھی وہ کسی نے نہیں پڑھی، حالانکہ قرآن وحدیث میں تینوں کا حکم ہے، اگر یہ سب چیزیں ایک ساتھ آجائیں گی تو نماز ٹھیک ہوجائے گی، انقلاب آجائے گا، کہ جو پڑھ رہے ہو سمجھ کر پڑھو، ﴿حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ﴾ (النساء:۴۳) خدا کے سامنے کھڑے ہو مانگ رہے ہو، یہ بھی نہیں معلوم کیا کہ کیا مانگ رہے ہو؟ کتنے لوگ ہیں، جن کو سورہ فاتحہ کا مطلب نہیں معلوم، اور کہہ رہے ہیں، اللہ اکبر، ارے اللہ اکبر سے کیا ہوگا، معلوم ہی نہیں ہم اللہ کے سامنے کھڑے ہیں، اور کیا کہہ رہے ہیں، دماغ کہیں اور ہے، اور اللہ اکبر کہتے ہی یا تو گھر یا دوکان پر پہنچ گئے، اس کے بڑے لطیفے بھی ہیں آپ نے سنے ہوں گے، اور بخاری کی روایت میں ہے کہ اعلیٰ ترین نماز وہ ہے جس میں اندر کوئی اس طرح کی بات نہ آئے حدیث نفس جس کو کہتے ہیں، جو نماز اس سے خالی ہے وہ اصل نماز ہے، ہم میں سے کسی کو وہ حاصل ہی نہیں ہے، بات وہی ہے کہ ہم نے نماز سیکھی ہی نہیں، ہر چیز سیکھنے سے آتی ہے، ہم نے رکوع اور سجدہ کرنا تک تو نہیں سیکھا، حالانکہ تعدیل ارکان کے بغیر تو نماز ہی نہیں ہوتی، ایسے ہی نہ جانے کتنی خرابیاں ہیں، جب ظاہری نماز ہی ٹھیک نہیں، تو دماغ اور روح والی نماز پر کہاں پہنچیں گے، تو ہے نماز سب کچھ، لیکن سب کچھ بنائیں تو اس کو ہم۔

قرن اول ہمارے لیے اسوۂ کامل ہے

میرے بھائیو! ہم کو اپنا راستہ حضرت رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام سے حضرت ابوبکر سے حضرت عمر سے حضرت عثمان سے حضرت علی سے، عشرہ مبشرہ سے، شرکائے بدر سے، شرکائے احد سے سیکھتے چلے آنا ہے، یہاں تک کہ ہم ویسے ہی ہوجائیں جیسے وہ حضرات تھے، اسی لیے علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ سارے لوگوں کی ترقی یہ ہے کہ آپ بڑھیں آگے اور ہماری ترقی یہ ہے کہ ہم پیچھے ہٹیں، یہاں تک کہ صحابہ سے جاملیں، کیونکہ ہمارا سب سے گولڈن دور صحابہ کا ہے، اس سے جو اپنے کوملا دے گا وہ سب سے بڑا کامیاب انسان ہے، تو ہم اپنے اندر یہ باتیں پیدا کریں اور صحیح اسلام کا اس کا شعور ہمارے اندر آنا چاہیے، اور اسلام مکمل ہے، ناقص نہیں ہے، جیسے کہ ہم نے بنا رکھا ہے، بس ناقص کا کامل بنالیجئے، جو ادھورا ہے اس کو مکمل کرلیجئے، جب ہم سب مل کر یہ کام کریں گے ایک دوسرے کا تعاون کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہماری ان باتوں میں تاثیر پیدا فرمادے گا، اور اس کے اندر کے فوائد ہم سب کو نصیب ہوں گے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

قرآن وسنت محفوظ بھی محافظ بھی

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونستهديه ونسترشده فمن يهديه فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ، ونشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريک له ونشهد أن سيدنا ونبينا وشفيعنا وحبيبنا وقرة عيوننا ومولانا محمدا عبده ورسوله صلى الله عليه وعلىٰ آله وأصحابه وأزواجه وذرياته وأهل بيته وبارک وسلم تسليما كثيرا كثيرا،أمابعد!وقد صح عن النبى الكريم صلى الله عليه وسلم:خيركم من تعلم القرآن وعلمه،(ابو داؤد فى باب ثواب قراءة القرآن)وجاء عنه صلى الله عليه وسلم كذلک،لا يؤمن أحدكم حتى أكون أحب اليه من والده وولده والناس أجمعين،(صحيح البخارى فى باب من الايمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه)أو كما قال عليه الصلاة والسلام.

بزرگان گرامی قدر اور حاضرین جلسہ!

آپ حضرات یہاں اس تقریب سعید میں تشریف لائے ہیں، جو قرآن کے نام سے منعقد کی گئی ہے،ایک تو حفاظ کرام کے سروں پر علامت کے طور پر دستار باندھی گئی،اور اس کے بعد جو فن تجوید وقرأت سے تعلق رکھنے والے حضرات ہیں،وہ تلاوت کلام پاک سے آپ کو بھی سعادت میں شامل کریں گے،اور آپ ان کی تلاوت کو سن کر سعید ہوں گے،اس لیے کہ قرآن مجید سننا اور پڑھنا دونوں ہی اجر کا

باعث ہے، اور جس درجہ کی تلاوت ہوگی اور جس درجہ میں آپ سنیں گے، اسی درجہ میں اجر پائیں گے، اس لیے کہ قرآن مجید کے سلسلہ میں یہ آتا ہے کہ پڑھتا جا چڑھتا جا، اور ہر حرف پر نیکیاں ہیں یہ تو سیدھا سیدھا ہے، کہ جو بھی تلاوت کرے گا وہ پائے گا، لیکن جو تلاوت میں حسن نیت کو شامل کرے گا، اور خدا سے تعلق اور زیادہ مضبوط کرلے گا، تو اجر کی کوئی انتہا نہیں ہے، قرآن مجید کے سلسلہ میں ایک بات ہمارے علماء نے لکھی ہے کہ اگر کوئی تلاوت کرے اور نیت نہ ہو، تو بھی ثواب ملتا ہے، اور اگر اچھی تلاوت کرلے تو نور علی نور، لیکن بری نیت نہیں ہونی چاہیے، اب بری نیت سے اپنے آپ کو بچالیں، یہ نیت نہیں ہونی چاہیے کہ دکھاوا کر رہے ہیں، لوگ اچھا قاری کہیں گے، اور بڑا اکرام کریں گے، یہ سب نہیں کرنا چاہیے، بس اللہ کا کلام ہے اور اس کا احسان ہے کہ مجھے پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی اور اللہ نے اس کلام کی برکتوں سے مجھے نوازا، اس لیے کہ مجھے پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی۔

قرآن کے تعلق سے نیت نہ پھسلے

اکثر و بیشتر ذہن میں کیا زبان پر بھی آجاتا ہے، کہ قرآن کے جو حافظ ہیں وہ قرآن کے محافظ ہیں، اور جو اچھی آواز والے ہیں وہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ قرآن کو اچھا پیش کرنے میں ہم آگے ہیں، اور قرآن کو اچھے انداز سے پڑھ کر ہم گویا کہ قرآن کو اور اچھا کر رہے ہیں، دونوں باتیں میرے نزدیک صحیح نہیں ہیں، ان کو الٹا کرلینا چاہیے، کہ قرآن نے ہمارے اندر حسن پیدا کیا ہے، اور قرآن اس کی آواز کو اچھا کر رہا ہے، اس لیے کہ دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے، جس کو خراب آواز والا پڑھے اور اچھا سمجھا جائے تنہا قرآن ہے، خراب سے خراب آواز ہو لیکن اگر تلاوت کرے گا تو قرآن اس کی آواز کو اچھا کردے گا اور اگر اچھی آواز والا ہے تو بہت اچھا کردے گا تو قرآن اتنا اچھا ہے کہ آپ کی آواز کو اچھا کردیا، تو یہ بہت بڑی غلط فہمی ہوتی ہے جس کی وجہ سے نیت بھی پھسل جاتی ہے، تو یہ درست کرلینا چاہیے، ہمارے تمام حفاظ کو، اور سمجھنا چاہیے کہ قرآن نے ہمارے

اندر حسن پیدا کیا ہے، جمال پیدا کیا ہے، رعنائی پیدا کی ہے، یہ صدقہ ہے قرآن مجید کا۔

قرآن سے ظاہری و باطنی تعلق پیدا کریں

قرآن کا ظاہر ہمارے ظاہر کا محافظ ہے، لیکن جب ہم قرآن مجید کو باطنی طور پر طاقت سے جوڑ لیں گے اور اس کے لیے محنت کریں گے تو پھر اللہ تعالیٰ ہماری معنویت کو محفوظ رکھے گا، یعنی سارے عالم میں ہمارا ڈنکا بجے گا، آج جو ظاہری طور پر مسلمان نظر آ رہے ہیں، یہ اسی ظاہری تعلق کا نتیجہ رہ گیا ہے، ورنہ یہ بھی ختم ہو جائے گا، اس لیے کہ قرآن مجید سے آپ نے اور ہم نے تعلق ظاہر کا رکھا، لیکن جب اس سے حقیقی تعلق ہو جائے گا، تو پھر ہم اچھل جائیں گے اور نہ جانیں کہاں سے کہاں پہنچیں گے اس لیے کہ قرآن مجید کو ہم نے سمجھا نہیں، قرآن مجید ہے کیا؟ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے یہ کتاب ہم کو دی ہے، ارے یہ کتاب نہیں معجزہ دیا ہے، اور وہ بھی لازوال ہے یہاں تک کہ ہر ہر حرف اس کا معجزہ، ہر نکتہ معجزہ ہے، اسی لیے نہ آج تک کوئی اس کو بدل سکا ہے، نہ بدل سکے گا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو محفوظ کر دیا ہے، اور سارے عالم کو اس کا محافظ بنا دیا ہے، اس لیے اس کو کوئی ختم نہیں کر سکتا، جو اس کو ختم کرے گا وہ خود ختم ہو جائے گا، جو اس کے اندر تبدیلی چاہے گا اللہ تعالیٰ اس کو الٹ کر رکھ دے گا، اس کے دل و دماغ کو بے چین و مضطرب کر کے مشوش کر دے گا وہ کسی کام کا نہیں رہ جائے گا۔

قرآن و حدیث سے صحیح تعلق ہو

اللہ تعالیٰ نے ہم کو دونوں چیزیں عطا فرمائیں اور دونوں کو نور بھی کہا ہے ایک تو قرآن مجید ہے اور ایک ہے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی ذات بابرکات، اور ان دونوں کے ساتھ ہمارا تعلق صحیح ہونا چاہیے، اور اس کا مطلب کیا ہے یہ بھی سمجھنا چاہیے، ایک تعلق جیسے میں نے عرض کیا کہ ہم نے قرآن یاد کر لیا، یہ بھی اچھی بات ہے لیکن یہ تو الف با ہے، جیسے کوئی بچہ پڑھ لے اور اس کو تھوڑا بہت کچھ الفاظ جوڑنے کا سلیقہ آ جائے، تو ابھی تو ابتداء ہے، اس کے اندر معنی جب پیدا ہوں گے جب عبارت

پوری لکھنا آجائے الف اور با سے تو کام نہیں بنے گا، اسی طرح معاملہ قرآن مجید کا ہے تلاوت تو کرنا آگیا، لیکن کیا ہے وہ معلوم نہیں، بس اتنا جانتے ہیں کہ ہم نے اتنی بڑی کتاب یاد کرلی، تو ضرورت اس بات کی ہے کہ یاد کرنے والے بھی جانیں اور دوسرے بھی جانیں کہ یہ ہے کیا؟ ایک بات یاد رکھیں کہ قرآن مجید کے اندر سب کچھ ہے، حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا ایک موقع سے فیہ کل شئی ولکن تقاصر فھم الرجال، اس میں سب کچھ ہے لیکن لوگوں کی عقلیں وہاں تک نہیں جاسکتیں، اسی لیے حضرت علی نے ایک موقع سے فرمایا تھا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے لیکن ہاں قرآن کی سمجھ اللہ نے عطا فرمائی ہے، یہ معمولی بات نہیں ہے۔

اگر قرآن مجید کا کرنٹ پیدا ہو جائے

قرآن مجید جو ہے یہ بجلی کے کرنٹ کی طرح ہے، جیسے تار بندھا ہوا ہے، اور اس کے اندر کرنٹ ہے یہ تار میں چھو رہا ہوں، لیکن اگر یہ کٹا ہو تو ابھی اسی میں چپک جائیں، تو اصل میں قرآن مجید کو ہم لوگ الفاظ کے تار میں پڑھ لیتے ہیں، یہ الفاظ کا تار ہے، اور اس کے اندر کرنٹ ہے اور ایسا زبردست کرنٹ ہے جس میں لگادیا جاتا ہے وہ چیز چلنے لگتی ہے، یہ لاؤڈ اسپیکر ہے اس میں کرنٹ لگادیا گیا تو اس کی آواز کئی گنا بڑھ گئی اور ہیٹر میں جوڑ دو تو گرم کرنے لگتا ہے، تو کرنٹ کہیں بھی لگائیے اس کے اندر غیر معمولی صلاحیت پیدا ہو جائے گی، ایسے ہی قرآن مجید کا جب کرنٹ آتا ہے تو اس کی تاثیر ہوتی ہے اور اسی لیے کہا گیا ہے یہ اٹھاتا بھی ہے بہت اوپر لے جاتا ہے، اور پٹخ بھی دیتا ہے، گڑبڑ کرنے پر، اس لیے تار بھی جوڑنے کے لیے میکانک ہونا چاہیے، اسی لیے اللہ تعالیٰ جب کسی کو قرآن عطا فرماتا ہے، تو پہلے ہی درجہ میں تار جوڑا جاتا ہے، اور ان بچوں کا ابھی تار جوڑا گیا ہے کرنٹ نہیں آیا ہے اگر آتا تو پہلا عمل ہوتا کہ ٹخنوں سے اوپر پائجامہ ہوتا، اور داڑھیاں ٹھیک ہوتیں، تو کرنٹ جب آئے گا تو پہلا عمل یہ ہوگا کہ پورا حلیہ سنت کے مطابق ہو جائے گا، اور اس پہلے درجہ سے آگے ہی

ہم لوگ نہیں بڑھ پاتے، اس سے آگے کے درجے والے بہت کم لوگ ہیں پورے ہندوستان میں، دوچار آدمی ہیں جو اس سے آگے بڑھ گئے ہیں، اور اگر بڑھ جاتا ہے تو اس کو قرآن والا آدمی کہتے ہیں جس کو عربی میں الرجل القرآنی کہتے ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو حضرت عائشہ سے پوچھا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ چلتا پھرتا قرآن ہیں آپ، ایک تو قرآن وہ ہے جو تم پڑھ رہے ہو، چلتا پھرتا قرآن رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام ہیں، ایک تو قرآن والے ہیں، اور اگر قرآن والا ہے تو حفاظت بھی ہوتی ہے، جیسے وہ شخص جس نے کہا اے محمد کون بچائے گا تم کو؟ کہا اللہ، فوراً تلوار گر گئی، تو یہ سب وہی ہے کہ قرآن اگر اندر آنا شروع ہو جائے تو اس کے اندر غیر معمولی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے، اس کی بہت سی مثالیں بھی ہیں، تو قرآن کا کرنٹ جب آجاتا ہے، تو دیکھنے میں تو معمولی انسان ہیں سب یکساں ہیں اللہ والے ہیں، وہ بھی ہمارے ہی طرح ہوتے ہیں، لیکن ان کا کرنٹ لگا ہوتا ہے، اور اس کے ہاتھ پیر بدلے ہوئے ہوتے ہیں، اور اس کی تاثیر الگ ہوتی ہے، ایسی توانائی ہوتی ہے کہ بڑے بڑے لوگ اس کے سامنے آتے ہوئے گھبراتے ہیں، اور وہ تنہا سب کے لیے کافی ہوتا ہے، اور مسائل کو حل کر دینے وغیرہ، اس کے لیے یہ سب دومنٹ کا کام ہوتا ہے، اور وہ کرتا چلا جاتا ہے، تو یہ ہے قرآن مجید، تو ہم لوگ تو پہلے ہی درجے والے ہیں، اور دوسرے درجے والے جو ہیں ظاہر ہے ہم نے ان کو دیکھا ہی نہیں، تو آج یہ جو قرآن ہم پڑھتے ہیں، تو اس کی بھی کوشش کریں کہ تعلق پیدا ہو جائے۔

حالات کا رخ دیکھیں

اس وقت حالات بہت نازک ہیں، ہم تو بہت آرام سے کھانا گھر میں کھا لیتے ہیں، اور سمجھتے ہیں سب عافیت ہے، ہمارا معاملہ شتر مرغ کی طرح ہو گیا ہے، جو اپنا سر بالو کے اندر ڈال لیتا ہے، اور سمجھتا ہے محفوظ ہو گئے، ایسے ہی آج ہمارے مسلمانوں کا حال ہو گیا ہے، اور جس کو دو روٹی کی ملازمت مل جاتی ہے، تو وہ سمجھتا ہے کہ سب

بعافیت ہی ہے، جی نہیں، ساری دنیا میں سازش ہمارے خلاف ہو رہی ہے، چاروں طرف سازشوں کا جال بنا جارہا ہے، اور فتنے آسمان وزمین سے نکل رہے ہیں، کوئی عقیدہ کے فتنہ میں جارہا ہے، کوئی عادات کے فتنہ میں مبتلا ہو رہا ہے غرض کہ فتنوں کی ایک برسات ہے اس میں ہم پڑے ہوئے ہیں، اور ابلیس کا لشکر ہے جو سارے لوگوں کو ان کے ایمان سے بے گانہ کردینا چاہتا ہے، اور ان کو ایسی حالت میں رکھنا چاہتا ہے، جیسے مردہ خانے میں کوئی انسان ہوتا ہے، اس لیے ہماری زندگی قرآن اور رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام سے وابستہ ہے، کھانے پینے لباس سے ہماری زندگی وابستہ نہیں ہے، اور صاف کہتا ہوں ہماری زندگی ان صافوں سے وابستہ نہیں ہے، ہماری زندگی ظاہری رکھ رکھاؤ سے وابستہ نہیں ہے جو اعمال ہم کررہے ہیں، اس سے بھی ہماری زندگی وابستہ نہیں ہے، ہماری زندگی وابستہ ہے قرآن سے اس لیے کہ قرآن کو اللہ نے محفوظ رکھا ہے اور زندہ وباقی رکھا ہے، اور جو اس کے ساتھ تعلق رکھے گا وہی باقی رہے گا اور جو رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام سے رکھے گا وہی باقی رہے گا، اور اگر ان دونوں سے ہمارا رشتہ ٹوٹ جاتا ہے تو ہزار کیا ایسے لاکھ جلسے کرلیجئے ہونا کچھ بھی نہیں ہے۔

ظاہری وباطنی ادب کی ضرورت

آج ضرورت ایسے مضبوط تعلق کی ہے قرآن میں ہے ﴿وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾ (الحج: ۳۲) یہ ادب جو ہے اس میں سب سے اہم قرآن مجید سے تعلق اور اس کا ادب ہونا ہے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام سے تعلق ہو، اور آپ کا ادب ہو، تو ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارا تعلق قلبی ہو ظاہری نہیں، دل کا تو ادب ہی کچھ اور ہے، اور دل کے اندر اگر ادب آگیا تو اس کا نقشہ ہی کچھ اور ہوگا، آج کل ہم لوگوں کے تعلقات سب ظاہری ہیں سامنے کی واہ واہی ہے، اب قرآن کی محفل ہے آپ نے قرآن مجید سنا آپ نے ظاہری ادب کیا وہ بھی کماحقہ نہیں کیا، قرآن مجید پڑھا جارہا ہے لیکن کھانے پینے کی چیزیں بانٹیں جارہی

ہیں، قرآن مجید پڑھا جارہا ہے لوگ باتیں کررہے ہیں، اور لوگ سو رہے ہیں، تو ایسے ادبوں سے کیا ملے گا؟ قرآن جب پڑھا جائے تو قرآن میں کہا گیا ہے خاموشی سے سنو، ادب سے سنو یہ کھیل نہیں ہے، یہ خدا کا کلام ہے آپ کے گھر کا نہیں ہے، آپ کے باپ دادا کا نہیں ہے، اور یہ بات پیدا ادب کی ہو کیوں؟ جی تو لگا ہے کوئی پلیٹ آنے والی ہے، کوئی گلاس آنے والا ہے، یہ آخر کیا تماشہ بنا رکھا ہے؟ قرآن مجید کا ادب کیجئے ورنہ یہ محفلیں نہ سجایئے، قرآن مجید کے مظاہرے مت کیجئے، یاد رکھئے اگر ہم نے خدانخواستہ قرآن مجید اور رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی بے ادبی کی تو ہماری گردنیں کاٹ دی جائیں گی، بلکہ ایمان کی گردن کاٹ دی جائے گی اور اگر ایمان گیا تو پھر ہماری گردنوں کا بھی اللہ خیر کرے، آج جو حالات پیش آرہے ہیں یہ سب ہماری بے ادبی کا نتیجہ ہے دونوں کے ساتھ جیسا ادب ہونا چاہیے وہ نہیں ہورہا ہے ظاہری ادب ہوتا ہے، آپ کا نام آئے تو ایک مسلمان کو اپنی جگہ ٹھہر جانا چاہیے۔

حضرت عمر نے تو ایک موقع سے محمد کا نام رکھنے سے منع کر دیا تھا، کہ تم لوگ محمد نام رکھتے ہو، اور خدانخواستہ تم محمد کہہ کے اپنے بیٹے کو کہو ارے محمد، یہ ایسا لفظ ہونا چاہیے کہ زبان پر آتے ہی غصہ ٹھنڈا ہو جائے، اور پھر نہ جانے کیسے کیسے انوار ٹپکنے لگتے ہیں، تو بات یہ ہے کہ آج ظاہر میں تو ادب ہے، باطن میں ختم ہوتا جارہا ہے، قرآن مجید سے جو تعلق ہونا چاہیے، وہ نہیں، کہ یہی کہہ کر بیٹھ جائیں یہ میرے رب کا کلام ہے، تو رحمتیں اوپر سے آئیں گی، اللہ کو اپنی نسبت سے خوشی ہوتی ہے، اگر مسجد میں جائیں اور کہیں اللہ کا گھر ہے تو اللہ بھی اس کو پسند کرتے ہیں میرے گھر کا ادب کررہا ہے، ایسے ہی اللہ کا کلام جو اس کا ادب کرے گا، اللہ اوپر سے دے گا، ایسے ہی رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کا نام نامی آجائے اسم گرامی آجائے تو فوراً ٹھہر جائے، فوراً صلی اللہ علیہ وسلم کہنا چاہیے، لیکن اصلا ادب دل سے ختم ہوتا جارہا ہے، ظاہری نعتیں رہ گئی ہیں، آپ پر درود بھیجو سلام بھیجو تو آپ کو فائدہ ہوگا اور اللہ کے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوں گے، میرا امتی مجھے یاد کر رہا ہے، اور جو جتنا بڑا آدمی ہو اس کو آپ ہدیہ بھیجیں تو وہ اسی اعتبار سے آپ کو اچھا ہدیہ دے گا، اس لیے کہ یہ برداشت نہیں کرسکتا، کہ ایک معمولی آدمی مجھے تحفہ دے اور میں نہ دوں، تو ظاہر ہے کہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام تو اغنیاء کے غنی اور سخی ہیں، سخی دنیا میں جتنے پیدا ہوئے ان میں سب کے بادشاہ ہیں آپ، تو اللہ نے خود ان کی طرف سے کہہ دیا جو ان پر درود بھیجے گا ہم اس پر رحمتیں بھیجیں گے اور انوار کی بارش ہوگی، تو جو جتنا زیادہ درود وسلام پڑھے گا وہ اتنا ہی اس کے گھر میں برکت ہوگی، اور اگر یہ امت ان دونوں سے کٹ گئی تو دنیا سے کٹ جائے گی، اور پھر کٹی پتنگ کی طرح غائب ہو جائے گی۔

اپنی ملازمت کو نبھایئے

اگر آدمی ایمان والا ہے تو گویا کہ اللہ کے کارخانہ میں اس کو ملازمت مل گئی، اور اس کا باپ مومن تھا بیٹا بھی مومن ہے، اس کی جگہ اس کو کر دیا گیا وہ بھی ملازم ہوگیا، لیکن یہ اللہ کا کارخانہ ہے، سرکاری نہیں ہے، جہاں دھوکہ دے کر ملازمت چلائے، ڈیوٹی آٹھ گھنٹے کی ہے گئے دو گھنٹے، یہ سب خدا کے یہاں چلانا نہیں ہوگا اس کے تو فرشتے لگے ہوئے ہیں، کہ ڈیوٹی کر رہا ہے یا نہیں؟ پانچ وقت کی ڈیوٹی پوری کرنی ہے اور اس کو دعوت کا کام بھی کرنا ہے، اور سب کے حقوق بھی ادا کرنا ہے، یہ ڈیوٹی اوپر کی پابندی ہے کہ ادا کر رہا ہے یا نہیں، اب اگر کر رہا ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ کارخانہ سے اس کو نکالا جائے گا اور جب جگہ اس کی خالی ہوگی تو ﴿يَسْتَبْدِلْ قَوْماً غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُم﴾ (محمد: ۳۸) نیا اپوائنٹ ہوگا، اور اچھے اچھے لوگ ہوں گے یہ قرآن کہہ رہا ہے، میں نہیں، آج اس وقت معاملہ ایسا ہوگیا ہے کہ مسلمانوں نے طے کرلیا ہے کہ نہ ہم کو عقیدہ کو دیکھنا ہے نہ عبادات کی پابندی کرنا ہے نہ معاملات درست کرنا ہے، نہ تعلقات استوار کرنے ہیں، نہ اخلاق کو سنوارنا ہے انجام ہونے والا کیا ہے؟ آج یہ بھی طے کرلیں اب تو جلسہ میں آگئے تو بڑا احسان کیا

کہ جلسے میں آئے؟ ارے احسان کس پر آپ نے کیا؟ اگر اسی طرح معاملہ ہمارا رہا تو کیسے کام چلے گا بہت غور طلب بات ہے یہ ڈیوٹی ہے فرض عربی میں، ڈیوٹی کو کہتے ہیں، نماز فرض ہے، روزہ فرض ہے، وغیرہ وغیرہ، یہ ڈیوٹی ہے انجام دینا ہی دینا ہے، اگر انجام نہیں دیں گے تو کارخانہ سے نکالے جائیں گے آپ، آپ مسلمان نہیں لیکن آج کتنے لوگ ڈیوٹی انجام دے رہے ہیں؟

صرف جلسہ جلوس سے کچھ ہونے والا نہیں

آج لوگ سمجھتے نہیں، اللہ محفوظ رکھے، اس لیے کہ جو قومیں آج اسلام کو چھوڑ کر جلسوں جشنوں میں الجھی ہوئی ہیں عرسوں میں الجھی ہوئی ہیں، اور اسی کو دین سمجھ رکھا ہے، اور سمجھتے ہیں یہی اسلام ہے، وہ تو گئے کام سے، پہلے دیکھئے ان کے درد سر ہوا، اور پھر وہ خود پوری ملت کے لیے درد سر بن جاتے ہیں، تو آج یہ حضرات پوری ملت کے لیے درد سر بنے ہوئے ہیں، اس لیے کہ نہ ان کے پاس علم ہے نہ ادب، نہ قرآن ہے نہ قرآن کا ادب، نہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کا ادب، نہ ان سے تعلق ہے صرف نام سے تو کچھ نہیں ہوتا، آپ سے محبت ہے اور آپ کی سنتوں کو ذبح کیا جا رہا ہے آپ کے طریقہ کو ختم کیا جا رہا ہے، آپ کے خلاف پوری پوری قومیں کھڑی ہوگئیں، لیکن جوں نہیں رنگتی، کہ آپ کھڑے ہو جائیں ہم رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے ماننے والے ہیں آپ کے نام لیوا ہیں ہمارے ساتھ یہ نہیں ہوسکتا، کتنے لوگ ہیں جو کھڑے ہوں؟ کہ ہم عاشق ہیں آپ کے، آپ کی محبت کو محسوس کرنے والے، آپ کے لیے جان دینے والے آپ پر قربان ہونے والے، ہمارے ساتھ یہ نہیں ہوسکتا، آج کیا ہو رہا ہے؟ ارے میرے بھائیو! ہوش میں آجاؤ، اگر خدانخواستہ یہی ہمارا طریقہ رہا اس میں علماء وغیر علماء کی قید نہیں، اگر دونوں سے ہمارا تعلق صحیح نہیں ہوا محبتیں صحیح نہیں کیں، اور آپ سے ہمارا دلی تعلق صحیح نہیں ہوا، تو اللہ ہی ہمارا حافظ ہے، آج بڑے خطرے کی گھنٹی بج رہی ہے یہاں سے لے کر پارلیمنٹ تک ہمارے خلاف کیا کیا پاس

ہو رہا ہے؟ لیکن ہمارا حال کیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون!

اپنا دائرۂ کار پہچانو

آج پوری امت بھوکی ہے، جیسے کہ بھوکے نے کہا کہ دو دو چار روٹی ہوتی ہیں، ارے دو اور دو تو چار ہوتے ہیں، لیکن بھوکا اتنا تھا کہ منھ سے نکل جاتا تھا، حالانکہ قرآن نے کہا ﴿وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ (ھود:٦) کتنے جانور جاندار ہیں، ان سب کا رزق اللہ کے ذمہ ہے، اور کہا ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ﴾ (آل عمران: ١١٠) تم اس لیے بھیجے گئے ہو کہ بھلائی کا حکم دو برائی سے روکو، یہ آپ کے ذمہ ہے، رزق اللہ کے ذمہ ہے، لیکن آپ نے الٹا کر دیا یہاں تک کہہ دیا اگر آپ کا دین بھی لیں گے تو روٹی ہی سے لیں گے بغیر روٹی سے نہیں چلتا، کیا حالت ہوگئی ہماری قرآن کو ذریعہ بنایا تاکل کا، قرآن مجید میں کیسی وعیدیں ہیں اللہ اکبر! جو قرآن سے ثمن قلیل لیتا ہے مال تھوڑا، دنیا خود تو خود تھوڑی اس میں تم کتنا لوگے؟ یہ مچھر کے پر کے باربر بھی نہیں ہے، اور مچھر کا کاٹا ہوا بھی بخار لاتا ہے، تو دنیا نے بھی کاٹ کر سب کو ملیریا میں مبتلا کر دیا ہے، اسی لیے سب پریشان ہیں، ارے کون کہتا ہے نہ کھاؤ روٹی؟ کھاؤ، عزت کے ساتھ ذلت کے نہیں، اور عزت کے ساتھ وہ کھاتا ہے جو اللہ پر بھروسہ رکھتا ہے اور جو فلاں فلاں پر بھروسہ رکھتا ہے ظاہر ہے کہ وہ روٹی کھاتا ہے ذلت کے ساتھ بس اس کی حالت لالچ والی پڑ چکی ہے۔

صاحب ایمان کی پرواز سمجھو

میرے بھائیو! حالت بہت خراب ہے، اور بڑے افسوس کی بات ہے بس اتنی سی بات کم از کم یہ سمجھ لیں کہ قرآن ہے کیا؟ بڑی دولت آپ کے گھر میں ہے، لیکن پھر بھی بھکاری بنے ہوئے ہیں، اب اس کو بس اتنا ہے کہ اللہ کے قرآن اور اس کے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام سے تعلق ہے اسی کے نام پر آجائیں تو اس کو اور مضبوط

کریں، تا کہ ہمارا یہ تعلق اوپر کو پہنچیں، اور ہم وہاں پہنچ جائیں جہاں ایمان والے کو پہنچنا چاہیے، تو ہم سب کو سچے دل سے سوچنا چاہیے، بار بار غور کرنا چاہیے حالات بیرونی اور اندرونی بہت نازک ہیں، اور میں اندر کے دشمن سے باہر کے مقابلہ میں زیادہ ڈرتا ہوں کیونکہ معاملہ انہیں سے خراب ہوتا ہے، آپ ٹھیک ہوجایئے لوگوں کی نگاہیں ٹھیک ہوجائیں گی، ہم ٹھیک ہوجائیں تو کسی کو ہمت نہیں دیکھنے کی، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک بھی مسلمان اتنا قیمتی ہے کہ حدیث میں آتا ہے "لزوال الدنیا أھون عند الله من قتل رجل مسلم" (سنن ابن ماجة فی باب التغلیظ علی قتل مسلم ظلما) ایک مسلمان کا قتل اللہ کے نزدیک اتنا سنگین ہے کہ پوری دنیا تہس نہس ہوجائے یہ آسان ہے لیکن ایک صاحب ایمان کو قتل کردیا جائے یہ آسان نہیں، کیونکہ قرآن والے آدمی پر ہاتھ بھی لگانا آسان نہیں ہوتا لیکن جب قرآن اور رسول والے نہ رہے تو پھر جو چاہے ادھر سے مارے ادھر سے مارے، غلطی تو ہماری ہے، اس لیے کہ ان کے اندر یہ جرات پیدا ہوگئی، تو وہ کرنے لگے، ہمارے اندر بھی وہی اگر قرآن سے تعلق ہوجائے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام سے تعلق پیدا ہوجائے تو آج بھی دنیا عزت کرنے پر مجبور ہے، جو تھوڑا بہت ہے اسی پر بہت کچھ ہے، اگر اور کچھ ہوجائے تو کیا ہوگا؟ بس یہ چند باتیں ہیں جو غور طلب ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن مجید والا بنادے، اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم والا بنادے اور دونوں سے صحیح قلبی لگاؤ عطا فرمادے، اور محبت نصیب فرمادے۔

و آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمین.

وزن پیدا کرنے کے لیے عقل کا صحیح استعمال ضروری ہے

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونستهديه ونسترشده فمن يهديه فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ، ونشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريک له ونشهد أن سيدنا ونبينا وشفيعنا وحبيبنا وقرة عيوننا ومولانا محمدا عبده ورسوله صلى الله عليه وعلىٰ آله وأصحابه وأزواجه وذرياته وأهل بيته وبارک وسلم تسليما كثيرا كثيرا ،أمابعد!وقد قال الله عز وجل في كتابه العزيز ،أعوذ بالله من الشيطن الرجيم،بسم الله الرحمن الرحيم،﴿ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ،خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ،اقْرَأْ وَرَبُّکَ الْأَکْرَمُ،الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ،عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾(العلق: ۱-۵)

بزرگانِ گرامی قدر اور دینی بھائیو!

اللہ تعالیٰ نے ہم کو اور آپ کو اس دنیا میں بھیجا اور اس دنیا کو Exam ہال بنایا، اور کہا کہ پرچہ دے دیا ہے اس کو حل کرو، تا کہ تم کو فیل اور پاس کی خبر دے دی جائے، اور جو پاس ہوں ان کو جنت کی جگہ عنایت کر دی جائے، اور اس کو کل دنیا میں اس طرح داخل فرمادیا، کہ اگر آدمی ذرا بھی غور کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل دی ہے اگر اس کا صحیح استعمال کرے تو بہت جلدی وہ اس کو سمجھ لیتا ہے اور قرآن مجید تو عقل کے استعمال سے بھرا پڑا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ عقل کا استعمال بھی صحیح ہونا چاہیے ہر چیز کے دو استعمال ہیں جتنی

چیزیں اللہ نے دی ہیں ان سب کا استعمال دوطریقہ کا ہے آنکھوں سے لے کر پیر تک اللہ تعالیٰ نے ہاتھ دیا ہے تو ہاتھ کا استعمال دوطریقہ سے ایک تو مدد کر کے کسی کی، اور ایک یہ کہ کسی کمزور کو ایک ہاتھ ماردیا، اور اسی ہاتھ سے بندوق چلائی، دوسرے کو قتل کردیا، وہ استعمال ہے تو ظاہر ہے کہ ایک استعمال اس کو اوپر اٹھائے گا، اور دوسرا استعمال اس کو نیچے گرائے گا، اگر چہ دیکھنے میں وہ اوپر ہے لیکن حقیقۃ وہ نیچے ہے، اور جس نے آپ کو نیچے کردیا، وہ حقیقت میں اونچا ہوگیا، یہ ایک فلسفہ ہے، ایسے ہی عقل کے بھی دو استعمال ہیں، ایک صحیح اور ایک غلط، قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے ﴿لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْ أَصْحَابِ السَّعِيْرِ﴾ (الملك: ۱۰) اگر ہم عقل کا صحیح استعمال کرتے اور باتوں کو غور سے سنتے تو ہم جہنم میں نہ جاتے، یہ ان جہنمیوں کا قول ہوگا، تو اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عقل کا استعمال پہلے ہی کرلو، کیونکہ وہاں جانے کے بعد پھر تو کچھ ہونے والا نہیں ہے، جیسے امتحان ہال میں بھی تین گھنٹے کی اجازت ہوتی ہے، جب تین گھنٹے گزر جاتے ہیں تو کاپی لے لی جاتی ہے، اس کے بعد کہا جاتا ہے کہ اگر اور لکھ لیں تو اس کو پھر لکھنے کی اجازت نہیں ہوتی، اس لیے سمجھنے کا موقع بس یہی ہے کہ عقل کا صحیح استعمال ہونا چاہیے، اسی طرح ڈائسک ہے جو لکڑی کا بنا ہے اب اگر کوئی یہ کہے کہ یہ لکڑی کا تو ہے لیکن درخت کٹا خود بخود اس کے پٹرے اڑنے لگے دوڑنے لگے یہاں تک کہ وہ مدرسے میں آگئے، اور یہ ڈائسک تیار ہوگئی، یہ کہاں کی عقل کی بات ہے؟ اور سائنس والے زیادہ اس بات کو سمجھتے ہیں کہ کیسا دقیق نظام چل رہا ہے اللہ کا، اور اللہ تعالیٰ نے کہکشاں بنائی، درخت دریا پہاڑ سب کچھ، اگر آدمی اس پر غور کرے اور کہے خدا نہیں ہے تو ایسے میں جتنے سائنس داں ہیں سب کہیں گے یہ چل گیا ہے، ایسے ہی یہ مسئلہ ہوتا ہے کہ بنایا کس نے تو اب بنانے والا کالا ہے یا گورا، لمبا ہے یا پستہ قد، اس کا نام عبدالرشید ہے یا عبدالکریم، اور وہ کیا کھاتا ہے کیا پسند کرتا ہے اور اس کو کیا کیا آتا ہے اس کے علاوہ، یہ کوئی بغیر پوچھے نہیں بتائے گا تو اتنا تو عقل بتاتی ہے کہ وہ ہے خدا کائنات کا بنانے والا جیسے اسٹیج

کا بنانے والا کوئی ہے اتنا بالکل عقل کہتی ہے جب اگر کوئی کہے کہ بنانے والا کیسا تھا تو مار کھا جائے گا کیونکہ یہ ہے بے عقلی کی بات، اگر کہی تو یہ وہ بتائے گا جس نے دیکھا ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو بھیجا رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام اس کے آخری نبی ہیں وہ بتائیں گے خدا کیا ہے؟ وہ کیسے نظام چلاتا ہے؟

عقل ہوتے ہوئے بے عقلی کی باتیں

آج ان پڑھے لکھے لوگوں سے کہا جائے کہ آپ بے عقل ہیں تو ہنستے ہیں، اور ظاہر ہے کہ بے عقل ہنستے ہی ہیں، ایک واقعہ جواہر لال نہرو کا ہے وہ پاگل خانہ گئے تو ایک پاگل ملا، بڑی عقل کی باتیں کر رہا تھا انہوں نے ڈاکٹر سے کہا یہ تو ٹھیک ہے، اور پھر انہوں نے زبردستی کر کے اس کو چھڑوا دیا ہے، لیکن جب باہر پاگل آیا تو تو اس نے نہرو جی ہی کو مارا، تو سمجھ گئے کہ یہ پاگل ہی ہے، تو ایسے ہی ہمارے بہت سے پڑھے لکھے لوگ پاگل ہیں، جو اللہ کو نہیں مانتے، تو اب ان سے بھڑا نہیں جاسکتا، تو معاملہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وجود ہے اب یہ کوئی نہیں بتائے گا کیسے وجود ہے؟ اور اگر عقل کا صحیح استعمال ہم کریں تو بہت سی چیزیں واضح ہو جائیں گی انہی میں سے ایک اہم بات ہے، جو ہلکی ہو گئی ہے وہ یہ کہ یہ دنیا امتحان ہال ہے، یہ رہنے کی جگہ نہیں ہے، اور رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ دنیا ایسی ہے جیسے درخت کا سایہ اور اس میں آدمی بیٹھتا ہے پھر چلا جاتا ہے، لیکن کوئی صاحب کہیں نہیں مسہری اور ایرکنڈیشن لے آوں، اور ساری سہولیات لے آوں۔

Capacity کو سمجھنا ضروری ہے

اس وقت ضروری ہے کہ دنیا کو آدمی سمجھے یہ ہے کتنی؟ اب کوئی کہے مدرسہ بہت بڑا ہے، تو وہ Capacity ہی نہیں سمجھا، تو ایسے ہی دنیا اور آخرت میں آخرت اصل ہے، دنیا اصل نہیں ہے، اب اگر دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ لیا ہے جب کہ اللہ دکھاتے

رہتے ہیں،۱۵سال کے نوجوان ایکسیڈنٹ ہوگیا اوراب تو اچھا خاصہ چلتا پھرتا آدمی گرا اور ختم،تو اوپر والا بتا تا رہتا ہے کہ یہ امتحان ہال ہے،اور امتحان دے کر اب گھر آ ؤ،وہاں ملے گا سب کچھ،تو پہلے تو ہم سوچ صحیح کرلیں،اور اگر Capacity ہی نہیں سمجھیں گے تو سوچ صحیح نہیں رہے گی،اور اس دنیا کا تعلق ہے مال سے،اور جو آخرت ہے اس کا تعلق ہے علم سے،اس لیے دونوں میں وہی فرق ہے جو دنیا اور آخرت کا فرق ہے،مثلا:ایک ہے دیوار اور ایک ہے سایہ،سایہ ہے مال،اور دیوار ہے علم،تو دیوار اصل ہے اس کے نتیجہ میں سایہ ہوا،لیکن آج کل لوگوں نے ہوا کھڑا کردیا ہے،اور ایسا معلوم ہوتا ہے نوجوان جام چڑھائے ہوئے ہیں،اور مستی میں ناچ رہے ہیں،اسی طرح جگہ جگہ لکھا ہوا ہے ۵ ہزار دیجئے ۱۰ ہزار پایئے،اور آج کل پاگلوں کی کمی نہیں ہے،وہ سوئز بینک میں بھی جمع کررہے ہیں،جس کے کھاتے کا ہی پتہ نہیں ہے،تو یہاں تو یہ چلے گئے وہاں ان کا مال چلا گیا،تو ہمارے لوگ Capacity نہیں سمجھتے،بلکہ بس کپڑا اور مکان سمجھے،جس کو ہمارے حضرت مولانا نے لکھا ہے ہم لوگ کماتے اس لیے ہیں کہ کھائیں اور کھاتے اس لیے ہیں کہ کمائیں،تو یہ غلط تصور بیٹھتا چلا جارہا ہے،اور اس وجہ سے کہ یورپ نے پٹی پڑھادی،اور ہم اسی چکر میں پڑ گئے اسی لیے ہم ہلکے ہوگئے اور جب ہلکے ہوجائیں گے تو جو چاہے کچھ بھی کرے۔

ترقی وسکون اللہ کے نام سے وابستہ ہے

اللہ نے تو فرمایا تھا کہ پڑھو سب سے کہا تھا پڑھو،تو سب نے پڑھا اور یورپ نے جب پڑھا تو ادھورا پڑھا اسی وجہ سے پورا یورپ پریشان ہے،وہاں کے انجینئر وغیرہ ایسی ایسی باتیں بتاتے ہیں کہ بڑی حیرت ہوتی ہے میرے والد صاحب نے مضمون لکھا تھا جس کا عنوان ہی تھا ”أرادوھا جنة فانقلبت جحیما“، تو آج پورا یورپ جہنم ہے،یا یوں کہہ لیں کہ وہ دجال کی جنت ہے،تو ہمارا تعلق اصلا علم سے ہے اور علم والے کو ان سب چیزوں کی ضرورت نہیں ہوتی،اسی لیے کہا تھا کہ دنیا بھی عجیب ہے جو یہاں بے ادب

بے ہنر بے علم ہیں وہ مزے کاٹ رہے ہیں، اور جو علم والے ہیں وہ پیسے پیسے کے محتاج ہیں، تو پہلے تو ہم سوچیں کہ آخرت کتنی بڑی ہے اور دنیا کتنی بڑی ہے؟ جب یہ سوچ پیدا ہو جائے گی بہت سے مسئلے خود حل ہو جائیں گے تو اللہ نے کہا پڑھو تو امریکہ نے پڑھا بہت آگے چلا گیا، لیکن اس نے کہا تھا کہ صرف پڑھنا ہی کام نہیں آئے گا بلکہ کہا "اقــرأ بـاسم ربك الذي خلق"، اور اگر خالی پڑھو گے تو یہ پڑھائی تمہارے لیے وبال جان بن جائے گی اور تم کو پریشان کرنے والی بن جائے گی تمہارا سکون ختم ہو جائے گا معاشرہ ختم ہو جائے گا سڑکوں پر وہ ہو جائے گا جو تم سوچ نہیں سکتے، گھروں میں وہ ہوگا جس کا کبھی خیال نہیں ہوا ہوگا، ابھی ایک امریکی کہنے لگے کہ شوہر کی بات بیوی نے نہ مانی اور ایک دن غائب رہی تو سمجھ لیتے ہیں کہ چھوڑ کر چلی گئی، تو اسی لیے گولیاں کھاتے ہیں اور کھاتے کھاتے سو جاتے ہیں، اب بتائیے کیا اعلیٰ معیار ہے؟

اسی لیے جب آپ اندر جائیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ادھر خودکشی ادھر خودکشی ادھر ہائے ادھر وائے وائے، توبہ توبہ، انا للہ وانا الیہ راجعون! سکون تو دل میں دماغ میں ہوتا ہے جسمانی آرائش سکون نہیں دیتی، اس لیے جو دنیا سے اپنے کو وابستہ کرے گا اس کا حال یہی ہو جائے گا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے کہا پڑھو، لیکن اللہ کے نام سے، ہمارے حضرت مولانا فرماتے تھے امریکہ میں پڑھنا تو ہے لیکن اللہ کا نام غائب کر دیا، اور اسی طرح سے مال تو ہے وہاں، لیکن وہ بھی کاٹ رہا ہے، اور علم بھی وہاں ہے لیکن اسی سے ساری دنیا پریشان ہے، تو برکت اللہ کے نام سے جڑ جانے پر ہوگی، اب ہر جگہ بورڈ لگے ہوئے ہیں M.B.A,C.A,B.B.A,B.C.A, پتہ نہیں کیا کیا ہے؟ لیکن وہی کہ اللہ کے نام سے نہیں ہے، اسی لیے وہ بے وقوف بنانے کا سرٹیفکٹ رہ گیا ہے، ندوہ میں ایک مچھر کی دوائی لے کر آیا تھا کہا اس کو لگا لو مچھر غائب، تو ایک دو نے کہا اس سے کچھ نہیں ہوگا، تو وہ بولا دیکھو بھائی میری نوکری کا سوال ہے آپ لے لیجئے، تو جنہوں نے لیا لگایا ایک مچھر بھی نہیں بھاگا، لیکن الو بنا کے چلا گیا، اب سوچیں کہ ملک کی سرپرستی میں یہ ڈگری دی جا رہی ہے، تو یہ سب وہی ہے کہ اللہ کا نام نہیں آیا، اب اگر آپ آخرت کے

بارے میں تصور رکھتے ہوتے تو آج یہ علوم ہمارے لیے رحمت ہوتے، برکت اور باعث سعادت ہوتے، اسی وجہ سے آج یہ خراب ہوتے چلے جارہے ہیں، جب سے سرپرستی ہماری چلی گئی، اب یہی دیکھیں کہ علی گڑھ جیسے اس نے نام کمایا ہے یہی ان کو M.B.A, کو اسلامائزیشن کردیتا تو انہی سے نعمتیں حاصل ہوتیں، اور ساری انسانیت کو سکون ہوتا، اور اب اسی لیے ہلکے ہوگئے، نتیجہ یہ ہے کہ نہ ماں سے بنتی نہ باپ سے، نہ کسی اور سے، یہاں تک کہ بڑے بڑے دیندار جن کا دیندار پنا کسی وجہ سے باقی ہے وہ بھی میں نے دیکھا ہے کہ گھر میں اکیلے بیٹھے ہوئے ہیں تو ان کی بھی سوچ صحیح نہیں ہے۔

حقیقت دین کو سمجھیں

اب دین کو کوئی ذات تک محدود نہ سمجھے بلکہ دین تو نام ہے دنیا کو جنت بنانے کا، اور دنیا اس کو کہتے ہیں جو جنت کو جہنم بنادے، یہ ہے دین، اور آج دینی سوچ ومزاج نہ ہونے کی وجہ سے دیندار لوگ بھی پریشان ہیں، اگر کہیں کہ مشرقیت نے مغربیت پر یلغار کردی ہے، تباہ ہوتی چلی جارہی ہے، تو صحیح ہوگا، حالانکہ ہمارے یہاں تو بہت رکھ رکھاؤ تھا، ہر چیز کا، تو غور کرنا چاہیے ہماری عقلوں کو ہو کیا گیا ہے؟ میں تو سمجھتا ہوں کہ عقلوں پر پردے پڑگئے ہیں، جہاز پر جاؤ تو ائیر ہوسٹس کا بیان ہوتا ہے کہ اگر کچھ ہوجائے تو آپ کی لائف نیچے ہے، حالانکہ ایسا کبھی نہیں ہوا ہے کہ کوئی بچ گیا ہو، جیسے وہ بتاتی ہے، لیکن چونکہ ان کے ابا نے بتادیا ہے کہ کہو تو وہ کہتی ہے (امریکہ نے)، گویا کہ وہ بات منزّل من اللہ ہے، تو ہمیں غور کرنا چاہیے کہ ان چیزوں کو کیسے درست کریں؟ یہ نہیں کہ جو ہوگیا وہ ہوگیا، ہم کو تو عقل صرف چاول کے لیے دی گئی ہے ؟نہیں، بلکہ ہر چیز چیک کرنا ہے، چیک کرنا چاہیے، خدا نے کہا عقل کا برابر استعمال کرتے رہو، اگر بند کرکے رکھی تو معطل ہوجائے گی، لہذا صحیح استعمال کیجئے۔

ثقل بنایا ہے ثقل ہی رہیے

بہرحال بتانا یہ ہے کہ اللہ میاں نے انسان کو بھاری بھرکم بنایا ہے اور اس کو کہا گیا

ہے أیھا الثقلان، اور بھاری بھر کم کیسے بنایا؟ سارے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو، آپ کو مسجود بنایا تو ساجد کبھی نہ بنئے، کسی مخلوق کے آگے، ورنہ آپ اپنی حیثیت کھودیں گے تو جب اس پر ہم عمل کریں گے اور اللہ کو اللہ اور حاکم ومحبوب سمجھیں گے اور اس کی عبادت کریں گے تو ہمارے اندر ثقل پیدا ہوگا اور اسی ثقل کے لیے کہا گیا ہے کہ دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں ایک اللہ کی کتاب ہے یعنی جو خود قرآن سے تعلق پیدا کرے گا وہ بھاری بھر کم ہوجائے گا، اور دوسرے حدیث ہے، اور اس کے بعد وہ اللہ کے بندے ہیں جو قرآن وحدیث والے ہیں ان کی خدمت میں رہنے سے بھی بھاری بھر کم ہوجاؤ گے، تو اس سے بلندی پیدا ہوگی، اور علم تمہارا بھاری ہوجائے گا حدیث میں آتا ہے ساری کائنات ایک پلہ میں رکھ دی جائے اور ایک پلہ میں لا الہ الا اللہ کا پرچہ ہو تو یہی بھاری نکلے گا، کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ اس کے نام کے ساتھ کوئی چیز بھاری نہیں ہوسکتی۔

اب اگر علم اسی کے نام کے ساتھ ہو تو وزن ہوگا اس میں بھی، اور کبھی تردد نہیں ہوگا، کیونکہ قرآن میں شبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے، ﴿ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ﴾ (البقرۃ: ۲) اگر اس کے اندر کوئی کمی نظر آرہی ہے، تو یہ تمہارے اپنے اندر کی ہے بہر حال بقا کا جو تعلق ہے وہ تو قرآن اور متعلقہ امور پر موقوف ہے، باقی سب آنی جانی اور فانی ہے ان کو باقی نہیں رہنا، اور قرآن کو اللہ نے غیر معمولی مقام عطا فرمایا ہے، تو ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم باوزن ہوجائیں ورنہ ہلکے ہوں گے تو سب ہم پر ٹوٹیں گے، جیسے سارا یورپ ٹوٹا ہوا ہے، عربوں پر، تو عربوں کی پٹرول لینے کے لیے لوٹ رہے ہیں، اور یہ چاہتے ہیں کہ کس طرح اس مال پر قبضہ ہوجائے جو مسلمانوں کے پاس ہے، تو علم میں رسوخ اور دین میں تردد نہ ہو، اس سے پھر آپ میں وزن آئے گا، اور اس وقت سب سے زیادہ چالاک سمجھدار بے وقوف قوم وہ یہودی ہیں اور یہ قرآن بھی کہہ رہا ہے لیکن یہود کا کہنا مجھے معلوم ہے کہ قرآن پر بڑا یقین ہے ان کا، کہتے ہیں کہ کوئی تحقیق اس کے خلاف نہ ہو، ورنہ کامیاب نہیں ہوگی، تو وہ تو اتنا یقین

رکھتے ہیں، اور ہمارا کچھ بھی نہیں، ہوتا کیا ہے کہ مدارس میں سیکھنے والے ہی وہ طلبہ نہیں آتے، جو آنا چاہئیں آپ اچھا مال بھیجئے تو بنے گا اچھا۔

فکری راستہ کو درست کرلیں

میرے بھائیو اور دوستو! ضرورت اس بات کی ہے کہ عقل کے ساتھ اللہ کا نام لے کر پڑھیں، اور پھر دیکھیں کیا حیثیت ہوگی میں تو قسم کھا کر کہتا ہوں کوئی نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھے گا بات یہ ہے کہ ہم دیکھنے کے مسلمان ہیں، نہ سوچ مسلمان نہ دل مسلمان، تو کہاں کے ہیں ہم مسلمان؟ نام مسلمان کا ہے بس، یاد رکھیں کہ اسلام کے بارے میں فرمایا: ترکتکم علی المحجة البیضاء، لیلها کنهارها، (سنن ابن ماجة فی باب اتباع سنة رسول اللہ ﷺ) میں تم کو چمکتا دمکتا راستہ ہے اس پر چھوڑ کر جا رہا ہوں، اور تاریکی اگر آئے تو ٹارچ تمہارے ہاتھ میں ہے یعنی قرآن، تو دنیا کے تمام راستہ تو علی گڑھ کی سڑک ہیں، اور اسلام وہ ائیر پورٹ والا راستہ ہے، ایسے ہی چمکتا ہے، تو اگر مسلمان کا راستہ صاف نہیں ہے، تو وہ کرش کر جائے گا، تو اگر ہم اپنی پرواز و بلندی چاہتے ہیں، تو پھر ہم کو صحیح اسلام پر آنا پڑے گا اور اپنے کو پہچانا پڑے گا اور قیمت کو جاننا پڑے گا اگر نہ جانا تو

نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے
نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

تو ہم کو ہر چیز کا صحیح استعمال کرنا چاہیے، تو جنت کا مزا آجائے گا، اور اصل میں سارا مسئلہ تو دل کا ہے یہ ٹھیک ہو جائے بس

کلفت میں برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو
ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

اسلام کامل پر مکمل عمل مطلوب ہے

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونستهديه ونسترشده فمن يهديه فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ، ونشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريک له ونشهد أن سيدنا ونبينا وشفيعنا وحبيبنا وقرة عيوننا ومولانا محمدا عبده ورسوله صلى الله عليه وعلىٰ آله وأصحابه وأزواجه وذرياته وأهل بيته وبارک وسلم تسليما كثيرا كثيرا،أما بعد!وقد قال الله عز وجل فى كتابه العزيز ،أعوذ بالله من الشيطن الرجيم،بسم الله الرحمن الرحيم،﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلاَ تَمُوتُنَّ إِلاَّ وَأَنتُم مُّسْلِمُون﴾(آل عمران: ۱۰۲)

میرے بزرگو دوستو اور دینی بھائیو!

اللہ تعالیٰ نے ہم کو دولت ایمان عطا فرمائی ہے، اور اسلام سے نوازا ہے تو ہم کو بھی چاہیے کہ ہم اسلام والے ایمان والے بن جائیں، اور اپنے اسلام اور ایمان کو آگے بڑھانے کوشش کریں، کیونکہ جو چیز آگے نہیں بڑھتی، وہ گھٹتی ہے، یہ قاعدہ ہے، دنیا میں کوئی چیز یکساں نہیں رہتی یا بڑھے گی یا گھٹے گی، جیسے گجرات میں پیشہ والے تاجر ہیں، سب جانتے ہیں کہ اگر پیسہ رکھے رہیں کہیں بھی بینک وغیرہ میں رکھیں تو خود بخود اس کی ویلیو کم ہو جاتی ہے یہ قاعدہ ہے، ایسے ہی ان چیزوں کا بھی معاملہ ہے کہ

چھوڑنے پر کمی آتی چلی جائے گی اور گرد آجائے گی روز جھاڑنا پڑتا ہے اور اسی طرح ہر انسان کو اپنے کو ٹھیک کرنے کے لیے روز نہانا پڑتا ہے، روز دانت مانجھنے پڑتے ہیں آنکھ دھونی پڑتی ہے، اور پیر دھونے پڑتے ہیں، اور بال بنانے پڑتے ہیں، اگر کوئی اس چیز کو چھوڑ دے تو سوچو کچھ دنوں میں کیا ہو جائے گا؟ ایسے ہی اگر کوئی ہم میں سے اپنے ایمان کی فکر نہ کرے، اپنے عقیدہ کی فکر نہ کرے، اپنی عبادات کی فکر نہ کرے، اپنے معاملات کی فکر نہ کرے، اپنے تعلقات کی فکر نہ کرے، تو ان تمام چیزوں پر وہی گرد جم جاتی ہے، جو جسم پر جم جاتی ہے، اور اس طرح جم جاتی ہے کہ وہ حال ہوتا ہے جو ہمارے برادران وطن کا ہے کہ شرک میں ڈوبے ہوئے جو دنیا کی سب سے ناپاک خطرناک گھناؤنی چیز ہے، جس کا لفظ نکالنے ہی سے بدن میں جھنجھنی آجائے اسی لیے جو پاک جگہیں ہوتی ہیں، ان کو شرک والوں سے بچایا جاتا ہے، اسی لیے قرآن شریف میں کہا گیا ہے ﴿إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ﴾ (التوبة:۲۸) اور حرم پاک ہے، پاک ہے تو نجس وہاں نہیں جا سکتے۔

باطن کو چیک کرتے رہیں

سب سے بڑی ناپاکی اور پلیدی وہ عقیدہ کی خرابی ہے، اور مسلمانوں میں آج کل یہ دس کلو دودھ میں دو سو گرام پیشاب کے قطرے کی طرح سے آچکا ہے، اسی لیے یہ قطرہ خطرہ کی گھنٹی ہے، بالکل خالص ہونا چاہیے عقیدہ، معاملات بھی، کیونکہ وہاں تو سو اللہ مال چاہیے، ملاوٹ والا نہیں، اور یہ رہے گا اسی وقت جب ہم چیک کریں، جیسے ہر وقت اپنے آپ کو ہم چیک کرتے ہیں، نوجوانوں کو دیکھئے حالانکہ آپ نے زیادہ کرنے سے منع فرمایا ہے "نهى عن كثير الترجل الا غبا" (المعجم الكبير للطبرانی) کہ مبالغہ کسی چیز میں نہیں ہونا چاہیے، لیکن اندر کی جو چیزیں ہیں ان کی فکر ہم کو کیوں نہیں ہے، تا کہ اس اعتبار سے بھی ہم اچھے لگیں اندر تو باہر سے زیادہ بنانا چاہیے، اسی لیے کہا گیا ہے ولا تموتن الا وأنتم مسلمون، کہ بار بار تھوڑا تھوڑا اپنے کو ٹھیک کرتے رہو، کیونکہ ایک دم سے کوئی

بدل جائے یہ مشکل ہے، تدریج ہے ہر چیز میں، اسی کا نام ہے اصلاح۔

اصلاح ضروری ہے

ہر شخص کو اصلاح کرنی چاہیے، اور جو ہے اس کو ٹھیک کرتے رہنا چاہیے، تاکہ وہ چمکتی رہے، دمکتی رہے، مہکتی رہے، چہکتی رہے، دوسرے بھی محسوس کریں تو جس طرح کوئی اپنے کو نہ سنوارے تو بھوت کی صورت ہو جاتی ہے لڑکے بھی اس سے بھاگتے ہیں ایسے ہی جو سیرت کی فکر نہیں کرتا اس کے پاس سے بھی لوگ بھاگنے لگتے ہیں، تکبر میں مبتلا ہو جائے دوسروں کی تحقیر کرنے والا ہو جائے، گالی دینے والا ہو جائے کسی کی زمین ہڑپ کرنے والا بن جائے، کسی کی دوکان پر قبضہ کرنے والا بن جائے، رشوت خور بن جائے سود خور بن جائے، دوسروں کے حقوق کو ہضم کرنے والا بن جائے، اور اس طرح کے جتنے معاشرتی مسائل ہیں ان میں نہایت گندا ہو جائے تو لوگ اس سے بھاگنے لگتے ہیں، حالانکہ بڑا خوبصورت ہے لیکن بس صورت ہمیں حالت بمپرس، تو ایسے میں ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم سب چیزوں کو خالص کرتے چلے جائیں۔

ریا اور حسد سے دور رہو

آج کل دو باتیں ہوگئی ہیں ایک تو ریا جو پرانا مرض ہے اور ملاوٹ ریا کی ہے اب اگر یہ نہیں ہے تو نماز ہماری کیسی ہی ہو اللہ قبول کرلیں گے لیکن آج کل ریا کے ساتھ لوگوں نے اس کو یوگا بھی بنادیا ہے یہ بھی مسئلہ ہے، کہ نماز تو پڑھ رہے ہیں لیکن اللہ کے سامنے سر جھکانے کتنے آرہے ہیں؟ نہیں معلوم، بلکہ آنا تو اس طرح سے چاہیے تھا کہ مسجد میں قدم رکھتے ہی کہتے "بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ اللھم افتح لی ابواب رحمتك"، کہ رحمت کے دروازے اللہ کھول دیجئے، اگر بند ہوں گے تو ظاہر ہے کہ وسوسے آئیں گے، لیکن نیت ہی نہ ہو تو کیا؟ یہ سب علاج ہے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے اسی طرح حسد ہے، اس کے بہت سے

علاج بیان کرتے ہیں، اکابر وصوفیاء وغیرہ کہ کیسے دور ہوگا؟ حدیث میں آپ نے فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جو ہر شخص میں ہوتی ہیں، حسد، ظن، طیارۃ، یعنی شگون لینا، تو جب علاج پوچھا اب دیکھیے علاج نبوی اللہ اکبر! آپ نے فرمایا: اذا حسدت فلا تتبع (کنز العمال) اگر حسد ہو تو اس پر ظلم نہ کرو، اس کے خلاف تمہاری طرف سے کوئی کارروائی نہیں ہونی چاہیے، نہ زبانی نہ عملی، یہ علاج ہے، اب غور کریں کہ حسد جو ہے یہ گندگی ہے، بدگمانی بھی گندگی ہے، اور ہر زمین کی ایک کھاد ہوتی ہے، اور انسان بھی مٹی کا بنا ہوا ہے اور اس کے اندر دل وغیرہ سب مٹی کا ہے، تو اس کے دل کو بھی کھاد کی ضرورت ہے، اور وہ حسد بدگمانی اور شگون لینا، یہ دل کی کھاد ہے، اور کھاد اوپر نہیں رکھی جاتی، ورنہ بدبو پھیلے گی، اور اگر اندر گئی تو پھول کھلائے گی، اب دیکھیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر غیر معمولی علاج بتایا، دل پر گزر تو جائے گی جب آپ کچھ کہیں گے ہی نہیں، لیکن یہ چیز ہمارے لیے باعث خیر و برکت بن جائے گی۔

عبادات بھی خالص کیجیے

ایسے ہی ہمارے معاملات بھی خالص ہونا چاہیے، اس میں عبادات میں کوئی اور چیز شامل نہ ہو، اور اگر زیادہ آج کل کوئی جسمانی نماز کے فائدے پڑھے گا تو اس کے ذہن میں وہی رہے گا بس یہ سب کچھ نہیں صرف اللہ کے لیے پڑھنا ہے، یاد رکھیں عبادات کو خالص رکھیں ملاوٹ نہ ہو، تو دنیوی نفع بھی مل جائے گا، اور اس کے علاوہ اور آپ دیکھیں کہ نکاح میں رسم ورواج کی ملاوٹ نہ ہو، اور بے جا ریا کی ملاوٹ نہ ہو، تو نکاح بہت عمدہ ہوگا اور برکت والا بن جائے گا، اور عبادت بن جائے گا۔

کل مسلمان مکمل اسلام چاہیے

اب اسی طرح سے کہا گیا ہے کہ تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو چکے ہو اور مسلم کیسے؟ ﴿یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِی السِّلْمِ

كَآفَّةً﴾ (البقرة:۲۰۸) کہ اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ، اور سِلم کا لفظ غیر معمولی ہے مطلب ہے کہ اللہ سے ایسا معاملہ کرلو، کہ ذرہ برابر بھی تمہارے اندر احکامات الٰہی کے خلاف تعلیمات الٰہی کے خلاف اتنا بھی تردد نہیں آنا چاہیے، یعنی صلح ہو جائے کہ جو حکم ہے، اس کو بجالانا ہے، اور سارے مسلمانوں سے کہا جا رہا ہے، کہ نہ اسلام آدھا اور نہ مسلمان آدھے، لیکن آج کل دونوں چیزیں آدھی، ادھوری، حالانکہ دونوں طرف سے سو فیصد ہونا چاہیے۔

اب داخل کیسے ہو؟ وہ آہستہ آہستہ ہونا پڑے گا جیسے آدمی مسجد میں داخل ہوا اور آگے بڑھا یہاں تک کہ منبر پر پہنچ گیا، معلوم ہوا اس طرح آہستہ آہستہ بڑھو تا کہ اسلام کامل میں داخل ہو جاؤ، یہ ہے و أنتم مسلمون، یعنی ایسی سراپا اسلام کی تصویر بن جائیں کہ لوگ دیکھ کر سمجھیں کہ اسلام آرہا ہے، یہ نہیں کہ عبد الرحمٰن آرہا ہے، نہیں اسلام آرہا ہے، زبان میں ہماری سچائی ہو، تعلقات ہمارے اچھے ہوں، اچھی بنیادوں پر ہوں، تجارت میں جھوٹ کی ملاوٹ نہ ہو، یہ چیزیں جب بالکل صحیح ہوں گی تو اب یہ مسلمان آرہا ہے۔

اور یہ قاعدہ ہر چیز میں ہے، کہ ہر چیز کو آہستہ آہستہ ٹھیک کرو، یہاں اصلاً یہی بات کہی گئی ہے، اور یہ ان کی رحمت ہے جو بتادیا، ورنہ ہمارے اندرو باہر اتنی گندگیاں ہیں کہ ان کو وہ دور کرتے رہتے ہیں، جیسے میں نے کھاد والا مسئلہ بتایا تو ایسے ہی اللہ نے کہا ہے اس کو تم اپنی کھاد بنالینا، فضا میں بدبو نہ پھیلے، ورنہ معاشرہ پورا خراب ہو جائے گا، حسد کے مرض سے، اسی لیے آتا ہے حسد ایسے ہی کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے اور یہ بھی عجیب نظام ہے کوئی بھی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا ہم میں سے، کہ مجھے اپنے کو بنانے کی ضرورت نہیں پڑتی، چاہے کتنا بڑا عالم ہو، ہر ایک کو سر سے لے کر پیر تک ٹھیک کرنا پڑتا ہے، تو ایسے ہی اندر بھی سب کو عقیدہ کی فکر ہونی چاہیے، یاد رکھیں اس کے بغیر جنت میں داخل ہو ہی نہیں سکتے، یہ کنجی ہے۔

اولاد کے عقیدہ کی فکر کیجیے

یعقوب علیہ السلام کے قصہ سے بھی معلوم ہوا کہ جو جتنا نبی کے قریب ہوگا اتنی ہی اس کو عقیدہ کی فکر ہوگی، تو ایسے ہی ہم میں سے ہر شخص کو اپنی اولاد کی فکر ہونی چاہیے، کہ کیا پڑھ رہا ہے؟ اور کہاں پڑھ رہا ہے؟ آج پورے ہندوستان کا جائزہ لیں معلوم ہوگا کس طرح لوگ اپنے بچوں کا عقیدہ داؤ پر لگائے ہوئے ہیں، بڑے بڑے پیسے والے بھی اپنے بچوں کو جہنم میں ڈالنے کی پوری فکر میں ہیں، اور اسی طرح سے تعلقات کو بھی استوار کرنا چاہیے، اس کا بھی پورا باب ہے گھر سے لے کر باہر تک، اور برادران وطن تک، سب سے تعلق کی نوعیتیں الگ الگ ہیں، ان سب کو جاننا اور اسی کے مطابق عمل کرنا ہے، تب اعتدال ہوتا ہے، یہ نہیں کہ جن کے حقوق ہیں انہی کو پریشان کر رہے ہیں، جو آج کل معاملات ہوتے ہیں، تو اولاد کو سب دیکھتے رہنا چاہیے، ورنہ شکایت ہوتی ہے کہ لڑکا نالائق ہے، حالانکہ خود ہی اس کو بگاڑتے ہیں، باپ کا بھی کچھ حق ہے، اور بیٹے کا بھی سب کو ادا کرنے کی ضرورت ہے، تو یہ تعلقات کی نوعیتیں ہیں اور پورا دین اسی سب کا نام ہے، لیکن ہم لوگوں نے بس ایک حصہ لے لیا، اور باقی سب چھوڑ دیا یہ صحیح نہیں ہے۔

پریشانیوں کا حل خالص دین میں ہے

اب لوگ آتے ہیں پریشانی بتاتے ہیں، حالانکہ زکاۃ نکالتے نہیں، تو یہی سب مسائل ہیں جس کی وجہ سے دنیا پریشان ہے، تو اگر ہم لوگ صحیح دین پر عمل کرنے والے بن جائیں، تو ہماری اکثر پریشانیاں خود بخود دور ہوجائیں گی، سارے حالات درست ہوجائیں گے کیونکہ نالائقیوں کی وجہ سے ہمارے یہ سب ہورہا ہے، اور ظاہر ہے کہ گاڑی کے پرزے ہٹتے ہیں تو وہ پر گڑبڑ کرے گی وہی حال ہمارا ہے، اور اسی لیے کہتے ہیں کہ تعویذ دے دو اور سب حل ہوجائے، نہ نماز نہ روزہ، نہ سب کچھ، بس اس بگاڑ سے

کام چل جائے، یہ نہیں، بلکہ پہلے پوری مشین درست کرو، اس کے بعد ضرورت ہو تو کر سکتے ہیں، تو ٹھیک کہاں سے ہوسکتا ہے؟ تو ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم بغیر ملاوٹ والا دین اللہ کے حضور پیش کریں، اور اس کے بعد ہماری جو کمزوریاں ہیں ظاہر ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ خود اس کو ٹھیک فرمادے گا، لیکن ملاوٹ والا کام نہیں چلے گا، البتہ دودھ ہی لائے چاہے کمزور بھینس ہی کا صحیح لیکن ملاوٹ نہیں ہے، تو چل جائے گا کام، ٹھیک ہے لے تو آؤ، اور یہی معاملہ عبادات وتعلقات کا بھی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سمجھ بھی عطا فرمائے، اور اسلام کامل کی دولت بھی عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

اصلاح معاشرہ میں کن باتوں کا خیال رہے

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئآت أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادی له ، ونشهد أن لا اله الاالله وحده لا شريک له ، ونشهد أن سيدنا وحبيبنا وقرة أعيننا ومولا نا محمدا عبده ورسوله صلى الله عليه وعلىٰ آله وأصحابه وأزواجه وذرياته وأهل بيته وبارک وسلم تسليما كثيرا كثيراً، أما بعد! فأعوذ بالله من الشيطن الرجيم،بسم الله الرحمن الرحيم،﴿ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَق،خَلَقَ الْاِنسَانَ مِنْ عَلَق،اقْرَأْ وَرَبُّکَ الْأَکْرَمُ،الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَم،عَلَّمَ الْاِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾(العلق: ۱–۵)وقال النبی صلى الله عليه وسلم:طلب العلم فريضة على كل مسلم،أو كما قال عليه الصلاة والسلام.(سنن ابن ماجة فی باب فضل العلم والحث على طلب العلم)

میرے بزرگو دوستو اور دینی بھائیو!

ہم کو اور آپ کو خوشی ہونی چاہیے اور شکر ادا کرنا چاہیے کہ اللہ نے ایسے ناگفتہ بہ حالات میں اور ایسے فتنوں کے دور میں بھی ایمان کے ساتھ وابستہ رکھا اور ایمان کے اعمال بجالانے کی کسی قدر توفیق عطا فرمائی، لیکن ظاہر ہے کہ ایک طرف اگر خوشی ہے تو

دوسری طرف ہم کو نادم بھی ہونا چاہیے، کہ جو ہم کو کرنا چاہیے تھا وہ ہم نہیں کر رہے ہیں، جو ہم کو ہونا چاہیے تھا وہ ہم نہیں ہیں، جو ہمارے پاس تھا وہ بہت کچھ کھو چکے ہیں، اس لیے ندامت بھی ہونی چاہیے، اور ندامت کا اثر یہ ہوتا ہے کہ آدمی جو چیز کھو چکا ہے اس کو پانے کی کوشش کرتا ہے، جو نہیں ہے اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے جہاں تھا وہاں پہنچنے کی کوشش کرتا ہے، اگر ہمارے اندر یہ دو باتیں نہیں ہیں تو ہم کو سوچنا چاہیے کہ ہم کیا ہیں، انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے بہت سے کمالات، اوصاف، کمیاں سب کچھ رکھا ہے، مجموعہ ہے انسان مختلف چیزوں کا، تو انسان کے اندر یہ سب باتیں ہونی چاہئیں، اور خاص طور پر یہ دو باتیں تو ہونی ہی چاہئیں، اگر نہیں ہیں تو ہم کھویا ہوا پا نہیں سکتے، اور جو کچھ باقی ہے اس کو روک نہیں سکتے، تو جب یہ نہیں کر سکتے تو ہونے والا کیا ہے؟ کتنے خطرے کی بات ہے، اور ڈر کی بھی، اگر آدمی سوچے تو گھبرا جائے۔

سب سے بڑا مرض

آج سب سے بڑا مرض یہ ہے کہ اتنا مشغول کر دو انسان کو کہ سوچنے کے لائق ہی نہ رہ جائے، معیارِ زندگی اتنا بلند کر دیا گیا کہ ہر شخص جو پا چکا ہے، وہ مزید کی تلاش میں ہے، اور جس کے پاس نہیں ہے تو وہ ایک طرف تو کفِ افسوس ملتا ہے بیٹھ کر، اور دوسری طرف جو کچھ اس کے پاس ہے صلاحیت وہ اپنے معیار کو اقتصادی معیار کو بڑھانے کی فکر میں لگا رہتا ہے، اور اس کے لیے پھر قرض لے لیتا ہے، اپنے دوستوں سے قرض لے لیتا ہے، صرف معیارِ زندگی بلند کرنے کے لیے، پھر قرض در قرض وہ پریشانی میں مبتلا ہوتا چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ پھر نہ اس کے پاس چکانے کی فرصت ہوتی ہے نہ ہی پیسہ، تو ایسے میں وہ اسی میں الجھے رہتے ہیں، کسی کام کے نہیں رہ جاتے، اور آج ہمارا پورا معاشرہ اسی ڈگر پر رواں دواں ہے، اس لیے ہم کو پہلے تو خوشی ہونی چاہیے، اور پھر اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے، تو اگر ہم کو خوشی نہیں ہے تو کہیں ایمان نہیں ہے، تو پھر بڑے خطرہ کی بات ہے، کم ہے دبا ہوا ہے چھپا ہوا ہے، بے چارہ بالکل کسی حیثیت میں نہیں ہے۔

دولت ہے پھر بھی محروم

آپ نے دیکھا ہوگا ہمارے بہت سے علاقوں میں بجلی نہیں آتی، اب پوچھا گیا کہ بجلی کیا بن نہیں پارہی ہے؟ تو معلوم ہوا بن تو رہی ہے ادھر ادھر چلی جاتی ہے، ہم کو نہیں ملتی، تو ایسے ہی ایمان بھی ہے کہ ہم اس سے محروم ہیں اور ہم کو بجلی نہیں مل رہی ہے، تو اسی طرح ایمان میں بھی کمی ہے، اس لیے خوشی نہیں ہے، ورنہ ایمان اور خوشی دونوں لازم ملزوم ہیں، جتنا ایمان طاقتور ہوتا جائے گا خوشی آپ کی بڑھتی چلی جائے گی اور اندر سے یہ اطمینان بڑھتا چلا جائے گا، ایک سکون آتا چل جائے گا، اور ایمان اندر ہی آتا ہے یہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے، جس کے اندر ایمان آتا ہے، اس کو عہدہ مل گیا، محل مل گیا، لیکن یہ آتا دل میں ہے، اب دل ہمارا اگر اس لائق ہے تو آئے گا ورنہ پھر کیسے آئے گا؟

نظافت وطہارت ایمان کے لیے ضروری ہے

تو اس کے لیے پہلے تو نظافت ہو حدیث میں بھی ہے نظفوا أفنيتكم، (سنن الترمذی فی باب ماجاش فی النظافة) اپنے صحنوں کو صاف رکھو، نمبر دو طہارت ہو، اور اس میں ناخن دانت سرمہ کپڑے بدلنا سب آگیا، اور اس کا حکم ہے باقاعدہ، جب یہ کرلیا تو گویا کہ آپ نے سڑک ٹھیک کرلی، اب اس کے بعد تزکیہ ہے جو اندر کا فعل ہے، اس کو صاف کیجیے حقارت نہ ہو کسی کی تکبر نہ ہو گھمنڈ نہ ہو بدگمانی نہ ہو، وغیرہ وغیرہ، تواضع سے اس کی دھلائی کی گئی ہو، اور دوسروں کی محبت سے اس کا عطر چھڑکا گیا ہو، اور عمدہ عمدہ اوصاف وکمالات کے پھول کھلائے گئے ہوں اب جب بالکل سج گیا دل تو آئیں گے حضرت ایمان، اور جب یہ ہوجائے۔

ایمان اگر قوی ہو

اب شکر بجالایئے، جب شکر ادا کریں گے تو پھر اللہ اور عطا فرمائیں گے اور شکر کے طریقے بھی بتلا دیئے، زبان سے الحمدللہ، یہ بھی رأس الشکر ہے، ماشاء اللہ بس یہی

کہا کہ مزا آ گیا، تو اس سے ایمان طاقتور ہوتا ہے، اور جتنا ایمان قوی ہوتا چلا جائے گا، کام بنتے چلے جائیں گے، اور پہلے دل خوش ہوگا پھر جسم پھر بیوی پھر بچے، پھر پورے رشتہ دار پھر پورے محلے والے، پھر شہر والے پھر ملک والے خوش ہوں گے پھر پورے عالم والے خوش ہوں گے یہاں تک کہ پورے عالم میں اس کا ڈنکا بج جائے گا، اس ترتیب سے ہوتا ہے معاملہ۔

اب دل نہ ہو خوش تو بیوی کہاں سے ہوگی خوش؟ اور جب حق ادا ہم نہیں کرتے، تو اسی کا نتیجہ ہوتا ہے کہ اندر بھی پریشان باہر بھی پریشان، معاملات ایسے کہ دباؤ ڈال کر پیسہ نکلوا لیتے ہیں دوسروں کا، یہ ناجائز ہے، اسی لیے جہیز کا اکثر پیسہ ناجائز ہے، دینا تو مجبوری میں پڑتا ہے، اگر کسی نے اس کو استعمال کیا تو حرام کیا، اور یہ قاعدہ ہو گیا ہے جو کمزور ہوتا ہے اسی کو دبایا جاتا ہے، جیسے شوگر کا مرض ہے آج کل کچھ بھی ہو جائے ڈاکٹر کو دکھاؤ کہہ دیتا ہے، شوگر کی وجہ سے ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔

جسمانی صحت کی فکر لازمی ہے

اس وجہ سے باپ کی بھی ایک ذمہ داری ہے، یہ کہ بچہ کی صحت کی فکر کرے، یہ باقاعدہ مسئلہ ہے، جسمانی صحت کی فکر لازمی ہے، اور اسلام نے تو صحت کے صحیح ہونے کا بہت خیال رکھا ہے کیونکہ جو چیز جتنا نقصان دے گی شریعت میں، وہ اتنی ہی مکروہ ہے، یہ اور مسجد میں کھا کر آنا تو بالکل مکروہ ہے، اس میں بڑی بے احتیاطی ہے، منع کیا گیا ہے پیاز لہسن کھا کر نہ آؤ، اور بعض لوگ تو مسجد ہی میں بیٹھ کر کھانے لگتے ہیں، اور یہ منع اس لیے کیا گیا ہے کہ بدبو لے کر مسجد میں نہ آؤ، اسی لیے بار بار مسواک کا حکم ہے، تاکہ آپ کا منہ مہکتا رہے، ورنہ بدبو آئے گی، یہ بات ذہن میں رہے، چمن میں جا کر دیکھو پھول کھلے ہوئے ہیں اور نالے میں دیکھو کیڑے ہیں تو اللہ نے یہ نظام بنایا ہے، کہ ہم اندر باہر سے ہر طرف سے صاف رہیں تو ہم اندر سے بھی پھول باہر سے بھی پھول۔

اسلامی زندگی گزاریں

آج ہم اندر سے بھی خراب اور باہر سے بھی خراب، اور ناجائز چیزوں کے استعمال کو جو رپورٹیں آرہی ہیں ان میں سے ۶۰-۷۰ رفیصد مسلمان ہی ہوتے ہیں، تو یادرکھیں یہ ہمارا معاملہ خدا سے ہے اگر ہماری یہ حرکتیں رہیں گی تو اوپر سے ہماری پٹائی ہوگی، پکڑے ہمیں جائیں گے تو اس ایمان کی دولت پر ہم کو شکر ادا کرنا چاہیے، اور اس کا طریقہ وہی ہے جو میں نے عرض کیا یہ نہیں کہ جس ڈھرے پر زندگی چل رہی ہے جو جیسے چاہ رہا ہے جا رہا ہے، پریشانیوں کو حل کرنا چاہیے، اور یہ سارے فسادات پریشانی وغیرہ کے جو ظاہری و باطنی گندگی سے کرتے ہیں تو ہم ظاہری گندگی کا تو علاج کروالیتے ہیں، باطنی کا نہیں، حالانکہ دونوں کا ایک دوسرے سے بہت تعلق ہے، اور اگر کوئی دونوں کو الگ بتاتا ہے تو وہ غلط ہے، اور اوپر کی گندگی اندر بھی جاتی ہے، فساد پھیلاتی ہے، اس لیے مسلمانوں کو صاف رہنا چاہیے اور اب بھی اتنے ناگفتہ بہ حالات میں مسلمان ہی واحد ایسی قوم ہے جن کو خوشبو لگانے کی توفیق ہے، ورنہ کوئی اور تو جانتا ہی نہیں، خوشبو ہے کیا، کیونکہ شرک والے اور توہمات والے رسم ورواج کے بندھنوں میں جکڑے ہوئے لوگ ان کو خوشبو سے کیا لینا دینا؟

تجدید ایمان ضروری ہے

ایمان کو بڑھاتے رہنا چاہیے، تجدید کرتے رہنا چاہیے، حدیث میں بھی آتا ہے اجلس بنا نؤمن ساعة،(صحیح البخاری فی کتاب الایمان) تو اگر ایمان ہے تو ایمان والوں کو یہ باتیں نفع پہنچاتی ہیں، اور یہ جلسے بھی اسی لیے ہیں، رونق بڑھانے کے لیے نہیں ہیں، ایسا نہیں ہے جیسے یورپ والے دانت نہیں مانجھتے، اور نہ ہی نہاتے ہیں بس اسپرے کیا اور خوشبو آگئی، لیکن ہوتا کیا ہے اندر کی بدبو جسم کی اور اس کی اسپرے کی بو دونوں مل کر ایک نیا مزا پیدا کرتی ہیں رکنا مشکل ہوجاتا ہے، میں نے تو سونگھا بھی ہے

حتی کے ان کے بدن کی بدبو کی وجہ سے مجھے بھی خوشبو لگانی پڑی اپنا عطر، تو صاف کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم گندگی میں اسپرے چھڑک دیں، اور وہ تھوڑی دیر کے لیے دب جائے نہیں، اسلام تو صفائی چاہتا ہے، اسی وجہ سے جو بہت صاف رہتے ہیں ان کی قرآن مجید میں تعریف کی گئی ہے ﴿وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ﴾ (التوبة: ۱۰۸)۔

پاکی غیر معمولی چیز ہے

ایک قصہ پڑھا کہ ایک دھوبن نے تجربہ کیا کہ مسلم کے کپڑوں میں بدبو کم غیر مسلم کے زیادہ آتی ہے، تو اس نے معلوم کیا یہ کیا چکر ہے؟ کہ کپڑے تو میلے برابر ہیں لیکن بدبو کم زیادہ کیوں؟ تو معلوم ہوا کہ مسلمان پانی کا استعمال کرتے ہیں اس لیے کپڑوں میں بدبو نہیں آتی، اور غیر مسلموں کے یہاں استعمال ہے ہی نہیں، وہ تو اس کو بھی پانی ہی سمجھتے ہیں تو پانی کا کیا استعمال کریں گے بعض جانور ایسے ہیں جن کا لے کر وہ لگا لیتے ہیں تو ان کا کیا معاملہ؟ تو ظاہر ہے کہ وہاں تو بدبو در بدبو، تو اس نے جب یہ مذہب دیکھا فوراً کلمہ پڑھ لیا، اسلام قبول کر لیا، تو دیکھیں کہ پاکی کو دیکھ کر اس نے اسلام قبول کر لیا۔

اصلی مسلمان کون ہے؟

اب اگر مسلمان اس کا اہتمام کریں جس کو انہوں نے چھوڑ دیا ہے ان کے محلوں میں جا کر دیکھئے لگتا ہے، عقل ماری گئی ہے حالانکہ رسول کا حکم ہے اور اسلام خود ان سے کہہ رہا ہے لیکن لوگ ہیں بس سمجھتے ہی نہیں، بس یہ ہے کہ صرف اچھے قسم کا لباس پہن لو، یہ نہیں معمولی ہی کپڑا لیجئے لیکن دھو لیا کیجئے بس، اور منھ کو بھی صاف رکھیں ہمارے ایک بزرگ کہنے لگے اللہ تعالیٰ نے منھ کو گلدان بنایا تھا ان لوگوں نے اگلدان بنا دیا، تو یہ میں وہ چیزیں کہہ رہا ہوں جن کی طرف ذہن ہی نہیں جاتا، ایک چیز یاد رکھئے جس سے بڑی ترقی ہوتی ہے روحانی اعتبار سے وہ یہ ہے کہ ہر مسلمان کو حکم ہے کہ وہ اپنے بھائی کو تکلیف سے بچائے، اور اس کو زیادہ راحت دینے کی کوشش کرے

اور مسلمان وہی ہے جس کے ہاتھ سے زبان سے دوسرے مسلمان بچے رہیں، دوسرا یہ ہے کہ دوسروں کو فائدہ پہنچے، اور دل کا خوش کرنا یہ صدقہ ہے، مسکرا کر ملنا صدقہ اسی لیے ہے اس سے دل خوش ہوتا ہے، کہ مجھے چاہتے ہیں، جبھی مسکرا کر ملے۔

اور ایک یہ ہے کہ مصافحہ بھی اس طرح کیا معلوم ہوتا ہے روٹھے ہوئے ہیں ارے بھائی مسلمان بھائی ہے مسکرا کر ملو، تو اس کے دل کی کلی کھل اٹھے گی، اور کلی جب کھلے گی تو خوشبو تم محسوس کرو گے، اور اس کا فائدہ ہوگا، میں نے دیکھا ہے کہ گرمی میں ہر آدمی بالکل پنکھے کی سیدھ میں کھڑا ہونا چاہتا ہے، یہاں تک کہ پہلی صف کو بھی چھوڑ دیتے ہیں، اس کی خاطر، تو پندرہ مسلمانوں کو تھوڑی سی راحت کے لیے تکلیف پہنچا رہے ہیں، انا اللہ وانا الیہ راجعون! ہونا یہ چاہیے تھا کہ دوسرے کو آگے کریں، کہ آپ کھڑے ہو جایئے گرمی زیادہ محسوس ہو رہی ہے، اگر اسی پر ہم عمل کر لیں آپ چالیس دن مشق کر کے دیکھ لیجئے، دلوں کی دنیا بدل جائے گی کیونکہ بعض دفعہ دیکھنے میں چیز چھوٹی ہوتی ہے، لیکن نتائج بہت بڑے ہوتے ہیں، فوائد اس کے بہت عظیم ہوتے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے، اسی طرح سے مسجد کے جوتے پر پیر نہ رکھئے، ہاں اگر اتارنے والے ہی غلط اتار دیں، وہ اور بات ہے، لیکن اگر جگہ ہے تو کسی کی چپل پر چپل نہ رکھیں، اسی طرح سے استنجاء کے لیے دوسرے کی چپل نہ پہن کر جائیں بغیر اجازت کے، تو یہ پورا نظام ہے، اور ایمان جتنا بڑھتا جائے گا اور شکر الٰہی بڑھتا جائے گا اتنی ہی یہ چیزیں بڑھتی جائیں گی اور ایمان کے اجزاء بڑھتے جائیں گے اور ترقی ہوتی چلی جائے گی۔

رب کا حکم کیا ہے؟

اس کے بعد ہے ندامت، افسوس کہ ہم سب کچھ ہوتے ہوئے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں، اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا پڑھو، اور جس کی ضرورت ہے وہ پڑھو اور ہم نے پڑھنا ہی چھوڑ دیا اور یہ حکم ہر شخص کو کہا جا رہا ہے پڑھو، جس سے ایمان

والے بن جاؤ، اور یہ اللہ کے نام سے پڑھنے سے ہوگا اور پھر جب ہی معلوم ہوگا کیا اچھا ہے کیا برا ہے؟ اسی لیے علم کا حاصل کرنا ضروری ہے، ہر مسلمان پر، تو ہر چیز سے زیادہ ضروری ہے تو علم ہونے سے ادھر ادھر بھٹکنے اور شیطان کا خطرہ سب ختم ہو جائے گا اور شیطان تو ہر اعتبار سے آپ کو پریشان کرنے کے چکر میں رہتا ہی ہے جسمانی اعتبار سے روحانی اعتبار سے گھر کے اعتبار سے، محلّہ کے اعتبار سے وغیرہ وغیرہ، تو ہم کو ہمہ وقت اپنی فکر میں لگے رہنا چاہیے، تو کیا پایا کیا ملا کیا کہاں ہونا چاہیے تھا کہاں ہیں؟ یہ پورا ایک موضوع ہے، کہ ہم کہاں تھے، اور اب ہم ہیں کہاں؟ یعنی ہم کن مقامات پر تھے سوچنے کا بھی وقت نہیں ہے ہمارے پاس، تو جائیں گے کہاں؟

احساس بھی ختم ہو چکا

افسوس مال تو لٹا ہی تھا اب احساس بھی لٹ گیا اور جس قوم کا احساس لٹ جائے اس کو کیسے آپ بتا سکتے ہیں، سمجھا سکتے ہیں؟ آج کسی کو بھی فرصت نہیں ہے، کہ وہ معلوم کرے علماء سے کہ ہم اچھے کیسے بنیں گے بس جو جہاں ہے اسی میں مگن ہے، لیکن ابھی کچھ باقی ہے اگر اس کی ہی فکر کرلیں ہم، تو اپنے معاشرہ کی اصلاح کر سکتے ہیں، لیکن ہر چھوٹی بڑی بات کا خیال رکھنا پڑے گا۔

چوکنا ہو کر رہیں

غلط جگہ نہیں صحیح جگہ جا کر پوچھنا پڑے گا، کیونکہ آج ڈپلیکیٹ مال بہت ہے، اگر اس میں پھنس گئے تو نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے، اور اس کے لیے عقل کا استعمال کریئے، کہ ہم کس سے استفادہ کریں؟ آخرت کا معاملہ ہے کوئی معمولی بات نہیں ہے، آخرت تباہ ہو جائے گی تو اس کو چیک کرنے کی ضرورت ہے، کسی کی کرامت یا خواب وتقریر پر نہ جایئے، بلکہ اتباع سنت اصل ہے، اور اگر ہم بس کر کے بیٹھ گئے تو ہمارا پورا ٹھکانہ بیٹھ جائے گا اور پورا ایمان بیٹھ جائے گا اس کو تو بڑھتا ہی رہنا چاہیے۔

شکر ضروری ہے

حضرت حاجی صاحب مولانا رشید احمد صاحب سے فرماتے تھے میاں ٹھنڈا پانی پیا کرو، اس سے دل سے اللہ کی حمد نکلتی ہے، کیونکہ گرم پینے کے بعد الحمد للہ نکلتا ہی نہیں، اور ٹھنڈا پانی پی کر خود بخود الحمد للہ نکلتا ہے، تو ایسے ہی جب اندر سکون ہوتا ہے تو اللہ کا شکر خود بخود نکلے گا، تو اس کو اپنائیں، اور ایمان کے راستہ پر ہم سب اپنے کو ڈالیں، تاکہ اطمینان وسکون کی زندگی اللہ نصیب فرمائے، اور حمد وثنا ہماری زبان پر ہو، ہر وقت الحمد للہ، الحمد للہ، الحمد للہ، تو یہ کہنے میں بھی مزا آئے گا اور نسخہ برکت کے لیے اسی طرح سلام کو بھی خوب عام کرو، بالخصوص اپنے گھر والوں کو جا کر کرو، یہ ایسی چیز ہے اس میں کوئی نقصان نہیں، لیکن حضور کے بتائے ہوئے کے علاوہ کوئی نسخہ ہے پڑھنے کا تو اس میں کچھ نہیں ہوگا، تو اب اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

مساجد سے اپنا تعلق تازہ رکھیں

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام علىٰ سيد الأولين والآخرين امام الأنبياء والمرسلين رحمة للعالمين محمد بن عبد الله الأمين وعلىٰ آله الطاهرين وصحبه الغر الميامين وعلىٰ من تبعهم ودعا بدعوتهم وانتهج بمنهجم واهتدىٰ بهداهم الىٰ يوم الدين،أمابعد!

میرے بزرگو دوستو اور دینی بھائیو!

آپ اس مسجد میں جمع ہوئے ہیں، مسجد کے نام پر جمع ہوئے ہیں، یہ مسجدیں جو ہیں ہم کو مختلف علاقوں میں نظر آتی ہیں، یہ کیا ہیں اور ان کا پیغام کیا ہے؟ اور ہم کو اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ سے کیا تحفہ دیا ہے یہ سب ہم کو سمجھنا چاہیے جاننا بھی چاہیے، ہمارے حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے ہر چیز کا سلسلہ نسب ہوتا ہے اگر وہ نسب وہاں تک نہ پہنچے تو وہ نسب قابل اعتبار نہیں، تو مسجدوں کا سلسلہ نسب مسجد حرام ہے، اور مسجد نبوی ہے اور مسجد اقصیٰ ہے، اگر اس کا سلسلہ وہاں جا کر ختم نہ ہو تو اس کا نسب معتبر نہیں، ایسے ہی مدارس کے بارے میں فرمایا کہ مدارس کا سلسلہ ختم ہوتا ہے صفہ پر، مسجد نبوی کا جو صفہ تھا جس پر صحابہ کرام کی بہت بڑی تعداد رہا کرتی تھی جو کہ ہر ایک سے بے نیاز ہو کر دربار رسالت کے نیاز مند ہو گئے تھے، اور انہوں نے ہر چیز سے منہ موڑ کر علم اور دربار رسالت کو ہی اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا تھا، تو مدرسہ کا سلسلہ نسب صفہ پر منتہی ہوتا ہے، اور مسجد کا مسجد

حرام پر، تو یہ دیکھنا چاہیے کہ ہماری مسجد کا سلسلہ وہاں تک پہنچ رہا ہے یا نہیں؟ اور جتنے بھی سلسلے ہیں ان سب کو جانا اور پہچانا جاتا ہے کچھ علامتوں سے اگر کسی کا کوئی بیٹا ہو اور باپ کے نقش قدم پر ہو تو کہا جاتا ہے، اپنے باپ کا بیٹا ہے یہ دنیا میں ہر جگہ ہوتا ہے ایسے ہی مسجد کو مسجد حرام سے دیکھنا چاہیے کہ رشتہ اس کا صحیح جڑا ہوتا ہے کہ نہیں۔

امت محمدیہ پر احسان

اللہ تعالیٰ نے ایک تو ہماری امت کو بڑی عمومیت عطا فرمائی ہے اس سے پہلے جتنی امتیں تھیں، وہ بٹی ہوئی تھیں، انبیاء بھی قوموں میں آتے تھے، لیکن جب رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام اس دنیا میں تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ساری دنیا کی امامت سونپی، اور ساری قوموں اور ساری برادریوں اور سارے قبیلوں کا آپ کو امام بنایا۔

قرن اول اور آج کی مساجد کا فرق

آپ کو جو چیزیں اللہ نے عطا فرمائیں ان کے اندر بھی عمومیت رکھی انہیں میں سے ایک ہے مسجد، تو اس کی عمومیت کے بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ ساری سرزمین کو اللہ نے مسجد بنایا، دنیا کی ہر جگہ ہر خطہ مسجد ہے، مسجد میں نماز پڑھی جاتی ہے، اور اگر زمین کو مسجد نہ بنایا جاتا تو زمین پر مسجد نہ بن پاتی، کہیں سفر پر جارہے ہیں، اور مسجد قریب میں نہیں ہے تو مصلی بچھایا نماز شروع، اور اگر مصلی بھی نہیں ہے تو زمین پر ہی نماز پڑھ لی، بلکہ پہلے تو زمین پر ہی لوگ نماز پڑھتے تھے مسجد نبوی میں مصلے نہیں تھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو سید الاولین والآخرین ہیں ان کے بارے میں خود آتا ہے کہ بارش میں سجدہ کرتے تھے تو کیچڑ آجاتا تھا پیشانی پر، اس طرح نماز پڑھا کرتے تھے، تو اندازہ لگایئے اس زمانہ میں مسجدیں کیسی سادی اور عام ہوا کرتی تھیں، کہ اس میں لوگ نماز پڑھتے تھے اور کوئی زیادہ اہتمام نہیں کیا جاتا تھا اور آج کل ہم لوگوں نے یہ دیکھنا شروع کر دیا کہ ہمارے کپڑے اچھے ہیں اور ہم ٹھیک رہیں اسی

لیے مسجدوں کو ٹھیک کیا جارہا ہے، اس کو حالانکہ الٹا کر دینا چاہیے تھا مسجدیں اس لیے بناتے کہ اللہ کا گھر ہے اس لیے بلند کی جائیں اور جو بلندی کے کام ہیں اس میں وہ کئے جائیں آیا ہے ﴿يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ﴾ (البقرة: ١١٤) مسجدیں تو اس لیے ہیں کہ اس میں اللہ کا نام لیا جائے لیکن اب ہو یہ گیا ہے کہ ہم نے ابتداء تو مسجدیں اس لیے بنائیں کہ کپڑے اچھے اچھے پہنتے ہیں، تو ہمارے کپڑے خراب نہ ہوں اسی وجہ سے پہلے لوگ جوتے ان کے چپل صاف ہوتے تھے گندگی ہوتی نہیں تھی سڑکوں پر تو چپل کے ساتھ ہی مسجد میں آجاتے تھے اور ویسے ہی نماز پڑھ لیتے تھے تو سادگی میں آتے تھے اور اللہ کے حضور میں کھڑے ہو کر چلے جاتے تھے اور اگر سفر پر جارہے ہیں تب بھی ان کو کوئی پریشانی نہیں ہوتی تھی اطمینان سے اترے، اور کنکروں کو پھونک ماری اللہ اکبر نماز شروع، لیکن چونکہ ہم لوگوں کے اندر عجیب بات ہے اس وجہ سے ہم لوگوں نے مسجدوں کو بہت اعلیٰ بنانا شروع کیا مگر عربوں کو اللہ تعالیٰ نے چونکہ سادگی دی ہے تو عربوں کی مسجدیں شروع میں اب تو وہاں بھی نہیں ہے، پہلے یہ تھا کہ سادہ مسجدیں بناتے تھے اور سادگی سے نماز پڑھتے تھے۔

اصل دین پر عمل کرنا ہے

مجھے بھی ایک جگہ تجربہ ہوا سعودی میں، میرے ساتھ کچھ عرب تھے وہاں کے اور بڑے اچھے کپڑے پہنے ہوئے تھے ایک جگہ نماز کا وقت آگیا اور مدینہ جارہے تھے راستہ میں بالکل چٹیل میدان، اور سڑک بھی تپ رہی تھی جب اترے تو ہم کو تکلف ہوا نماز میں، کیونکہ ہمارا اثر ہندوستانی اور وہ عرب تھے انہوں نے کچھ نہیں دیکھا اور ہم سے اچھے کپڑے پہنے تھے لیکن ایک عرب آگے بڑھا اور رومال سے جھاڑ کر سڑک پر اور کہا اللہ اکبر اور میں بھی کھڑا ہو گیا، لیکن دیکھا کہ بالکل جھجک نہیں ہوتی، اس لیے کہ ان کے نزدیک نماز زیادہ قیمتی ہے کپڑوں سے، تو یہ وہ سادگی ہے جو اسلام کی دین ہے، ہم اس کو بھول گئے، اب ہم مسجدوں کو دیکھنے لگے مسجدیں کیسی ہیں؟ ایسا نہیں ہے حالانکہ کہ

مسجد معمولی تو نماز کم قبول ہوگی؟ بلکہ اس کے برعکس تو ہوسکتا ہے کیونکہ اگر نقش ونگار زیادہ ہوتے ہیں تو آدمی نماز کو بھول جاتا ہے، مسجد ہی کو دیکھتا ہے، اور یہ بات یاد رکھیں کہ جب لوگ مسجدوں کو دیکھنے لگیں تو وہ مسجدیں گڑ بڑ نہیں نسب گڑ بڑ ہوتا ہے، یہ کیا کوئی عجائب خانہ ہے؟ جس کو آپ دیکھنے آرہے ہیں؟ نہیں مسجد نماز کے لیے ہے اگر آپ نماز پڑھنے آرہے ہیں مسجد میں تو وہ مسجد اچھی ہے اور اگر مسجد دیکھنے آرہے ہیں فلاں مسجد بڑی اچھی بن گئی ہے تو یہ بات اچھی علامت کی نہیں ہے، یہ تو قیامت کی علامت ہے، کہ آخری دور میں مسجدوں کو سجایا بہت جائے گا، اور مسجدوں کو نقش ونگار سے خوب بنایا جائے گا اور یہ اس بات کی بھی علامت ہے کہ جب اندر کی مایا لٹ جاتی ہے تو آدمی ظاہر میں پڑ جاتا ہے جو بہت بڑا آدمی ہوتا ہے وہ دکھاوا نہیں کرتا، اسی لیے جو بڑے عالم ہیں وہ اپنے علم کا اظہار نہیں کرتے، اور جو معمولی مولوی ہیں وہ بڑے دعوے کرتے ہیں، ایسے ہی جو پہلے دولت والے رہے ہیں، ان کو اظہار میں زیادہ دلچسپی نہیں ہوتی تھی ان کے پاس تو ہے ہی اور جن کو نئی نئی ملتی ہے تو وہ بہت اظہار کرتے ہیں۔

عمومیت کو تقسیم کرنے کا حق نہیں ہے

ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ایسا بنایا ہے، کہ وہ ہر لائن اور اعتبار سے غیر معمولی ہے اب اس کو خارجی طور پر بنانے کی ضرورت نہیں ہے، تو یہ امت عمومیت کی حامل ہے اور مسجد بھی، اب اگر ہم نے مسجد کو بانٹ دیا یعنی یہ مسجد فلاں محلّہ والوں کی ہے یہ فلاں برادری والوں کی ہے یا فلاں نسبت رکھنے والوں کی ہے تو سمجھ لیجئے کہ وہ مسجد بے کار ہوگئی، اس لیے کہ مسجد تو اللہ کی ہے، نہ ہماری ہے نہ آپ کی ہے، نمازی کی ہے، اور اس لیے ہے کہ آدمی اچھی باتیں کرے، تو اللہ نے امت کی ہر چیز میں عمومیت رکھی ہے لیکن یہ عمومیت اسی وقت حاصل ہوگی جب اس کی بنیاد تقوی پر رکھی جائے ﴿لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى﴾(التوبۃ:۱۰۸) ایسی مسجد پھلتی پھولتی ہے یعنی وہاں خوشبوئیں آتی ہیں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ کھانے والے آئیں اور لینے والے آئیں پہلے اپنی ناک کو صحیح

کریں اور لینے کی صلاحیت پیدا کریں تو پھر مسجد میں داخل ہوں خوشبو محسوس ہوگی، اور نماز پڑھیں گے تو رس محسوس ہوگا، جب اللہ کے کلام کی تلاوت کریں گے تو زبان میں مٹھاس آئے گی، اور اندر جائیں گے تو یہاں کی فضا آپ کو کھینچے گی۔

مسجد بنانے کے ساتھ تعلق بھی ویسا ہی رکھو

آج مسجدیں تو بنادیں پل بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے، یہ تو بہت ہوگیا شاید اتنی مسجدیں چودہ سو سال میں نہ بنی ہوں لیکن کیا ہمارا تعلق بھی مسجد سے ویسا ہی ہوگیا مضبوط جیسے ہونا چاہیے تھا؟ نہیں، حالانکہ معلوم ہونا چاہیے کہ ایک اینٹ بھی اگر کوئی مسجد میں لگوادے تو وہ بھی بنى الله له بيتا في الجنة(صحيح مسلم في باب فضل بناء المسجد والحث عليها) کا مستحق ہوگا کیونکہ ان کے یہاں اس کے لیے کنٹرولنگ نہیں ہے، اسی طرح سے جو پانچوں وقت مسجد آباد کرتا ہے، تو اس نے تو ایک مرتبہ لیا یہ تو پانچ مرتبہ لینے آرہا ہے اور نہ جانے کتنا لے کر جارہا ہے، اپنے نصیب کے اعتبار سے۔

تقویٰ والی مسجد کشش رکھتی ہے

اگر مسجد تقوی کی بنیاد پر ہوتی ہے تو اس کے اندر کشش ہوتی ہے وہ کھینچ لیتی ہے اپنی طرف، جیسے کعبہ میں کشش ہے، کہ ہر شخص اس کو دیکھتا رہتا ہے اور کعبہ کے چکر کاٹتا رہتا ہے مست رہتا ہے، حالانکہ دیکھنے میں کالی چادر کالا پردہ، تو ایک تو نسبت یہ بھی ہے مسجد کی کہ جب آئے تو جھگڑے بھول جائے اور گناہ کے خیالات اس کے دل سے نکل جائیں اور پاکیزگی پیدا ہوجائے یہ نسبت ہے کعبہ کی، جس درجہ میں کعبہ سے نسبت ہوگی اسی درجہ میں یہ بات پیدا ہوجائے گی۔

مساجد کو کھیل تماشہ نہ بنائیں

قیامت کی علامت میں سے یہ ہے کہ آخری دور میں مسجدوں میں ہنگامے ہوں

گے ترفع فيه الاصوات، اور آج ہو رہے ہیں، یہی نہیں بلکہ بعض دفعہ تو پنکھے کے نیچے کھڑے ہونے کے لیے گڑ بڑ ہو جاتا ہے، زیادہ گرمی میں، حالانکہ یہ کرنا مسجد کے ادب کے خلاف ہے، تو مسجد دیکھتے ہی اس کی طرف طبیعت راغب ہونی چاہیے، اور اس میں تلاوت کرنے کا ذکر کرنے کا نماز پڑھنے کا جی چاہیے یہ ہو جائے۔

اسلام کے نظام توحید کو سمجھو

کعبہ کو اللہ تعالیٰ نے بنایا کس لیے ہے؟ صرف اللہ کی عبادت کی جائے یعنی یہ سب سے بڑا توحید کا مرکز ہے جہاں سے پانچ وقت توحید کا پیغام دیا جاتا ہے، کہ تنہا نماز ہی کو اگر آدمی دیکھ لے تو آدمی دنگ رہ جائے کیسی اللہ نے اس کو طاقت عطا فرمائی ہے؟ لیکن نماز ہم لوگ پڑھتے ہی نہیں ٹھیک سے، بس جسمانی رہ گئی ہے نماز، لیکن نماز کو وضع کیا گیا ہے تاکہ ایک اللہ کی عبادت کی جائے کہا گیا ہے ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ (الفاتحة: ٥) اے اللہ بس تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں، یہی توحید ہے۔

اللہ ہر بندے کے قریب ہے

ہمارے یہاں توحید اس وقت بڑے زور سے مار کھا رہی ہے، ہمارے دل و دماغ کے اندر شرک نے انڈے اور بچے دے دیئے ہیں، بس اتنا ہے کہ اللہ کے نیک بندوں کی دعا قبول ہوتی ہے ان سے دعا کراؤ، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کی نہیں ہوتی، کہا گیا ہے ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْب﴾ (البقرة: ١٨٦) حضرت شاہ یعقوب صاحب سے کسی نے کہا دعا کر دیجئے تو کہنے لگے مرغی پال لو، اب بے چارے پریشان، پھر کہا کہ انڈے مانگنے جاتے ہو، دوسرے کے گھر مرغی پال لو، تو تمہارے گھر میں خود انڈے ہوں گے پھر کہا یہ جو ہر ایک سے دعا کے لیے کہہ رہے ہو ارے اللہ خود تمہارے سامنے ہے دعا تو کرلو، کیا پریشانی ہے۔

ایک اور بزرگ تھے ان کے یہاں سیلاب آ گیا لوگوں نے کہا حضرت دعا فرما دیجئے سیلاب بڑھ رہا ہے کہا بہت اچھا اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے سیلاب سے اور ہم سب کو نجات عطا فرمائے، مگر پانی بڑھتا جا رہا تھا پھر دعا کرائی، تو تیسری مرتبہ انہوں نے کہا کدال لاؤ، پھاوڑا لاؤ، کھودو سب لوگ، اور جا کر انہوں نے کھودنا شروع کیا تو لوگ کہنے لگے حضرت کیا کر رہے ہیں؟ یہ تو اور جلدی پانی آ جائے گا کہا جب اللہ میاں یہی چاہتے ہیں تو میں بھی ان کی مدد کروں گا، تو بھائی ہم کیا کر سکتے ہیں؟ اللہ میاں جو چاہیں کریں، اسی کا نام تو اللہ ہے جو ہم چاہیں وہی کریں تو ہوگا کیا؟ اور یہ ہمارے اندر برادران وطن سے آیا ہے کہ پوجا کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہمارا کام ہو جائے گا ورنہ خیریت نہیں ہے، اپنے معبود سے کہتے ہیں، اور اگر کام نہیں ہوا تو اٹھا کر پھینک دیا، تو مسجدوں میں آنے والے کا عقیدہ بڑا پختہ ہو، جب مسجد میں آ گئے تو کہیں اور جانا کیسے؟ جب اللہ سے تعلق ہو گیا تو غیر اللہ سے تعلق کیسا؟ اور نماز کی روح کے ساتھ آنا چاہیے، جو کہ ختم ہوتی چلی جا رہی ہے۔

اے مسلمان تیرے حال پہ رونا آیا

اگر ایمان ہم نیا رکھیں تو غیر معمولی اس کی تاثیر ہوگی ہم نے تو ایک نومسلم سے کہا کہ آپ کی پرانی زندگی اب ختم، اور جو گناہ آپ نے کئے ہیں، وہ سب گئے، ممبئی کا نوجوان تھا تو اس نے کہا مولانا پہلے بھی بس ایک گناہ ہے اس کے علاوہ کوئی گناہ نہیں، اگر آپ اس کو گناہ کہیں تو، ہم نے کہا کیا؟ بولا میں ریلوے میں کام کرتا ہوں تو چور بہت پکڑ کر لائے جاتے ہیں، ان چوروں کی پٹائی اچھی کرتا ہوں اگر یہ گناہ ہے تو ٹھیک باقی میرے پہلے کھاتے پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے، آپ اندازہ لگائیے کہ ممبئی کا نوجوان ایسا کہے؟ آج کل کے دیندار نوجوان ایسا نہیں کہہ سکتے، حالانکہ وہ جو کفر کی حالت میں تھا اس نے اپنے کو کیسے بچایا؟ تو اندازہ لگائیے کہ ہمارا اور ان کا کیا حال ہے؟ اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہم کو مسجدوں کی صحیح قدر کرنے والا بنا دے، اور توحید کا علمبردار بنا دے۔

اللہ کو راضی کرلو

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئآت أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ، ونشهد أن لا اله الاالله وحده لا شريک له ، ونشهد أن سيدنا وحبيبنا وقرة أعيننا ومولا نا محمدا عبده ورسوله صلى الله عليه وعلىٰ آله وأصحابه وأزواجه وذرياته وأهل بيته وبارک وسلم تسليما كثيراً، أما بعد!

بزرگانِ گرامی قدر، ہمارے اسٹیج پر بیٹھے ہوئے معزز و محترم حضرات اور سامعین کرام!

اگر کسی کو بھوک لگی ہو اور کھانے پر بلانے میں نہ آئے تو کہا جائے گا بھوک لگی ہے لیکن بیمار ہے اس لیے نہیں آرہا ہے، کیونکہ رغبت نہیں ہو رہی ہے، تو ایسی بیماری میں مسئلہ بہت آگے بڑھ جاتا ہے، تو آج ہمارا بھی حال کچھ اسی طرح سے ہوگیا ہے کہ کھانا تیار ہے اور کھانے والے آتے نہیں، حالانکہ بار بار اعلان کیا جارہا ہے اب اگر نہ آئیں اور انتقال پر ملال ہو جائے تو افسوس کیسا؟ لیکن ظاہر ہے کہ جب محبت ہے تو افسوس ہوگا اور محبت ہی کی وجہ سے افسوس بھی ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے جب ایمان دیا ہے اور اسی کے نتیجہ میں یہ سارے جلسے یہ ترغیبات ہیں اور کوئی بات نہیں ہے، ورنہ آپ جانیں آپ کا کام جانے، تو یہ طریقہ صحیح نہیں ہے، کہ ہم اس طرح بیٹھے رہیں

بلکہ ہماری ذمہ داری ہے اگر ہم باپ ہیں تو اپنے بیٹے کے سلسلہ میں یہ ذمہ داری ہے کہ ہم اس کو نبھائیں اور یہی علامت ہے کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں، اور اس کے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام پر ایمان رکھتے ہیں، اور اگر یہ ایمان ہے تو یہ کرنا چاہیے اور جو لوگ یہ جلسے وغیرہ کرر ہے ہیں تو کوئی یہ نہ سمجھے اس میں ان کا کوئی فائدہ ہے اور اگر یہ بھی اس میں اپنا دنیوی فائدہ سمجھتے ہیں، تو آج ہی سے اس کو اپنے ذہن سے نکال دیں، اس میں دنیا کا کوئی فائدہ نہیں ہے، ہاں اللہ تعالیٰ جب آخرت سے اس کو جوڑ دیتا ہے تو دنیا کا فائدہ بھی حاصل ہو جاتا ہے، اور دنیا کا فائدہ یہ نہیں ہے کہ ہمارا پیسہ زیادہ آجائے ہمارے پاس عہدہ بڑا آجائے اور ہماری شہرت بہت زیادہ ہو جائے۔

ڈیوٹی پوری کرنے والے کو کوئی خوف نہیں ہوتا

جب آدمی اپنا فرض ادا کرتا ہے، تو اس کو اندر سے ایک سکون ہوتا ہے جیسے سچ والے کو ایک سکون رہتا ہے کیونکہ جو آج کہا ہے وہی کہیں گے تو ایسے ہی جو اپنی ڈیوٹی کو پورا کرتا ہے اس کو اندر سے ایک سکون ہوتا ہے وہ گھبراتا نہیں، جیسے کوئی ملازمت میں جائے اور ایک گھنٹہ پہلے چپکے سے نکل جائے ہیڈ صاحب سے چھپ کر تو بعد میں وہ ساتھیوں سے پوچھتا پھرے گا، تو کچھ تو ہماری ڈیوٹی اوپر والے کی طرف سے لگائی ہوئی ہے یہ الگ بات ہے کہ اس میں کوئی بڑے عہدہ پر ہوتا ہے کوئی چھوٹے عہدہ پر ہوتا ہے، لیکن ہر کلمہ والا اس کی ڈیوٹی میں جوائننگ ہوگئی، اب اگر ملازمت پوری کرے گا تو تنخواہ ملے گی اوپر والے کی طرف سے اور جب رٹائرمنٹ کا وقت آئے گا تو پنشن ملے گی اس لیے اب اگر کسی کو جوائننگ مل گئی ہے تو اس کو دیکھنا پڑے گا وہ کیسا آدمی ہے اس کو کلرک بنایا گیا ہے اس کو ہیڈ بنایا گیا ہے یا معمولی درجہ کا ملازم ہے، ہیں سب ملازم، اور ذمہ ان کے یہ ہے سارے لوگوں کی خدمت کریں اور انتشار وخلفشار کی دنیا سے نکال کر ان کو سکون کی نگری دکھائیں اب اگر یہ کام ہم نہیں کرتے تو گویا کہ ہم نے اپنی ڈیوٹی انجام نہیں دی، اور یاد رکھیں یہ کارخانہ اللہ کا پرائیویٹ ہے، اگر

ڈیوٹی انجام دیں گے تب تو عہدہ بڑھے گا ورنہ کان پکڑ کر باہر کر دیئے جائیں گے اور نیا اپوائنمنٹ ہو جائے گا جن کے دل ایمان سے لبریز ہوں گے اوران کے اندر ڈیوٹی کو اچھی طرح سے انجام دینے کی صلاحیت ہوگی اور پھر دنیا بھی حیرت میں پڑ جائے گی۔

معاملہ بہت خطرناک ہے

تو کھانے پر بلانے میں نہ آنا عجیب ہے اسی طرح سے یہ ادارے میں بلانے کی مثال ہے کہ ادارہ کو تو نا کافی ہو جانا چاہیے تھا یہاں تو اتنے داخلے ہوتے یہاں اتنے بچے آتے کہ یہ در و دیوار شکوہ کرتے کہ ہمارا دامن تنگ ہو گیا ذرا کمرہ اور بنوا لیجئے، اوپر کی بلڈنگ بنوایئے، اور پیسے ہم سے لیجئے، لیکن حال یہ ہے کہ زبان سے سب کہتے ہیں کہ تم ہی دیوار بنالو، تم ہی چھت ڈال لو، تم ہی لڑکوں کو پکڑ کر لے آؤ، تم ہی پڑھالو اور تم ہی پڑھا کر ان کو باہر بھیج دو، ہم سے کوئی مطلب نہیں، تو یہ بہت خطرہ کی بات ہے، میں آپ سے صاف کہہ رہا ہوں کہیں کان پکڑ کر نکال نہ دیئے جائیں اور نکالا جانا ہمارے نہ نبھانے سے شروع ہوگا، آج حالات دیکھ لیجئے ہر جگہ کے بالکل معلوم ہوتا ہے ایسا کہ روح اندر سے نکلی جارہی ہے، یہ چلتے پھرتے لاشے ہیں، جن کو انسان کہنا مشکل ہے۔

ملازمت چھینی جاسکتی ہے

یہ ذمہ داری آج کی نہیں حضرت آدم سے لیکر آج تک ہے، اور انبیائے کرام کا سلسلہ اسی لیے چلا ہے اور اس کے ساتھ اوپر والے نے ہر مصلح کے ساتھ ایک کتاب دی ہے تا کہ کتاب کو اور اس نبی کو دیکھ لیں کہ کتاب پر کیسے عمل کر رہا ہے؟ تو اللہ تعالی دستور زندگی عطا کرتا رہا ہے، لکھ کر دیا ہے، اور عمل کروا کے دکھا دیا ہے، یہ سب انتظام کیا ہے تو جنھوں نے اپنی کتابوں کی حفاظت کی وہ تو کامیاب ہوئے جنھوں نے اپنی کتابوں کو چھوڑ دیا تو آج ان کی کتابیں ان کو بھول گئیں، لیکن آج ان سب میں علم ہے لیکن نہ جاننے کی وجہ سے حالات خراب ہو گئے اور پورے کے پورے ملازمت سے

نکالے گئے تو جو دستور پر عمل نہیں کرے گا ظاہر ہے کہ اس کو بھٹکنا ہی بھٹکنا ہے، کسی نے بھی ان کتابوں میں گھٹانے بڑھانے کا کام کرلیا، یہاں تک کہ کوئی بھی یہ دعوی کرنے سے قاصر ہے کہ ہماری یہ کتاب سو فیصد اللہ کا کلام ہے۔

کتاب اللہ غیر معمولی کتاب ہے

قرآن کے پڑھنے والے یہ کہتے ہیں، اور اس پر ان کا ایمان ہے اگر وہ اس پر ایمان نہ لائیں تو وہ مومن نہیں، کہ یہ آسمان سے آیا ہے اور یہ اللہ کا کلام ہے اور اسی نے حفاظت کا ذمہ بھی لیا ہے یہاں تک کہ اس کے اندر غیر کیا خود مسلمان ہی نہیں بدل سکتے، اس لیے کہ ہزاروں کروڑوں لوگ اس کو یاد کئے ہوئے ہیں۔ تو جس نے اس کی حفاظت کی اللہ نے اس کی حفاظت کی، یہ اللہ نے فرما دیا ہے اور آسان ایسا بنا دیا ہے کہ جو یاد کرنا چاہے کرلے، اور یہ قرآن ہی کی برکت ہے، لیکن اس کا ادب ونگرانی بھی کرنی پڑے گی ورنہ اونٹ کی طرح سے یہ بھی نکل کر کھونٹے سے چلا جائے گا یہ بھی عجیب بات ہے، اور پھر یہ بھی کہ اس میں نہ باجا ہے نہ ڈی جے، پھر بھی مزا ہی مزا ہے، کیونکہ اس نے اپنے کلام کو بہت حسن دیا ہے آپ جانتے ہیں ہماری اس دھرتی پر کچھ لوگ ایسے ہیں جن کا کام ہی خلفشار پیدا کرنا ہے اور ماحول کو خراب کرنا ہے اور اتحاد کو پارہ پارہ کرنا ہے، تو انہوں نے قرآن مجید کی کیسٹ بنائی اور اس میں موسیقی کے ساتھ پڑتا تھا کہ یہ چیز مسلمانوں کے اندر عام ہو جائے، لیکن اس میں ان کی گاڑی چلی ہی نہیں، جس نے سنا پسند ہی نہیں کیا، تو قرآن کو اس کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ وہ خود حسین ہے باہر کے حسن کی ضرورت نہیں، تو سوچیے جس کا ظاہر اتنا اچھا ہو تو اس کا باطن کتنا اچھا ہوگا؟ اس لیے جو اس سے تعلق رکھتے ہیں وہ ان کو نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچا دیتا ہے۔

قرآن مکمل بھی مکمل بھی

اللہ تعالیٰ نے معجزہ کے طور پر ہم کو قرآن عطا کیا تھا لیکن آج مسلمانوں نے

قرآن مجید کے ساتھ وہ ربط نہیں رکھا جو رکھنا چاہیے تھا اسی وجہ سے آج ہر اعتبار سے ذلیل وخوار ہیں اور ذلت کے گھڑے میں جا رہے ہیں، یہ مکمل کتاب ہے مکمل کرنے والی کتاب ہے، لیکن بات یہ ہے کہ اس کے دربار میں تو آئیں، لیکن آنا بھی شاہی اعتبار سے ہونا چاہیے، یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے اگر کرے گا تو پھر اس کو خدا کی طرف سے نوازا جائے گا، لیکن بتانا پڑے گا کہ یہ قرآن ہماری کتاب نہیں بلکہ سارے سنسار کی کتاب ہے اور یہ کتاب خاص طور پر اس کی ہے جو اس کی تلاوت کرنے والا ہو عمل کرنے والا ہو اور اس کی حفاظت کے تعلق سے جو احکامات الہیہ ہیں ان کو بجا لانے والا ہو تو اسی کے لیے یہ ادارے ہیں، تا کہ اس کے معانی سمجھ لیے جائیں اور اگر یہ سمجھ میں آجائیں تو سکون ملتا ہے، اور گھر پرسکون ہو جاتا ہے، اور طرز حیات بھی مل جاتا ہے، اور رہنمائی کا سلیقہ بھی آجاتا ہے، اور پھر ایسی لذت پیدا ہو جاتی ہے، کہ ہر وقت اس کی روح رقص کرتی ہے، وہ مست رہتا ہے، اور ڈر سے دور رہتا ہے، لیکن یہ جبھی ہوگا جب ہم کسی درجہ میں اس کے سمجھنے والے بن جائیں۔

غلط عادتیں چھوڑ دیجئے

لیکن کہاں ہوگا آج تو جب کہ سب کچھ دنیا ہی کو اور پیسہ ہی کو سب کچھ سمجھ لیا گیا ہے، اپنی ملازمت کو بھول چکے ہیں، صرف دنیا سوار ہے، حالانکہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ سب تمہارا رکارڈ ہو رہا ہے، اور اس کا رکارڈ ہر ذرہ میں ہے، ہر چیز کی کیسٹ تیار ہو رہی ہے، تو ضرورت اس کتاب کو سمجھنے کی ہے لیکن جب ہم غلط باتوں کے سمجھنے کے عادی ہو جاتے ہیں، تو صحیح کے پاس جانا ہی نہیں چاہتے، کہ کہیں یہ بند نہ کروا دے ہمارا کام، اس لیے تجارت میں جھوٹ اور نہ جانے کیا کیا کرتے ہیں، حالانکہ اس کی وجہ سے نہ جانے کتنے امراض میں مبتلا ہو چکے ہیں، لیکن اب ان کی عادت پڑ گئی ہے تو چھٹائے کون؟ تو آج یہی عالم ہے کہ بس لذت حاصل کرلیں مزا اٹھالیں، حالانکہ یہ صرف ایک پھلجڑی ہے، جو جلی اور فوراً سب راکھ، لیکن یہ کوئی سوچتا ہی نہیں، تو اپنے کو

سدھارنے اور بنانے کی فکر اپنے اندر پیدا ہونی چاہیے، اور حضور جو انسان کامل تھے ان کے آئینہ میں اپنی اصلاح کریں، اگر چاہتے ہیں کہ حالات درست ہو جائیں اور گھروں میں سکون چاہیے اور لوگوں میں انسانیت پیدا ہو جائے تو ان آئین کو دیکھنا پڑے گا اور اگر ہم نے ان ناقصین کو آئیڈیا سمجھا تو یاد رکھو یہ دور کے ڈھول سہانے ہیں، قریب نہ جاؤ، یہ تو دجال کی جنت ہے، جو کہ اصلا جہنم ہے، تو جو بے حیائی کے کلچر کے ساتھ رہے گا تو دل و دماغ اس کا معطل ہو جائے گا۔

دنیا بقدر ضرورت رکھیں

ایک بات اور یاد رکھیں کہ دین کو دنیا کے تابع نہ بنایئے ورنہ عموماً جو قومیں ہلاک ہوئیں اس کا سبب یہی تھا آج اللہ کا نام بھی لیا جاتا ہے تو دنیا کے لیے اور اگر ایسا ہوا تو یہ خطرہ کی گھنٹی ہے اور یہ مشرکانہ عمل ہے جیسے وہ لوگ پوجا کرتے ہیں اس لیے کہ ان کا کام دنیا میں اچھا چلے ورنہ تو وہ بھی اپنے معبود کو بھی اٹھا کر پھینک دیتے ہیں، بال ٹھاکرے نے کیا تھا اپنی بیوی کے صحیح نہ ہونے پر اس نے پھینک دیا تھا، اخبار میں آیا تھا تو اسی طرح آج ہمارے بتانے والے بھی بتا دیتے ہیں، نعوذ باللہ، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے ایک نے کہا حضرت میں نے خواب میں دیکھا ہے مسجد میں بیٹھا پائخانہ کر رہا ہوں، تو حاجی صاحب نے فرمایا معلوم ہوتا ہے تم مسجد میں وظیفہ دنیا کے لیے پڑھتے ہو بیٹھ کر، کیا اسی لیے پڑھا جاتا ہے؟

کام کیسے بنے گا؟

اللہ سے ایسا تعلق ہونا چاہیے کہ ہمارے سارے کام بن جائیں اور اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائے پھر تو کام بننے ہی بننے ہیں، ورنہ وظیفوں سے بھی کیا ہوگا؟ تو تلاوت ہو، ذکر ہو عبادت ہو، یہ سب اللہ کو راضی کرنے کے لیے ہو، کیونکہ کسی قسم کی ملاوٹ خدا کو پسند نہیں ہے، تو دوستو! اگر ہم کچھ کرنا چاہتے ہیں تو قرآن اور رسول پاک

علیہ الصلاۃ والسلام سے تعلق جوڑنا ہوگا جن کے طفیل میں ایمان ملا ہے اور سمجھایا بھی انہوں نے ہی اور قرآن بھی انہی کے طفیل میں ملا ہے، تو جوان پر عامل ہو اس سے پوچھ کر عمل کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح عقل دے، اور صراط مستقیم پر گامزن فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

دین دنیا کے حسین امتزاج کا نام اسلام ہے

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئآت أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ، ونشهد أن لا اله الاالله وحده لا شريک له ، ونشهد أن سيدنا وحبيبنا وقرة أعيننا ومولا نا محمدا عبده ورسوله صلى الله عليه وعلىٰ آله وأصحابه وأزواجه وذرياته وأهل بيته وبارک وسلم تسليما كثيرا كثيراً، أما بعد! فأعوذ بالله من الشيطن الرجيم،بسم الله الرحمن الرحيم،﴿ رَبَّنَا آتِنَا فِيْ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِيْ الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾(البقرة: ٢٠١)

میرے بزرگو دوستو اور دینی بھائیو!

ہم اور آپ دونوں جس نبی کے ماننے والے ہیں جس اسلام کی طرف اپنی نسبت رکھتے ہیں، جس اللہ سے اپنا تعلق ظاہر کرتے ہیں، اس نے ہر مسئلہ کا حل بتادیا ہے اور ہر بگاڑ کو بنانے اور سنوارنے کا طریقہ بھی واضح فرمادیا ہے بس اتنی بات ہے کہ ہم خود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام سے پوچھتے نہیں، جس کے نتیجہ میں بگاڑ بڑھتا جارہا ہے جیسے کوئی شخص مریض ہو اور ڈاکٹر کا علاج نہ کرائے حکیم کے پاس نہ جائے تو اس کا مرض بڑھتا جائے گا حالانکہ مرض جتنا جلدی کنٹرول کرلیا جائے اتنی ہی جلدی

آدمی صحت والا ہوجاتا ہے اور جو لوگ لاپرواہی برتتے ہیں تو ان کا انجام اچھا نہیں ہوتا، اس لیے جو مرض لاعلاج سمجھے جاتے ہیں ان کا بھی حال یہ ہے کہ اگر وہ اپنے پہلے یا دوسرے اسٹیج پر ہیں اور آپ نے چیک اپ کرالیا تو پھر اس مرض کا علاج ہوجاتا ہے، یہاں تک کہ کینسر کا بھی علاج ہوسکتا ہے، لیکن اگر یہ آخری اسٹیج میں پہنچ جائے تو کیا کرسکتے ہیں؟ ورنہ اللہ کے یہاں کوئی مرض لاعلاج نہیں ہے، اس لیے کہ حدیث میں آتا ہے جو مرض بھی ہے اس کی دوا اللہ نے پیدا کی ہے، یہ بات الگ ہے کہ ہم وہاں تک پہنچ نہیں پائیں، اور ابھی تو چند پتیوں تک پہنچیں ہیں اس لائن کے ماہرین، تو اسی طرح سے اسلام میں یہ بتا دیا گیا کہ بگاڑ کتنا ہی ہوجائے لاعلاج نہیں ہے، اور مایوسی کفر ہے، اس لیے بگاڑ کو ٹھیک کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، اور اپنے علاج کی فکر کرنی چاہیے۔

آج ہماری کوششوں کا محور

اب بگاڑ کی کیا کیا شکلیں ہیں؟ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ "ان لکل أمة فتنة وفتنة أمتی المال" (مسند احمد بن حنبل)، ہر امت کا کوئی خاص فتنہ ہوتا ہے میری امت کا خاص فتنہ مال ہے اور آپ نے اسی لیے فرمایا کہ فقر و فاقہ کا مجھے تم پر ڈر نہیں، ڈر اس بات کا ہے کہ دنیا کشادہ کردی جائے گی اور تم ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش میں لگ جاؤ گے تو اس طرح دنیا تم کو لہو ولعب میں مبتلا کردے گی جیسے کہ تم سے پہلے والوں کو کیا تو آج کل اگر آپ دیکھیں تو یہی ہورہا ہے اور اسی میں ساری رسہ کشی ہے، اور اس طرح ہم سراپا دنیا بنتے چلے جارہے ہیں۔

آیت کو پورا پڑھیے

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جو میں نے آیت پڑھی ﴿رَبَّنَا آتِنَا فِیْ الدُّنْیَا حَسَنَةً وَفِیْ الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (البقرة: ٢٠١) اس میں ہے دنیا دار بھی بنو اور دین دار بھی بنو، تو اگر آپ پڑھیں تو معلوم ہوگا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے دنیا دار بنو لیکن

اچھے دنیا دار، لیکن ہم نے اس آیت کو آدھا ہی سنا، کہ ہم دیندار نہیں دنیا دار بننا چاہتے ہیں، اور اچھے دنیا دار بھی نہیں۔

دنیا کی محبت اچھی چیز نہیں

اسی لیے فرمایا حدیث میں دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے، حب الدنیا رأس کل خطیئة، (کنز العمال) کیونکہ جب یہ محبت پیدا ہو جاتی ہے، تو کسی کام کی نہیں سوجتی، حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا تھا کہ لو تعدل الدنیا عند اللہ جناح بعوضة ما سقی الکافر شربة ماء، (سنن الترمذی فی باب ماجاء فی هوان الدنیاعلی اللّٰه) اگر دنیا مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی منکر کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ ملتا، تو معلوم ہوا دنیا اس کے برابر بھی نہیں ہے، تو آج لیکن آپ دیکھ لیجئے کہ پیسے کے لالچ میں ہماری کیا حالت ہوگئی ہے اور اس پیسے نے اچھے اچھوں کو اپنی تاب میں لے لیا ہے۔

ان کی مسکراہٹوں کو نہ دیکھنا

اسی لیے کہا گیا ہے ﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ﴾ (طه: ۱۳۱) یہ جو تم کو چمک دمک نظر آرہی ہے، اس کو للچائی نظر سے مت دیکھو، اور جن کو ملا ہے ان کی مسکراہٹ سے تم پھنس نہ جانا، یہ شیطانوں کی مسکراہٹ ہے قریب جاؤ گے تو پتہ چل جائے گا اگر حال پوچھو تو یہی کہتے ہیں کہ

اوپر اوپر پھول کھلے ہیں بھیتر بھیتر راکھ

بھاگ مسافر بھاگ

کہاں چلا آیا یہاں تو، اور میں یہ تجربہ سے کہہ رہا ہوں بالکل، دور کے ڈھول سہانے، اور کچھ نہیں ہے، تو یہ ساری مسکراہٹیں اور ملمع سازیاں جو ہم کو نظر آرہی ہیں یہ سب ڈھول کا پول ہے، اوپر سے جگمگاہٹ اندر سے تاریکی، سامنے موٹر اور ''اے سی''، لیکن اندر سے

ایسی کی تیسی، یہ حالت ہے اندر، بات یہ ہے کہ اللہ نے جو دنیا ان کو دی تھی اس کے ساتھ انہوں نے اچھا معاملہ نہیں کیا، اسی لیے معاملہ ڈس بیلنس ہو گیا ہے۔

حقیقت سے آشنا ہو جایئے

دنیا جو خدا نے دی ہے تو پہلے اس کو جانیں اور پھر اپنے کو پہچانیں جب یہ کرلے گا تو "نعم المال الصالح للرجل الصالح"، (مسند احمد بن حنبل) کیا کہنے ایسے مال کے اچھے آدمی کے لیے تو وہ مال اس لیے اچھا کیونکہ دیندار اچھا، اور مال کو قرآن میں کہیں فضل اور خیر کہا گیا ہے یعنی یہ ذریعہ خیر کا ہے اور ذریعہ فضیلت کا ہے، لیکن ہم نے اس کو ملیا میٹ کردیا، تباہ کردیا، اپنی خودغرضی سے فضول خرچی سے، حالانکہ اللہ نے بتایا ہے، ﴿إِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا إِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ﴾ (بنی اسرائیل: ۲۷) قرآن کہہ رہا ہے وہ شیطان کے بھائی ہیں، جو فضول خرچی کرتے ہیں لیکن آج کل اس میں بھی مقابلہ چل رہا ہے تو اگر یہ صحیح ہو جائے تو دنیا ہمارے پیروں کے نیچے آجائے۔

ہر ایک کے ساتھ حسن سلوک کریں

اس کے لیے ضروری ہے کہ مال کو لگائیں اور پہلے اپنے عزیزوں پر غیروں پر بعد میں ایسا نہیں ہے کہ عزیزوں سے لڑائی لڑ کر دوسروں کو بانٹتے پھرو، یہ نہیں بلکہ پہلے اپنے عزیزوں کو، اور اسی لیے کہا گیا ہے صلہ رحمی کرو، اور اس میں بدلہ نہ ہو، بلکہ کوئی برا سلوک کرے تو بھی تم اچھا کرو، اور اگر وہ گالی دے تب بھی ہم کو برداشت کرنا چاہیے اس پر تو نقد ملے گا، اور تم کو یہ چاہیے کہ ہدیہ بھیجو ایسے کو، اس پر اور اثر پڑے گا اسی لیے خاص طور سے ان عزیزوں کو دیجیے جو کمزور ہیں، لیکن برا بھلا بہت کہتے ہیں۔

پیسہ جیب میں ہو دل میں نہیں

ایسے میں محبت دنیا کی نکل جائے گی اسی کو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا ہے کہ

پیسہ جیب میں رکھو، تو بہت اچھا ہے لیکن اگر دل میں ہے اور جیب میں نہیں، تو بہت برا ہے یعنی پیسے کی محبت نہیں ہونی چاہیے، اس کے لیے انہیں لوگوں کے پاس رہنا پڑے گا جو اس سے محبت نہ رکھتے ہوں اور اس وقت دنیا کی محبت پوری دنیا میں اس کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے، آخرت کے بارے میں تو کوئی بے چارہ سوچتا ہی نہیں، ہر شخص کے دماغ میں دنیا بھری ہوئی ہے، تو اگر آدمی یہ فرق سمجھ لے تو جنت کا مزا آ جائے گا اور سکون مل جائے گا اور پھر یہ بھی کہ اس کے سیلاب میں نہ بہیں یہ بڑے افسوس کی بات ہے، اور اس میں علماء کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے کو ذلیل نہ کریں اور غلط راستہ پر نہ پڑیں، اور نہ ڈالیں، تو اگر یہی ٹھیک ہو جائیں تو بہت کچھ ٹھیک ہو جائے، اور اسلام کوئی پاپائیت کا مذہب نہیں ہے بلکہ ہر شخص کی ذمہ داری ہے یہاں پر، اور ایسا نہیں ہے کہ اللہ نے نظر انداز کر دیا ہو دنیا کو بھی، بلکہ کہا ﴿وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا﴾ (القصص: ۲۸) جو تمہارا حصہ دنیا میں ہے اس کو مت بھولو، کیونکہ دنیا میں رہنا ہے، لیکن دنیا میں مت ڈوبو، دونوں میں فرق ہے، جس طرح کشتی پانی پر تیرتی ہے، آپ بھی دنیا پر تیرتے چلے جایئے اور پار کر جایئے سمندر، نہ آپ کو پانی لگے گا اور اطمینان سے آپ پار ہو جائیں گے تو جو دنیا میں رہتا ہے لیکن اثر نہ پڑ پائے کسی بھی چیز کا کسی بھی چیز میں، اور اگر یہ پیسہ دین میں گھس جائے تو وہ علم کو بھی برباد کر دیتا ہے قرآن بھلا دیتا ہے۔

مسلمانوں کے زوال کا سبب

حضرت مولانا عبد الشکور صاحب کا شیعوں سے مناظرہ ہوا تو آپ نے کہا تمہارے یہاں کوئی حافظ نہیں ہوتا، کہا نہیں ہوتے ہیں، کہا لے آؤ، تو بڑی مشکل سے ایک ملا، جب پڑھوایا اس سے مولانا نے تو پڑھ ہی نہ سکا، الغرض اور لوگوں کو بھی پیش کرنا چاہا، لیکن کسی سے نہ ہوا بعد میں وہ حافظ مولانا سے ملا اور کہا مولانا میں سنی ہوں، اور شیعوں نے مجھے پیسے دیئے تھے اور بڑا اچھا حافظ ہوں لیکن اس بدعملی کے نتیجہ میں کچھ بول نہیں سکا، سب بھول گیا، تو آپ اندازہ لگایئے کہ اللہ نے اس قرآن کی

بھی حفاظت اپنے ذمہ کس طرح سے لی ہے، جو اس میں گڑ بڑ کرے گا وہی گڑ بڑ ہو جائے گا، اور آج مسلمانوں کے بگڑنے میں یہی وجہ ہے کہ قرآن سے ہم ہٹ چکے ہیں، اسی لیے آج ہمارا ایمان جا رہا ہے، اور گھروں سے برکتیں اٹھ چکی ہیں، حضرت مولانا نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ نام تو عبدالرحمٰن ہے لیکن پتہ نہیں اللہ میاں کے رجسٹر میں کیا لکھا ہوا ہے کچھ پتہ نہیں، اب اللہ کے ولی ہونے کے لیئے کیا ہے بس حلال کھاؤ، اور اتباع سنت کرو، اللہ کے ولی بن جاؤ، بہت آسان نسخہ ہے، لیکن کھائیں صحیح ہی، ورنہ حرام لقمہ بم ہے، تہس نہس کر دے گا اندر جا کر، تو بس ہم صحیح دنیادار بن جائیں اور صحیح دین دار بن جائیں، اسی کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے جو میں نے شروع میں عرض کی، اور اگر اس پر عمل کر لیں، تو ہر چیز نارمل ہو جائے گی، ختم نہیں ہونی چاہیے، یہ بھی خراب ہے، بلکہ نارمل رہنا چاہیے، اسی کا نام ہے حسنہ، اگر ہم یہ کر لیں گے تو انشاء اللہ دنیا بھی بن جائے گی آخرت بھی بن جائے گی۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

اسوۂ نبوی کو نمونہ بنائیں

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئآت أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له ، ونشهد أن لا اله الاالله وحده لا شريك له ، ونشهد أن سيدنا وحبيبنا وقرة أعيننا ومولانا محمدا عبده ورسوله صلى الله عليه وعلىٰ آله واصحابه وأزواجه وذرياته وأهل بيته وبارك وسلم تسليما كثيرا كثيراً، أمابعد!

برگان گرامی قدر اور سامعین کرام!

ہم سب یہاں پر اچھے اور نیک کام کے لیے جمع ہوئے ہیں، اور نیک کام کے لیے بلانا بھی نیک کام ہے، تو ایسے میں نیک کام کی توفیق دینے والا نیک کام کی توفیق دینے کے بعد انعام بھی دیتا ہے، اور دنیا میں نیک کام کی توفیق بڑھ جاتی ہے، اور اچھے کام کرنے کے بعد آدمی مطمئن ہوتا ہے، برا کام کرنے کے بعد آدمی پریشان ہوتا ہے تو جب آپ اور ہم دونوں نیک کام کے لیے جمع ہوئے ہیں تو پریشانی نہیں ہونی چاہیے، آپ کو بھی اطمینان کے ساتھ رہنا چاہیے، اور دوسروں کو بھی، اس لیے کہ جن کو توفیق مل گئی ان کو مزید ملے گی اور اوپر والا مزید اس پر انعام دے گا لیکن اس میں بھی اصل مسئلہ نیت کا ہے اور اس سے بھی آدمی چھوٹا بڑا ہو جاتا ہے، ایسے ہی جب کو الٹی ہوتی

ہے تو وہ سب پر حاوی ہوتی ہے اور جو کوانٹٹی ہوتی ہے وہ دیکھنے میں زیادہ ہوتی ہے، لیکن حقیقۃ کم ہوتی ہے، اس لیے کوالٹی پر نگاہ ہونی چاہیے، تو ہم کو ان جلسوں میں سننا چاہیے اور سننا بھی اس طرح سے کان سے سن کر دل میں پہنچے، تو بات اگر ہم میں یہ پیدا ہو جائے تو تھوڑا بھی بہت ہو جائے گا اور گھر میں کمانے والے کم افراد کھانے والے زیادہ ہوں تو کمانے والوں کو محنت سے زیادہ کمانا پڑتا ہے کیونکہ کھانے والوں کو کھلانا ہے ،اور ہر کمانے والا شخص اس کو جانتا ہے اس کے اپنے سر پر بوجھ ہونے کی وجہ سے۔

حالات اور سیرت النبی جائزہ لیں

یہ بات ذہن مین ہونی چاہیے کہ آج بیٹھ کر دیکھنے والے زیادہ ہیں، محنت کرنے والے کم ہیں، اور پروپیگنڈہ کرنے والے زیادہ ہیں، اور اخلاص کے ساتھ محنت کرنے والے کم ہیں، تو ایسے میں ہماری ذمہ داری کتنی بڑھ جاتی ہے، اور ہم چونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے ہیں، تو انہی کو دیکھنا چاہیے کہ کتنی تکالیف انہوں خود انہوں نے برداشت کیں خود فرماتے ہیں، ما أوذی أحد مثل ما أوذیت، (کنزل العمال) آپ جانتے ہیں طائف کا منظر تو جو طائف میں تکالیف پہنچی تھیں، اس کا اندازہ بھی ہم اور آپ نہیں کر سکتے تھے حالانکہ آپ طائف میں توقعات کے ساتھ گئے تھے اگر کوئی توقعات کسی سے رکھے اور پھر ٹھیس پہنچے تو دل پر کیا گزرتی ہے؟ اسی لیے آپ کے قدم مبارک ہی نہیں بلکہ دل بھی لہولہان ہوا جس کی بناء پر رحمت جوش میں آ گئی، جبرئیل آ گئے اللہ کی رحمت جوش میں آ گئی، اور اس کے بعد پھر پورا واقعہ ہے آپ جانتے ہیں، لیکن یاد رکھیں اللہ جس سے چاہتا ہے کام لیتا ہے، جاپان کا حال دیکھ لیں جو کہ ٹیکنالوجی کے ماننے والے خدا کے منکر تھے کہتے تھے کہ کوئی ہمارا کچھ کر نہیں سکتا، سونامی آئی، تو کچھ بھی نہیں بچا، اور حال کیا تھا کہ ساری دنیا ان کا لوہا مانتی تھی تو اللہ میاں نے وہیں دکھا دیا کہ تمہاری قدرت میں کیا کیا ہے؟

اگر اللہ کے لیے کہنا آجائے

دنیوی نمونہ بھی ہم کو دعوت کے لیے دیکھنا چاہیے کہ انہوں نے ہر موقع پر کیسے عفو ودرگزر کا معاملہ کیا، ذات کی خاطر نہ ہو یہ یاد رہے، جیسے حضرت ابوسفیان بن حرب آپ کے ہم شکل ہیں اور چچا تھے انہوں نے فتح مکہ سے پہلے دین کو نقصان پہنچایا تھا لیکن بعد میں جب تنہا میدان میں حضور کی سواری کی لگام پکڑے رہ گئے تو آپ نے سب معاف فرمادیا اور اس میں بھی غصہ جو آپ نے فرمایا تھا وہ دین کے لیے ہی فرمایا تھا لیکن آج اس کا بالکل الٹا کر دیا، تو ہم اگر بات کو اپنے لیے کہیں گے صحیح بات تو پھر تھک بھی جائیں گے لیکن اللہ کے لیے کہیں گے تو نہیں تھکیں گے تو ہمارا کام یہ ہے کہتے رہیں یہ نہیں کہ بدلنا ہے بدلنا تو خدا کے ہاتھ میں ہے اور ہم کو انعام اللہ کے لیے ہی کہنے پر ملے گا، اور وہاں معاملہ پرائیویٹ لمیٹیڈ نہیں ہے، وہ تو جتنا چاہے دیتا ہے دیتا ہی چلا جاتا ہے، اس کو تو بس کن کہنا ہے فیکون ہو جاتا ہے، جیسے آج کل ہوتا ہے کہ Window کھولو فوراً پہنچ جاؤ، تو اللہ میاں کا معاملہ کیا ہوگا سوچ نہیں سکتے۔

اس وقت ضرورت کن چیزوں کی ہے؟

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتادیا کہ اگر عذاب سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو استغفار کرتے رہیے، اور اس وقت دنیا میں رحمت بن کر رہنے کی ضرورت ہے کیونکہ

عالم یہ جل رہا ہے برس کر بجھائیے

تو نہ جانے اس وقت کن کن چیزوں میں سارا عالم جل رہا ہے، کن کن چیزوں میں مبتلا ہے اور سب غم میں پڑے ہوئے ہیں، وہ مسلمان بھی جن کو ہر وقت خوش ہی رہنا چاہیے، وہ بھی غم میں ہیں، اس کو دور کرنے کے لیے صلہ رحمی بھی ضروری ہے، لیکن آج ہر گھر میں لڑائی ہے کوئی گھر ایسا نہیں ہے اس سے محفوظ کہیں بھی، تو یہ کون سا دین ہے؟ فرمایا تو یہ تھا کونوا عباد اللہ اخوانا، (مسند احمد بن حنبل) حضور نے تو

فرمایا تھا، کہ بہت برا ہے وہ شخص جو اپنے ہی باپ کو گالی دے تو صحابہ دنگ کہ یہ کیسے ہوگا ؟ تو آپ نے فرمایا کہ تم دوسرے کو دوگے وہ لوٹ کر تمہیں کو دے گا، تو گویا کہ تم نے خود کلہاڑی ماردی، تو اب سمجھنے کی ضرورت ہے انسان کھلے عام آپ ہی باپ کو برا کہتا ہے ڈنڈے سے، مارے جانے کی خبریں آتی ہیں، اور یہ سب ہے پیسہ کی ہوس، جس کے جیسا تاریخ میں شاید قارون کے علاوہ کوئی بھی نہیں ہے سوائے ہمارے، تو ہم کو اس میں نبی کا اکابر کا نمونہ یاد رکھنا چاہیے، کتنے افسوس کی بات ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کہ ہم تو جا نگلیں گے اور دوسرے کھانا دیکھ بھی نہ سکیں، سب کو برابر ہی کھانا ہے، بلکہ زیادہ کھانے سے اور اس کے چکر میں کسی کا بھی دماغ حاضر ہی نہیں رہتا، صرف کمانا ہی سوار ہے، تو ہم کو سیرت اور صحابہ کے حالات دیکھتے رہنا چاہیے اور ان کے نقطہ نظر کو ہر چیز میں دیکھیں، تب ہم کو سکون ملتا ہے، کیونکہ یہ نسخہ جو اس میں ہے وہ طبیب اعظم نے بتائے ہیں، جن سے بڑھ کر کوئی طبیب نہیں ہے، تو اللہ سے محبت ہو آپ سے ہو، آپ کی سنت سے محبت ہو تو ہم کو دنیا اور آخرت میں کامیابی ملے گی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے اور صحیح طور پر اتباع سنت کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمین.

دو راستے اور دو طرح کے لوگ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام علىٰ سيد المرسلين الأولين والآخرين امام الأنبياء والمرسلين خاتم النبيين محمد بن عبد الله الأمين وعلىٰ آله الطاهرين وصحبه الغر الميامين وعلى من تبعهم ودعا بدعوتهم الىٰ يوم الدين، أما بعد!

میرے بزرگو، دوستو اور دینی بھائیو!

قصہ حضرت آدم اور ابلیس کا

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو آسمان وزمین سے سجایا، اور اس کے اندر جو فائدے کی اور نفع کی چیزیں تھیں اس کو پیدا کیا اور پوری زمین پر ان کو پھیلا دیا جب یہ سارا کام ہوگیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو اس زمین پر بسایا، یعنی حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو جنت سے یہاں بھیجا، اور اتنا تو سب جانتے ہی ہیں کہ حضرت آدم کو اللہ تعالیٰ نے جنت میں رکھا تھا اور ان کی بیوی حضرت حوا کو وہیں ان کے ساتھ رہنے کا حکم دیا تھا، لیکن امتحان اسی وقت سے شروع ہوگیا تھا اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا تھا کہ اس درخت کا پھل مت کھانا، اس کے قریب بھی نہ جانا ﴿لَا تَقْرَبَا هَـٰذِهِ الشَّجَرَةَ﴾ (البقرة: ۳۵) قرآن مجید کہتا ہے دونوں کو حکم دیا گیا کہ اس کے قریب مت جانا، لیکن

اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہے، حضرت آدم کو شیطان نے جو پہلے ہی سے ان کی دشمنی پر آمادہ ہو چکا تھا جب کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کا پتلہ بنایا اگر چہ اس وقت تک ابلیس فرشتوں کی سرداری کرر ہا تھا، اور بہت اونچا مقام اس کو حاصل تھا لیکن جب حضرت آدم کا پتلہ بننا شروع ہوا تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کے دل میں کھٹک اسی وقت سے پیدا ہوگئی کہ یہ تیسرے کون صاحب آنے والے ہیں؟ اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم کا پتلہ بنایا تو یہ بھی کشاں کشاں بات پہنچ گئی کہ یہ بہت اونچے مقام کے بزرگ ہیں اور ایسا ہو سکتا ہے کہ سارے فرشتوں کو حکم دیا جائے کہ ان کو بڑا مانو تو یہ چیز ایسی ہے کہ جس سے اکثر لوگوں کے دل و دماغ میں کھٹک پیدا ہو جاتی ہے، تو اس کے دل میں یہ کھٹک پیدا ہوگئی، یہ تیسرے کون صاحب آنے والے ہیں؟ اور جب حضرت آدم کا پتلہ بن کر تیار ہوا اور اللہ تعالیٰ نے روح پھونکی، تو سارے فرشتوں سے کہا ان کے آگے جھک جاؤ، ان کو بہت کچھ ہم دینے والے ہیں، بہت سے کمالات سے نوازنے والے ہیں، غیر معمولی ذمہ داریاں ان کے اوپر ڈالنے والے ہیں، اور ان سے اپنا کام لینے والے ہیں، تو فرشتے ظاہر ہے کہ چوں چرا کرنے کی ان کے وہاں گنجائش ہی نہیں تھی، فوراً سربسجود ہو گئے، لیکن ابلیس الگ کھڑا رہا، اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا تو کھٹ سے اس نے بات کہی ﴿خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ﴾ (الأعراف: ۱۲) پروردگار! آپ نے ان کو مٹی سے بنایا مجھے آگ سے بنایا تو اب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ نیچے جانے والی چیز کے آگے اوپر آنے والی چیز ہی جھک جائے ، اب اس بے چارے کو یہ نہیں معلوم تھا کہ اوپر جو چیز ہوتی ہے وہ ہوا میں تحلیل ہو جاتی ہے اور جو نیچے جاتی ہے وہ گل کھلاتی ہے، پھل پیدا کرتی ہے، اور جو چیز اوپر رہتی ہے وہ بگڑ جاتی ہے، جو اندر جاتی ہے اس کے اندر غیر معمولی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ دانہ جب اندر جاتا ہے تو اس سے پیڑ نکلتا ہے، اور کھاد ڈال دی جاتی ہے تو وہ پھول کھلاتی ہے، اور جیسی کھاد ہوگی ویسی ہی پھل کے اندر مٹھاس بھی آجائے

گی ،تو زمین کے اندر تو اللہ نے غیر معمولی صلاحیت رکھی ہے، کہ خراب کو اچھا کر دیتی ہے، اور اچھے کو بہت اچھا کر دیتی ہے،تو زمین کے اندر اللہ نے یہ صلاحیت رکھی ہے،تو اللہ تعالیٰ نے آدم کو خاک سے بنایا، اور اس کو آگ سے بنایا، لیکن اس نے الٹا سمجھا، اور جس کے دل میں کھونٹ ہوتا ہے وہ ہر چیز کو الٹا ہی سمجھتا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو بہت ممتاز اتنا بڑا اونچا مقام رکھتا تھا اس کو نکالا گیا، اور یہ بتا دیا گیا جو گھمنڈ میں مبتلا ہوگا جو تکبر میں مبتلا ہوگا جو اپنے کو بڑا سمجھے گا، بڑا کہلانے کی کوشش کرے گا تو اللہ کی بارگاہ میں اس کو نیچا کر دیا جائے گا، اور نیچا ہی نہیں کیا جائے گا، نکالا جائے گا، نکالا ہی نہیں جائے گا سزا دی جائے گی، اور سزا بھی سخت سے سخت دی جائے گی، یہ پیغام دے دیا اللہ تعالیٰ نے تمام آنے والے انسانوں کو، بس اسی وقت اس نے یہ کہا پروردگار! اب جو ہونا تھا وہ ہو گیا ذرا مجھے مہلت دے دے گویا کہ اللہ تعالیٰ سے چیلنج کیا اس نے، آپ مجھے مہلت دے دیں میں ان سے نپٹ لوں گا، خدا سے تو کہہ نہیں سکتا تھا، یہ کہا کہ جن کی وجہ سے یہ سب ہوا ہے، آپ دیکھئے توبہ نہیں کی اس نے بلکہ کہا یہ کہ اب تو جو ہو گیا سو ہو گیا، اور جتنے متکبر ہوتے ہیں ان کا یہی انداز ہوتا ہے، غلطی جب کرتے ہیں تو وہ بھی دوسرے کے سر رکھتے ہیں، اور اس سے لڑنے مرنے کو تیار ہو جاتے ہیں، اس نے بھی یہی کہا کہ پروردگار! ذرا سی مہلت دے دیجئے مجھے آپ، پھر تو میں ان سے نپٹ لوں گا، میں ان کی ایک ایک چیز سے واقف ہوں، کمزوری بھی جانتا ہوں ان کی کیا ہے؟ اور جب مٹی کا پتلہ بنایا جارہا تھا تو اس میں مختلف جگہوں کی مٹی آئی تھی، اور مٹی میں بھی الگ الگ اس کے اندر صفتیں ہوتی ہیں، کہا وہ میں نے سب دیکھ لیا ہے پہچانتا ہوں، کہاں یہ ٹھیک رہیں گے؟ کہاں بگڑ جائیں گے؟ آپ بس مہلت دے دیجئے، تو اللہ نے کہا ٹھیک ہے مہلت دیتا ہوں قیامت تک کرلو، جو کرنا چاہو، تو اس نے کہا ٹھیک ہے میں بھی چاروں طرف سے گھیر کر دیکھئے کہاں ان کو جہنم میں لے جاتا ہوں، چھوڑوں گا نہیں، تو اللہ تعالیٰ نے

فرمایا جہاں تک میرے خاص بندے ہیں تیرا داؤ ان پر نہیں چلے گا، اور یہ سب قرآن کہہ رہا ہے ﴿إِنَّ عِبَادِىْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ﴾ (الحجر: ۴۲) ہاں جو تیرے پیروکار ہوں گے تیری بات مانیں گے وہ تیرے دام فریب میں آئیں گے۔

اپنا وعدہ نبھانا شروع کر دیا

اب حضرت آدم کے چکر میں وہ لگ گیا اور حضرت آدم کے چاروں طرف گھومنے لگا کہ موقع کب ملتا ہے؟ تو اس نے پہلے حضرت آدم سے مختلف شکلوں میں حضرت آدم سے آکر دوستی کی۔ دیکھئے بہت غور کیجئے گا۔ کہ پہلے تو اس نے دوستی رچائی اور حضرت آدم سے آ آکر اس نے نہ جانے کیا کیا کہا؟ کہ میں تو نیچے گر گیا، کیا مقام مجھے تھا؟ اب میں کیا کروں؟ میں تو نیچے گر گیا، لیکن ایک بات تم سے کہتا ہوں کہ میں جنت سے واقف ہوں اور جنت کے تمام پھلوں سے واقف ہوں اور چپہ چپہ سے واقف ہوں، اور پالنہار نے جو کچھ جہاں رکھا ہے سب میں جانتا ہوں، یہ سب باتیں بتا رہا تھا، اور جانتا تھا کہ بڑے چاہے کتنے ہی ہو جائیں لیکن بھول تو سکتے ہی ہیں، تو حضرت آدم کے اندر یہ بات رکھی گئی تھی، بھول چوک کی، تو وہ یہ جانتا تھا کہ جب زیادہ دن گزر جائیں گے تو پٹی پڑھاتے پڑھاتے ان کی جیسی گاؤں گا اور ان کے سامنے جنت کے بارے میں بتاؤں گا، اور اپنی معلومات ان کے سامنے رکھوں گا، اور قسمیں موٹی موٹی کھاؤں گا، موٹی قسمیں جھوٹے ہی کھاتے ہیں، اکثر جھوٹ بولنے والے ہی قسمیں کھاتے ہیں، یہ سب شیطان سے چلا آ رہا ہے، اور اس کے بعد اس نے ایک دن چپکے سے کہا حضرت آدم کے دل میں بھی کھٹک تھی جیسے شیطان کے تھی کہ یہ بزرگ جو آ رہے ہیں سب سے آگے بڑھ جائیں گے اور سب پیچھے رہ جائیں گے، ایسے ہی حضرت آدم کے دل میں بھی کھٹک تھی کہ جنت میں ہیں کبھی نکالیں تو جائیں گے، یہ مسئلہ تھا، اصل میں جو چیز ہونے والی ہوتی ہے تو اندر کھٹک پیدا ہو جاتی ہے، اللہ میاں نے بھی عجیب نظام رکھا ہے، جیسے آپ نے دیکھا ہوگا ریڈیو

کو، اس میں کہتے ہیں اتنے بینڈ کا ہے، اللہ میاں نے انسان کے اندر یہ سارے پرزے رکھے ہیں تو پکڑ لیا اس نے، تو حضرت آدم کے پرزے نے بھی پکڑا، کہ ہے کچھ معاملہ گڑبڑ، نکالا جاؤں گا یہاں سے، یہاں اصل معاملہ نہیں ہے جانا ہے کہیں اور، کھٹک تھی دل میں، تو ایک دن کان میں کہنے لگا کہ میں کتنا ہی جھوٹا صحیح کتنا ہی نالائق صحیح لیکن میں تم سے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں تمہارا بھلا چاہتا ہوں اب جو ہو گیا وہ ہو گیا، اس کو چھوڑ دو، میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں، اور تمہاری اچھائی چاہتا ہوں، یہ اس نے پٹی پڑھائی، ان کے کان میں یہ بات ڈالی، اور اس پر پوری محنت کرنے لگا، اور حضرت آدم نے بھی اس سے پوچھ لیا کہ کوئی ایسا گُر بتاؤ، کہ جنت سے نکالا نہ جائے، کہا ارے مجھے سب معلوم ہے، بہت عمدہ طریقہ سے کہا، میں جانتا ہوں تم نکالے نہیں جاؤ گے، بس ذرا سا معاملہ ہے مگر سمجھ لینا کہنا نہیں کسی سے، اور کسی کو معلوم بھی نہ ہو، میں تم کو چپکے سے بتا رہا ہوں کسی فرشتہ کو خبر نہ ہونے پائے، کسی اور کو معلوم نہ ہونے پائے ہمارے اور تمہارے درمیان ہے معاملہ۔

جھوٹا کبھی کبھی سچ بھی بول دیتا ہے

ہوتا یہ ہے کہ بعض دفعہ جو پکا جھوٹا ہوتا ہے، وہ بھی سچ بول جاتا ہے، حدیث میں آتا ہے کہ ایک صاحب تھے جن کی کوٹھری میں غلہ رکھا رہتا تھا تو غلہ جب صبح اٹھے تو دیکھا کچھ غائب ہے، ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ ایک دن انہوں نے کہا میں پہرہ بٹھاتا ہوں، دیکھتا ہوں کون چراتا ہے؟ تو دیکھا کہ ایک صاحب آئے اور غلہ بھر رہے ہیں، بس انہوں نے جھٹ ہاتھ پکڑ لیا، وہ تھا شیطان، کہنے لگا اب بالکل نہیں آؤں گا، جھوٹ بولا قسم بھی کھائی، تو انہوں نے چھوڑ دیا، ان صحابی نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ حضرت آج ایسا واقعہ پیش آیا، تو آپ مسکرائے اور فرمایا وہ پھر آئے گا، دوسرے دن وہ پھر پہنچ گیا، پھر انہوں نے پکڑ لیا، تیسرے دن پھر آیا اور غلہ بٹورنا شروع کر دیا، اب انہوں نے پکڑا، اور بولے اب تم کو میں اللہ کے

رسول ﷺ کے پاس لے جاؤں گا، تو وہ کہنے لگا دیکھو مجھے چھوڑ دو میں ایک آیت بتاتا ہوں اگر اس کو تم پڑھ لیا کرو تو کوئی شیطان تمہارے گھر کے قریب بھی نہیں بھٹک سکتا، تو انہوں نے کہا وہ آیت کون سی ہے؟ کہا آیۃ الکرسی ہے، تو انہوں نے چھوڑ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پھر وہ صحابی حاضر ہوئے اور بتایا کہ اس نے یہ بھی بتایا ہے تو آپ نے فرمایا یہ بات سچ بتائی ہے لیکن ہے پکا جھوٹا۔ ہے تو جھوٹا لیکن جب پکڑا گیا تو سچ بول دیا اس نے، تو آیۃ الکرسی والا راز تو اس نے صحیح بتایا کہ وہی مار کھاتا ہے آیۃ الکرسی سے، تو اتنی بات سچ کہہ گیا۔

بہر حال اس نے حضرت آدم سے کہا حضرت میں آپ کی بڑی عزت کرتا ہوں اس وقت تو سجدہ نہ کر سکا، پتہ نہیں کیا دل کے اندر بات آ گئی اور نہیں کیا، لیکن اب تو مانتا ہوں آپ بزرگ ہیں، ہمارے بڑے ہیں، اور آپ کا میں احترام کرتا ہوں اور بتاتا ہوں راز، مگر اپنے دل میں رکھئے گا بس اپنی بیوی سے بتا دیجئے گا اور دونوں چپکے سے یہ کام کر لیجئے گا، وہ یہ ہے کہ اس درخت پر جا کر اس کا جو پھل ہے اس کو کھا لیجئے، پھر آپ نکالیں نہیں جائیں گے، جنت میں رہنے کی کنجی ہے یہ، حضرت آدم نے سن لیا، اور اندر سے کھٹکے بھی کہیں جھوٹ نہ بول رہا ہو، لیکن اس نے ایسی چرب زبانی سے بات کی، کہ انہوں نے سوچا بات تو اس نے پتہ کی بتا دی، گئے چپکے سے دونوں نے پھل کھا لیا، بس جو کھانا تھا تو ایک دم سے سارے کپڑے کٹ گئے جو پہنے ہوئے تھے، گھبرا گئے فوراً جو جنت کے پتے تھے وہ لپیٹنے لگے اور پتہ کرنے کی کوشش کی۔

حضرت آدم اور ابلیس میں فرق

اس کے بعد فوراً جب اندر سے ندامت ہوتی ہے، وہاں ابلیس میں تکبر تھا، نکالا گیا، آدم میں ندامت تھی، مٹی سے بنائے گئے تھے، وہاں جب مسئلہ آیا اور اس نے غلطی کی تو اور اکڑ گیا، ٹھان لی مقابلہ کی، اور یہاں غلطی ہوئی فوراً ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ (الأعراف: ۲۳) اور

ندامت ہوئی زبان چلتی نہیں تھی، کیا کریں کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا، تو پروردگار عالم کو اوپر سے ترس آگیا، کہ ہے تو میرا ہی بنایا ہوا بندہ، معافی مانگ رہا ہے، اور معافی اللہ کو اتنی پسند ہے اور توبہ اللہ تعالیٰ کو اس قدر پسند ہے، کہ اس پر بہت کچھ ملتا ہے، تو بس فوراً اللہ میاں نے کہا کہ آدم کے دل میں ڈال دو یہ کہیں کہ ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ (الأعراف:۲۳) اے پروردگار! بہت ظلم کیا ہم نے اپنے اوپر، بڑی زیادتی کی، اگر آپ نے معاف نہیں کیا، رحم نہ فرمایا اور مغفرت نہ فرمائی، تو ہم گئے کام سے، گھاٹا ہی گھاٹا ہے ہمارا، اور خسارہ ہی خسارہ ہے، اے پالنہار! معاف کردے، بس اللہ تعالیٰ نے کام کر دیا لیکن کہا کہ معاف تو ہم نے کر دیا ہے اب سزا اس کی اور ہے کہ اب دنیا میں جانا پڑے گا، یہاں سے جاؤ دنیا میں رہو اور وہیں کھاؤ، پیو، رہو، سہو، اور ہماری عبادت کرتے رہو، تو ہمارے یہاں تم آجاؤ گے کامیابی کے ساتھ، تو ظاہر ہے کہ حضرت آدم دھوکہ کھا چکے تھے جب دنیا میں آئے تو ان پر تو بس اللہ سے تعلق اسی کی عبادت اور اللہ سے مانگنا ہی طاری رہتا تھا ہر وقت اسی کام میں لگے رہتے تھے لیکن ابلیس چپ تو نہیں بیٹھ گیا تھا بہت دنوں تک تو روپوش رہا، غائب رہا، کہیں نظر نہیں آتا تھا، وہاں تو ہو گیا کام، کہ جہنم میں گئے نہیں، بچ گئے توبہ کر کے۔ شیطان نے کہا ٹھیک ہے تم کو نہیں چھیڑوں گا، لیکن جب نسل چلے گی تو دیکھتا ہوں۔

سارا معاملہ دل کا ہے

جب حضرت آدم اور حضرت حوا کی اولاد سامنے آئی تو لگ گیا پیچھے طرح طرح کی باتیں ان کو سمجھانا شروع کر دیا، یہاں تک کہ اس نے وہ کروا ڈالا جو آج سب سے زیادہ ہو رہا ہے، قیامت کی علامت میں سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آخری زمانہ میں موت کی گرم بازاری ہوگی تو آدم کے دو بچے تھے، ایک ہابیل ایک قابیل، ان میں سے ایک کے دل میں ذرا خرابی تھی اور ایک کا دل بہت اچھا تھا، اور معاملہ سارا دل کا

ہی ہے، یاد رکھئے جس کا دِل اچھا اس کا دَل اچھا، اور جس کا دل بگڑا ہوا اس کا سارا جسم بگڑا ہوا، اس کے اعمال بگڑے ہوئے، دل کا معاملہ ہر جگہ ہے، دل پر کیا خیالات ہیں؟ بعض دفعہ آدمی اچھے کام کرتا ہے، اور یوں سمجھتا ہے میں بہت اچھا ہوگیا، بس وہیں معاملہ سارے اعمال کا بے کار ہوگیا، اور تھوڑا بہت کیا لیکن روتا رہتا ہے مجھ سے تو کچھ ہوتا ہی نہیں، اللہ میاں نے اس کو تھوڑا قبول کر کے جنت میں پہنچادیا، معاملہ یہ ہے کہ دل ٹھیک ہونا چاہیے، تو ان میں ایک کا دل ٹھیک تھا ایک کا کھونٹ والا تھا، تو جس کا ٹھیک تھا اس نے خدا کی بارگاہ میں قربانی پیش کی، نذر اتاری، فوراً قبول ہوگئی، سچے دل سے تھی اللہ کے لیے تھی، اور اس نے دوسرے بھائی نے نذر گزاری، لیکن پہلے ہی سے کھونٹ تھا دکھاوا تھا، ریاء تھی، سمعہ تھا، شہرت کا طالب تھا، اور نہ جانے اس کے دل میں کیا کیا تھا؟ تو اللہ تعالیٰ نے کہا اس کو پھینکو اٹھا کر، قبول نہیں ہوئی۔

تو دیکھئے جب قبول نہیں ہوئی تو ابلیس کے راستہ پر پڑ گیا وہ، گویا کہ ابلیس کو اپنا گرو بنالیا تو وہاں ابلیس نے کہا تھا کہ ٹھیک ہے نپٹ لیں گے آدم تم سے، یہاں بھی اس نے وہی جملہ کہا کہ اے ہابیل! تمہاری نذر قبول ہوئی ہے میری قبول نہیں ہوئی ہے، تم سے نپٹ لیں گے ہم، یہ بالکل وہی جملہ ہے تم سے نپٹ لیں گے ہم، اور جو یہ کہے اس کو سمجھ لو ابلیس کے راستہ پر ہے، تو پھر اس نے سوچا کہ کریں کیا؟ تو اس نے سوچا کہ اس کی چھٹی ہی کر دو تو اس نے پٹی پڑھائی، کہ ایسا ہو سکتا ہے، کہ اگر اس کو ماروگے تو یہ مر جائے گا، چھٹی مل جائے گی، اطمینان سے رہنا، تنہا رہو گے کام بن جائے گا، تو اس نے اس کو قتل کر دیا، پہلے تو دھمکی دی اور کہا ماردوں گا تم کو، تو اس نے کہا ٹھیک ہے، تم مارو میں تو ہاتھ بھی نہیں اٹھاؤں گا، اور اگر مارو گے تو سارا گناہ تمہارے سر ہوگا، تم جانو تمہارا کام جانے، لیکن میں یہ کام نہیں کرنے والا، تو اب ظاہر ہے کہ جس نے حضرت آدم کا راستہ اختیار کیا اس نے ابلیس کا راستہ اختیار کیا اسی وقت سے گویا کہ دو راستے ہوگئے اب ایک راستہ حضرت آدم کا، جو ہابیل نے اختیار کیا، دوسرا راستہ ابلیس کا جو قابیل نے اختیار کیا۔

قصہ حضرت نوح کا

اس کے بعد پھر یہ دو راستے مستقل چلنے لگے، حضرت نوح نے حضرت آدم کا راستہ اختیار کیا، ان کے بیٹے نے ابلیس کا راستہ اختیار کیا، اور ان کی بیوی نے بھی ابلیس کا راستہ اختیار کیا، اور ان کی قوم نے بھی ابلیس کا راستہ پکڑ لیا، اب اس کے بعد پھر ظاہر ہے کہ جب زیادہ تکلیفیں دی گئیں، تو حضرت نوح نے بد دعا کی، اور کہا اے پروردگار عالم! ساڑھے نو سو سال ان کو سمجھاتے ہوئے ہو گئے، اب ان سے خیر کی کوئی امید نہیں، حضرت نوح نے ایک دو دن نہیں، ساڑھے نو سو سال سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے، جو پیدا ہوتا تھا نا ہنجار پیدا ہوتا تھا، ابلیس کا بچہ پیدا ہوتا تھا، تو حضرت نوح سے رہا نہیں گیا، اور کہا اے پروردگار! ان میں سے کسی کو روئے زمین پر نہ چھوڑ، ان کے ایک بچہ کو بھی نہ چھوڑ، کوئی فرد اس زمین پر بچنے نہ پائے، اے پروردگار عالم! سب کو تہس نہس سب کو تہہ و بالا کر دے، اور ظاہر ہے کہ جب نبی دعا کرتا ہے تو اللہ میاں قبول کرتا ہے، حضرت نوح سے اللہ نے کہا کشتی بناؤ، اب انہوں نے خشکی میں کشتی بنانی شروع کی، تو اب ظاہر ہے کہ سارا معاشرہ ساری سوسائٹی تو ان کے خلاف، چند لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور تماشہ ہو رہا ہے، تو انہوں نے جب بنانی شروع کی، تو مزاق اڑا رہے ہیں، کہ کشتی بنا رہے ہیں اور پانی کا نام و نشان نہیں، حضرت نوح کہتے تھے بھائی انتظار کرو، کیا ہونے والا ہے؟ لیکن سب ہنستے تھے مزاق اڑاتے تھے، جب کشتی مضبوط بن کر تیار ہو گئی، تو حضرت نوح علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے تمام لوگوں سے کہا جو ان کے ساتھ تھے کہ ہماری کشتی میں آجاؤ، اب کوئی بچنے والا نہیں ہے، ﴿لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ إِلَّا مَنْ رَّحِمَ﴾ (هود: ٤٣) اب اس وقت اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ کر کوئی نہیں جا سکتا، سوائے اس کے جس پر خداوند قدوس رحم فرمائے، تو بچے گا وہ جو نوح کی کشتی میں سوار ہوگا، اس طرح حضرت نوح نے جو بد دعا فرمائی تھی تو اچانک آسمان سے بارش ہونا شروع ہوئی، اور نیچے سے پانی ابلنا شروع ہوا یہاں تک کہ پانی

بڑھنے لگا چھتوں کو چھونے لگا، لوگ چھتوں کے اوپر چڑھ گئے، چھت سے اوپر پانی پہنچ گیا، اور پورا شہر غرقاب ہوگیا، بہت سے پہاڑ پر چڑھ گئے، موجیں ان کو نگل رہی تھیں، ان کا پیچھا کر رہی تھیں، اتنے میں حضرت نوح نے اپنے بیٹے کو دیکھا کہ وہ بھی جا رہا ہے، اور جہنم میں جلے گا صاف فرمادیا گیا اور اعلان اوپر ہی کر دیا گیا ﴿إِنَّهُ لَيۡسَ مِنۡ أَهۡلِكَ﴾ (هود:٤٦) وجہ بتادی، کہ یہ تمہارے گھر والوں میں سے نہیں رہا، کیونکہ اہل جو ہے جس کو آپ کہتے ہیں اہلیہ یعنی جس کے اندر اہلیت ہو ساتھ رہنے کی، اسی وجہ سے جب شوہر کی بیوی شوہر کا ساتھ نہ دے سکے اور آپ اس کے ساتھ ہم آہنگ نہ ہوں اور اس کے برخلاف شوہر بھی اس کے ساتھ اچھا سلوک نہ کرے، تو یہ اس کی اہلیہ نہیں اور شوہر اس کے اہل نہیں، کیونکہ اہلیت ختم ہوگئی، اور اس سے دونوں الگ ہوگئے، تو بالکل ایسا ہی معاملہ یہاں پر بھی ہے، ہے نبی کا بیٹا، اور ہے گھر والوں میں سے، لیکن رہے گا اسی وقت جب اس کے اچھے عمل ہوں، اچھے کام ہوں، گویا کہ اللہ نے اعلان فرمادیا جس کے اچھے کام نہیں ہوں گے وہ اہل نہیں ہوگا، نکال دیا گیا، تو اس طرح حضرت نوح کا بیٹا بھی نکالا گیا ﴿وَحَالَ بَيۡنَهُمَا الۡمَوۡجُ فَكَانَ مِنَ الۡمُغۡرَقِيۡنَ﴾ (هود:٤٣) اتنے میں ایک موج اٹھی اور اس کو نگل لیا، انہی کے آنکھوں کے سامنے وہ چلا گیا، تو اس طرح دو کردار اس وقت سے چل رہے ہیں۔

قصہ حضرت ابراہیم کا

یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے امامت کا درجہ عطا فرمایا، اور یہ اعلان فرمادیا کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام غیر معمولی آدمی ہیں تمام انبیاء کے والد ہیں قیامت تک کے لیے، اور کہا ہے ﴿إِنِّيۡ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَاماً قَالَ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِيۡ قَالَ لَا يَنَالُ عَهۡدِيۡ الظَّالِمِيۡنَ﴾ (البقرة:١٢٤) اللہ میاں نے کہا ابراہیم میں تم کو سارے جہاں کے لوگوں کا امام بنا رہا ہوں تو فوراً حضرت ابراہیم نے کہا ومن ذریتی؟ میری اولاد میں بھی رہے گی یہ امامت؟ تو یہ نہیں کہا کہ نہیں رہے گی، بلکہ کہا کہ

جو ظالم ونالائق ہوں گے ان کو عہدہ سے برخاست کر دیا جائے گا، اب حضرت ابراہیم کے دو بیٹے ہوئے ایک حضرت اسحاق اور ایک حضرت اسماعیل ایک اور بھی ہیں لیکن یہ دو اصل ہیں، ایک عراقی بیوی تھیں ایک مصری، عراقی کے پیٹ سے حضرت اسحاق، اور مصری کے پیٹ سے حضرت اسماعیل پیدا ہوئے، یہ دو بیٹے ہیں، حضرت ابراہیم کے، تو حضرت اسحاق کی نسل میں نبوت چلی بیٹے کے خاندان میں چلی، ایک نبوت اور ایک حکومت، دونوں چیزیں ان کے خاندان میں چلیں، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو خوب نوازا، انہی کے خاندان میں حضرت موسیٰ آئے حضرت عیسیٰ آئے، سب اسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، اور جتنے انبیاء ہیں زکریا، یحیٰ، سب اسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، دو چار کے علاوہ، تو حضرت ابراہیم کے سلسلہ میں یہ چلتا رہا قصہ۔

کماحقہ قدر نہ کر سکے

لیکن ان کی قوم اللہ کے اس انعام کو دیکھ کر بگڑ گئی، جن کا نام اسرائیل ہے، یہ حضرت یعقوب کا نام ہے حضرت اسحاق کے بیٹے یعقوب اور ان کا دوسرا نام ہے اسرائیل، جن کے نام سے آج حکومت قائم ہے، تو یہ اسرائیل انہیں کے خاندان سے ہیں، ان کو اللہ نے بہت نوازا، یہاں تک کہ یہ کہا گیا ایک جگہ اے بنی اسرائیل! یاد کرو جو ہم نے تم کو نعمتیں عطا فرمائی ہیں، سارے جہانوں پر تم کو فضیلت دی، یہ قرآن کہہ رہا ہے، اور کس میں فضیلت دی؟ یعنی تم نبوت سے سب سے زیادہ واقف، اور انبیاء تمہارے خاندان میں سب سے زیادہ، اور حکومت کی نعمتوں سے تم سب سے زیادہ مالا مال، اور بڑے بڑے حکمراں تمہارے خاندان کے، کتنی نعمتیں تم کو عطا فرمائیں، دنیا میں کوئی توحید والا نہیں تھا، تمہارے ہی خاندان میں نبوت چل رہی تھی، تو تم کو کیسے ہم نے نوازا تھا، لیکن تم نے کچھ کر کے نہیں دیا، انبیاء کو قتل کیا، اور یہ قتل کرنے کے اتنے عادی ہو گئے تھے کہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام بھی جب ان کے قبیلہ میں گئے تھے صلح کرانے کے لیے تو ان میں نہایت نالائق و بدترین اشقی القوم اوپر چڑھ گیا، اور پتھر گرا کر

آپ کو بھی مار دینا چاہتا تھا، کیونکہ خون منہ کو لگا ہوا تھا، اوپر سے چلا آرہا ہے، اسی طرح سے سود بھی کھاتے تھے قرآن مجید نے تو پوری فہرست گنائی ہے، اگر وہ بیان کیا جائے تو بڑا وقت اس میں لگے گا کہ انہوں نے کیا کیا ہے؟ کیسا تنگ کیا ہے؟ اپنے انبیاء کو، حضرت موسیٰ سے بار بار عجیب عجیب باتیں کرتے تھے تو حضرت موسیٰ اللہ میاں سے کہتے تھے کر دیجئے، ہیں تو ہمارے ہی گھر کے، تو اللہ میاں نے کہا چلو، اچھا چلو، لیکن بات یہ ہے کہ ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے، کہاں پہنچ گئے تم؟ کہاں غرق ہو گئے جا کر؟ دو خرابیاں پیدا ہو گئیں تھیں ان کے خاندان میں، ایک تو انبیاء کو کچھ سمجھتے ہی نہیں تھے۔

بدتمیزی کی حدیں پار کر گئے

ایک فرقہ ان میں ایسا پیدا ہوا جو انبیاء کو کچھ سمجھتا ہی نہیں تھا گالی دے دینا برا کہہ دینا، الزام لگا دینا، مار دینا، قتل کر دینا، الزامات ایسے کہ مثلاً: حضرت یعقوب کی اللہ میاں سے کشتی ہو گئی - اتنے نالائق تھے - اور پھر یہ نہیں کہ اللہ میاں جیت گئے، یعقوب جیت گئے، آپ اندازہ لگائیے کہ عجیب وغریب صورت حال ہے، اور حضرت سلیمان کے بارے میں لکھا ہے یہ اپنی جورو کے چکر میں کفر کرنے لگے شرک کی طرف چلے گئے، ارے نبی ہیں اللہ کے بندوں، کیا کہہ رہے ہو؟ اور نہ جانے کیا کیا الزامات ہیں؟ لمبی فہرست ہے، تو ایک فرقہ تو وہ پیدا ہوا جو اپنے بڑوں کو برا کہتا تھا الزام لگاتا تھا، قتل کر دیتا تھا۔

حدود ادب کو ہی نہیں سمجھا

دوسرا فرقہ وہ تھا جو انبیاء کو خدا بنا بیٹھا، اس قدر آگے بڑھ گئے کہ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہنے لگے پہلے کہا خدا کا محبوب پھر کہا خدا کا بیٹا، جب اس سے بھی جی نہیں بھرا تو کہنے لگے خدا ہی ہے، جو حضرت عیسیٰ کی شکل میں آگیا، اور پھر کہنے لگے ان کی ماں بھی عجیب وغریب تھیں، اور فرشتہ بھی تو انہوں نے پھر تین بنائے، جس کو اقانیم ثلاثہ کہتے

ہیں، کہ تین خدا ہیں، اور بیٹے کو اس طرح سے لکھا ہے، کہ ہے تو بیٹا لیکن خدا کا محتاج نہیں ہے، سب کام وہی کرتا ہے، اسی سے مانگو، تو اسی سے مانگ لو خدا سے مانگنے کی ضرورت نہیں ہے، اور اس کے بعد کہنے لگے تینوں برابر، لیکن تین مل کر ہوئے ایک، اور ایک سے نکلے تین، حالانکہ یہ ایسا فلسفہ ہے جو آج تک کسی اچھے سے اچھے میتھ والے کے بھی سمجھ میں نہیں آیا، ایک نو مسلم نے لکھا ہے کہ میں پہلے عیسائی بننے گیا، اور ان سے میں نے جا کر پہلے کہا کہ آپ یہ سمجھا دیجئے جو کہتے ہیں تین مل کر ہوئے ایک، اور ایک سے نکلے تین، میں مان لوں گا، تو کہنے لگے ان کو دو دن لگے سمجھانے میں لیکن دوسرے دن کہنے لگے یہ سمجھنے کا مسئلہ نہیں ہے، بس آپ قبول کر لیجئے، پھر سمجھ میں آجائے گا، کہنے لگے بس یہی فرق ہے، اسلام کہتا ہے پہلے سمجھو، پھر قبول کرو، اور تم لوگ کہتے ہو پہلے قبول کرو پھر سمجھو، یہ کون سی بات ہوگئی؟ دونوں میں یہی فرق ہے، تو انہوں نے پھر اسلام قبول کیا، اب انہوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کو اتنا بڑھایا کہ یہ خدا کے بیٹے ہیں، خدا کے تیسرے ہیں، قرآن مجید میں اس کا تذکرہ ہے۔

پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیم مساوات

لیکن حضرت عیسی پیدا کہاں ہوئے؟ کیا کرتے تھے؟ تعلیمات کیا تھیں؟ اور ان کا پیغام کیا ہے؟ یہ کچھ ان کے پاس نہیں ہے؟ صرف ایک چیز ہے جو ہر جگہ آپ سنیں گے وہ ہے کہ حضرت عیسی نے کہا کوئی ادھر تھپڑ مارے تو ادھر بھی پیش کر دو، اب لوگ متاثر ہو جاتے ہیں، حالانکہ آج تک کوئی ایسا عیسائی پیدا ہوا ہو تو بتا دو، اور اس کا مطلب یہ بھی بیان کرتے ہیں، کوئی آپ کے گھر چوری کرنے آئے تو آپ اس کے لیے دوسرا کمرہ بھی کھول دیں، اس لیے کہ مسئلہ ہے ہم کو لڑنا نہیں ہے، کچھ کہنا بھی نہیں ہے، بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر گھر میں غلط کام کرے تو وہ بھی کر سکتے ہیں، اس لیے کہ ہم کو تو حکم ہے اور

پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیم مساوات

یہ علم یہ حکمت یہ حکومت، آپ دیکھ لیجئے آج دنیا میں کیا انہوں نے اودھم مچا رکھا ہے، یہ

وہی ہیں جو کہتے ہیں ایک رخسار پر کوئی مارے تو دوسرا بھی پیش کر دو، اور کر کیا رہے ہیں؟ تو کہنے کو جو آپ چاہیں کہہ لیں، لیکن کرنے کی بات اور ہوتی ہے، تو ایک طرف یہ حال تھا اور دوسری طرف وہ تھا، تو یہ دو فرقے پیدا ہوئے۔

یہ پیشن گوئی اب پوری ہوئی

تب رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کو اللہ نے اوپر سے حکم دیا کہ اب اس نسل سے چارج لے لیا جائے، اور آخری طور پر دے دیا جائے، اور رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کو بھی گویا کہ چارج دے دیا گیا، اور ان سے لے لیا گیا، اور اس کی پیشن گوئی وہاں موجود تھی، ﴿لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ﴾ (البقرة:۱۲۴) اور یہودی بھی پیشن گوئی کرتے تھے کہ آنے والے ہیں، وہاں مدینہ میں انصار سے، اوس وخزرج سے کہا کرتے تھے گھبراؤ نہیں آنے والے ہیں، تم کو نا پید کر دیں گے، اور جب آ گئے تو انصار ہی عقل مند نکلے، جیسے ہی انہوں نے سنا فوراً پہنچے، پہلے چھ پہنچے، پھر بارہ، پھر بہتر، یہاں تک کہ اوس وخزرج کے ہر گھر میں اسلام پھیل گیا، اور جب پھیل گیا تو وہی دو دھارے ہو گئے، انہوں نے آدم والا راستہ اختیار کیا، کہ اب انہوں نے قبول کر لیا ہے، تو ہماری ٹھن گئی ان سے، اور پھر اللہ میاں نے بھی ان کا خوب پول کھولا، کہا کہ خوب جانتے ہیں، ﴿يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ﴾ (البقرة:۱۴۶) جس طرح کوئی اپنے بیٹے کو پہچانتا ہے اسی طرح یہ بھی پہچانتے ہیں، لیکن دوسری جگہ کہا ﴿جَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ﴾ (النمل:۱۴) جان بوجھ کر انہوں نے انکار کیا، اندر سے خوب جانتے ہیں کیا صحیح ہے کیا غلط ہے؟ اب آپ دیکھئے اس کے بعد جب رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کو امامت مل گئی اور مکمل طور پر حضرت ابراہیم کی امامت یہاں چمکی، اور ایسی چمکی پورا عالم منور ہو گیا

لاکھ ستارے ہر طرف ظلمت شب جہاں جہاں
ایک طلوع ہے آفتاب دشت وچمن سحر سحر

محبوب کا مقام محبوب ہی سمجھے

کیا آپ کو اللہ نے مقام عطا فرمایا آپ سے بڑھ کر ظاہر ہے کوئی نہیں ہے، آپ کے بارے میں قرآن مجید میں یوں تو تمام انبیاء کا بڑی محبت سے تذکرہ ہے، حضرت ابراہیم کا ہے ﴿وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا﴾(النساء:۱۲۵)اللہ نے ابراہیم کو دوست بنالیا، ایک بدو اعرابی تھا، وہ نماز باجماعت پڑھ رہا تھا، امام کے پیچھے، تو امام صاحب نے یہی آیت پڑھی، تو پیچھے سے بولا نماز ہی میں "اذن قرت عين أم ابراهيم" اور ہمارا حال یہ ہے کہ

زبان یار می ترکی وترکی می نمی دانم

ہمارے یار اور محبوب کی زبان تو ترکی ہے، اور ہم ترکی جانتے نہیں، بلکہ بہت سوں کا حال تو یہ ہے کہ

بھینس کے آگے بین بجائے
اور بھینس کھڑی پگرائے

تو اس نے پیچھے سے کہا کہ واہ پھر تو ابراہیم کی والدہ کی آنکھ ٹھنڈی ہوگئی ہوگی، تو جب اس کے سمجھ میں آیا، تو اس کو مزا آگیا، تو کتنی محبت سے اللہ نے ذکر کیا ہے، ابراہیم کو خلیل بنالیا، اور ﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا﴾(النساء:۱٦٤)اللہ نے موسیٰ سے کلام کیا، اور نبی پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے بارے میں کیا فرمایا؟ ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾(آل عمران:۳۱) یعنی محبوبیت ہمارے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی اتنی زیادہ ہے، کہ وہ بیان سے باہر ہے، تو اس کو کسی انداز سے بیان کیا، کہ ہمارے محبوب اس مقام پر ہیں کہ جو ان کی چال چلے وہ محبوب ہو جائے، تو جب یہ عالم ان کی چال چلنے والوں کا ہے تو ان کا عالم کیا ہوگا؟ تو یہ ہے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی امامت، آپ کی رحمت آپ کی شفاعت، آپ کی بہار، کیا کیا آپ کے سلسلہ میں عرض کیا جائے، پورا موضوع ہے۔

صحابہ معیار حق ہیں

لیکن معاملہ یہ ہے کہ کہہ دیا گیا کہ آپ کی امامت اس وقت تک رہے گی جب تک اس کو اہل لیتے رہیں گے، اور وہ کون ہیں؟ صحابہ کرام، انہوں نے اس کو لیا، تو اللہ نے کہا ﴿رَّضِیَ اللّٰہُ عَنھُم وَرَضُوا عَنہُ﴾ (المائدۃ: ۱۱۹) قرآن کہہ رہا ہے، اللہ ان سے راضی، وہ اللہ سے راضی، اور ان کو معیار بنا دیا گیا کہا گیا ﴿آمِنُوا کَمَا آمَنَ النَّاس﴾ (البقرۃ: ۱۳) اس طرح ایمان لاؤ جس طرح صحابہ ایمان لائے ہیں، اور جو جتنا بڑا صحابی ہے اتنا ہی بڑا معیار ہے، ابوبکر سے بڑھ کر کس کا معیار؟ عمر سے بڑھ کر کس کا معیار؟ بس آپ یہ سمجھ لیجئے کہ جو ان کو جتنا زیادہ برا کہہ رہا ہے، اس درجہ میں وہ بہکا ہوا ہے، بھٹکا ہوا ہے، اور زیغ وضلال میں مبتلا ہے، تو صحابہ کو معیار بنایا گیا، لیکن یہاں بھی وہی ہے کہ ﴿لَا یَنَالُ عَھدِی الظّٰلِمِین﴾ (البقرۃ: ۱۲۴) جو ظالم ہیں وہ اس عہدہ کو نہیں پائیں گے، چاہے کوئی ہو۔

صورت الگ ہے فکر وہی

آپ ﷺ کے یہاں بھی دو طرح کے لوگ پیدا ہوئے، اب نبی تو کوئی ہوگا نہیں، تو اب صحابہ کو برا کہنے والے، صحابہ کو قتل کرنے والے، صحابہ پر الزامات لگانے والے، ازواج مطہرات کو برا کہنے والے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سلسلہ میں زبان کھولنے والے تو ظاہر ہے کہ وہ اس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں جن کا میں نے ابھی ذکر کیا، اور ابلیس کا جو جتھا چلا تھا وہاں سے وہ آج پھر رنگ لا رہا ہے، اس کے ماننے والوں کا، کہ جب جی نہ بھرا تو کہا یہ خدا کے بیٹے ہیں اور اس کے بعد خدا ہی ہے، ایسے ہی ہمارے یہاں بھی کچھ لوگ پیدا ہوگئے کہ انہوں نے یہاں تک کہہ ڈالا

وہی جو مستوی ہے عرش پر خدا ہو کر
اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

جی نہیں بھرا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم محبوب تو ضرور ہیں لیکن شرک تھوڑی کیا جائے گا؟ آپ کو خدا کے برابر نہیں بنایا جائے گا، اس لیے کہ خدا خالق ہے، آپ مخلوق ہیں، ایک ہے بنانے والا، اور ایک یہ ہے بنا ہوا کوئی بھی ہو برابر تو نہیں ہو سکتے، آپ محبوب ہیں ۔

لایمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگی توئی قصہ مختصر

آپ کی ثناء تو کی نہیں جا سکتی، آپ کی حمد اور آپ کی تعریف بیان ہی نہیں کی جا سکتی، کسی کے بس میں نہیں ہے، بس اتنا سمجھ لیں کہ خدا کے بعد آپ ہی سب سے بڑے ہیں لیکن انسانوں میں، انسانوں میں خیر البشر ہیں، آپ کے برابر کوئی نہیں، نہ ہو سکتا ہے نہ ہوا ہے نہ ہوگا، یہ عقیدہ ہے، تو رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے بارے میں اس طرح کہنا یہ اچھی بات نہیں۔

کاملیت کا صحیح مفہوم

آپ غور کیجئے اگر کسی کے آنکھیں نہ ہوں، اور اس سے آپ کہیں کہ آپ عورتوں کو نہ دیکھئے گا گناہ کی بات ہے، عورتوں کو بھی چاہیے کہ وہ مردوں کے سامنے نہ آئیں، مردوں کو بھی چاہیے، کہ عورتوں کو نہ تاکیں، تو لوگ ہنسیں گے کہ نابینا سے کہہ رہا ہے، اور اگر یہ نابینا کہے میں نہیں دیکھتا تو آپ کیا کہیں گے؟ تو ایسے ہی بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں اور بشر اتنے بلند و بالا کہ کوئی ایسا نہیں، تو آپ کے اندر طاقت بھی سب سے زیادہ ہوئی، اب اگر آپ کہیں کہ اتنی طاقت ہونے کے باوجود آپ نے کبھی کسی عورت کا ہاتھ نہیں چھوا، کسی کو دیکھا نہیں، تو کیا کمال؟ اب اگر کوئی کہے کہ بشر نہیں نور ہیں، تو نور والے تو دیکھنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے ہیں، ہاں آپ بشر ہو کر نور ہیں، یہ صحیح ہے، لیکن اگر فرشتہ بتا دیا جائے تو یہ تو توہین ہے آپ کی، گویا کہ آپ نے گھٹا دیا، فرشتے تو وہ ہیں جن کے اندر صلاحیت ہی نہیں ہے اب اگر فرشتے کہیں کہ ہم تو یہ غلط

کام نہیں کرتے ،تو لوگ ہنسیں گے،اور انسان ہو کر نہ کریں تو یہ کمال ہے،اور آپ کو کمال اسی لیے حاصل ہے کہ آپ بشر ہو کر فرشتوں سے آگے گئے، جہاں فرشتوں کے قدم نہ جا سکے وہاں ہمارے نبی کے قدم گئے، یہ ہے مقام رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کا۔

باخدا دیوانہ باشی بامحمد ہوشیار

میرے بھائیو اور دوستو!ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سمجھیں ، نہ ہم کو یہود کا راستہ اختیار کرنا ہے، نہ ہم کو نصاری کا راستہ اختیار کرنا ہے، بلکہ ہم کو صحابہ کرام کا راستہ اختیار کرنا ہے صحابہ سے محبت کرنی ہے، آپ نے فرمایا "من أحبهم فبي أحبهم ومن أبغضهم فبي أبغضهم" (السنن الكبرى للنسائي) جو ان سے محبت کرے گا میری محبت کی وجہ سے کرے گا،اور جو ان سے بغض رکھے گا میرے بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا، یہی آپ نے اہل بیت کے بارے میں بھی فرمایا کہ ان سے جو محبت کرے گا میری وجہ سے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں آپ نے فرمایا "من أغضبها فقد أغضبني" جس نے اس کو ناراض کیا، اس نے مجھے ناراض کیا، "ومن آذاها فقد آذاني" (سنن البيهقي الكبرى) جس نے فاطمہ کو تکالیف پہنچائیں اس نے مجھے تکلیف پہنچائی، اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے خدا کو تکلیف پہنچائی، اور پھر خدا کی پکڑ آنی ہے، کیونکہ نبی کو تکلیف پہنچانا معمولی بات نہیں ہے، بہت ڈر کی بات ہے، نبی پاک علیہ الصلاۃ والسلام کا اتنا بلند مقام ہے کہ اگر انجانے میں بھی آپ کو تکلیف پہنچ جائے تو سارا کیا کرایا برباد ہو جائے گا، فرمایا گیا﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ﴾ (الحجرات:۲) یہ پروردگار عالم کہہ رہا ہے، کہ نبی کے پاس جب جاؤ تو آواز بلند کر کے مت بات کرو، جس طرح آپس میں چلا کر بات کرتے ہو، اور بے تکلف نبی کی بارگاہ میں آکر اس طرح بات نہ کرنا، کہ کہیں تم کو پتہ بھی نہ چلے، اور تمہارا کیا کرایا

سارا برباد ہو جائے، سارے علماء نے لکھا ہے گناہ کبیرہ سے عمل ختم نہیں ہوتا، اور آواز بلند کرنا یہ گناہ کبیرہ ہے، تو پھر قرآن نے کیوں کہا؟ بات یہ ہے کہ بعض دفعہ اس سے تکلیف ہو جاتی ہے سامنے والے کو، تو کہیں ایسا نہ ہو کہ نبی کو تکلیف پہنچ جائے اور آپ کے سارے اعمال برباد ہو جائیں، اسی لیے کنارے دو ہوتے ہیں، بڑھایا اتنا نہ جائے کہ غلط ہو جائے، گھٹایا اتنا نہ جائے کہ غلط ہو جائے، دونوں چیزیں ہیں، اور دونوں میں رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کو تکلیف پہنچتی ہے، تو دونوں مارے جائیں گے تو احتیاط کی ضرورت ہے ۔

با خدا دیوانہ باشی با محمد ہوشیار

بہت سوچ سمجھ کر کہیں کوئی بات نکل نہ جائے۔

ادب کا تقاضہ تو یہ ہے

یہاں تک کہ آپ نے اپنے زمانہ میں لفظ محمد کی بے ادبی نہ ہو جائے کسی کا نام رکھنے سے منع کر دیا، تو نام بھی آج اگر کوئی رکھے تو ادب سے لے ورنہ کوئی نہ رکھے، آج لوگ اس کو سمجھتے نہیں ہیں، محمد نام لے کر ہی بیٹے کی برائی کرتے ہیں، اس لیے یہ نام نہ رکھیں، اور اگر رکھیں تو اس کے ساتھ کوئی نہ کوئی لقب ضرور رکھیں محمد میاں جیسے، اور وہ لقب لے کر برا بھلا کچھ کہنا ہے تو کہیں ورنہ احتیاط ضروری ہے، محمد نام آتے ہی بس ہوشیار، کیونکہ محبت اور محمد دونوں لازم ملزوم ہیں، بغیر محبت کے محمد منہ سے نکلتا ہی نہیں، تو یا تو نام رکھیں تو لقب بھی رکھیں، ورنہ ہوشیار رہیے۔

محمدی بننے کے لیے............

میرے بھائیو اور دوستو! ضرورت اس سب کو سمجھنے کی ہے، اور عقیدہ کو درست رکھنے کی، عقیدہ وہی جو صحابہ کرام کا، ہمارے علمائے کرام اولیائے کرام کا، لیکن یہ بغیر جانے نہیں آئے گا، کیونکہ اولیائے کرام کے بارے میں بھی نصاری کی طرح ان لوگوں

نے گڑھ لیا ہے، حالانکہ ان کی کتابیں موجود ہیں اٹھا کر دیکھ لیجئے، لیکن وہ کوئی نہیں پڑھتا، بلکہ صرف پیران پیر اور جھوٹے واقعات ہی میں پڑے رہتے ہیں۔

میرے بھائیو! آپ نہ اسرائیلیوں کی چال چلیں اور نہ عیسائیوں کی، آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کی چال چلیں اصل تو ان کی سنت پر عمل پیرا ہو جائیں اور صحابہ کرام نے ان کا نمونہ پیش کیا ہے، ان میں سے آپ جس کو مناسب سمجھیں اس کے راستہ پر چل پڑیں، جو بھی صحابہ کے راستہ پر چلے گا کسی ایک کو بھی لے لے تو انشاء اللہ جنت اس کے لیے لکھی ہوئی ہے، کوئی روک نہیں سکتا، کیونکہ صحابہ نے اپنی زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وقف کردی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی زندگیوں کو قبول فرمالیا، اور ان کے واقعات بھی اس سلسلہ کے بہت ہیں، جن کو پڑھا جاسکتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

اصلاح معاشرہ تجدید ایمان سے وابستہ ہے

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید الأولین والآخرین امام الأنبیاء والمرسلین رحمۃ للعالمین محمد بن عبد اللہ الأمین وعلیٰ آلہ الطاہرین وصحبہ الغر المیامین وعلیٰ من تبعہم ودعا بدعوتہم الیٰ یوم الدین، أما بعد!

یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی فضل وکرم ہے جس پر ہم سب کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے، کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو کعبۃ اللہ سے نسبت رکھنے والوں محبت کرنے والوں سے ملاقات کا شرف بخشا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان ابھی ہمارے اندر موجود ہے، اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ایمان جو ہم کو عطا فرمایا ہے، تو ہم سب کی ذمہ داری یہ ہے کہ اپنے اس ایمان کی حفاظت کریں اور اس ایمان کی حفاظت کے لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے صحابہ کرام کے دور سے جو طریقہ ہے حفاظت کا وہ اختیار کیا جائے تب ہمارے اس ایمان کی اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے گا اور ایمان ایک ایسی دولت ہے کہ اگر اس پر ہم محنت نہیں کریں گے تو یہ دولت گھٹتی ہے، اور اگر محنت کریں گے تو یہ دولت بڑھے گی، اور کوئی دنیا میں ایسا نہیں ہے، جو اپنی دولت کو بڑھانا نہ چاہے، ہم سب کو اہم ترین جو دولت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے، وہ ایمان کی دولت ہے، اور اس ایمان کو بڑھانے کے لیے ہم سب یہاں پر جمع ہوئے ہیں، یہ بھی ایمان کی دولت کو بڑھانے کی ایک شکل ہے، اس کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے، حضرت معاذ نے یہ بات

فرمائی تھی کہ "اجلس بنا نؤمن ساعة" (صحیح البخاری فی کتاب الایمان) تھوڑی دیر بیٹھ جاؤ اپنے ایمان کو تازہ کرلو، اس لیے کہ ایمان تازہ ہوتا ہے کسی ایمان والے کے پاس بیٹھ کر، اس کی بات سن کر، اور ایمان والے کی مجلس میں حاضر ہوکر، اور اس سے تعلق قائم کر کے جب آدمی یہ کام کرتا ہے تو ایمان بڑھتا ہے، صحابہ کرام آپس میں بیٹھتے تھے مجلس میں آتے تھے تا کہ ان کا ایمان بڑھے۔

ایمانی چنگاری کو بڑھایئے

لیکن آج ہمارا اور آپ کا حال اس کے برخلاف ہوتا جارہا ہے، تھوڑی چنگاری باقی رہ گئی ہے جس کا یہ مظاہرہ ہے کہ آج آپ کعبہ کی نسبت سے اور کعبہ کے امام صاحب کی نسبت سے یہاں تشریف لائے ہیں، لیکن اس ایمان کو بڑھانا ہوگا، اس میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ سے تعلق قائم کرنا ہوگا، ایسی محبت کا کہ جب آپ کا نام نامی اسم گرامی آئے تو آپ کی محبت محسوس ہو، اور انسان کی انسانیت اور اس کی احسان شناسی کا تقاضہ یہ ہے کہ اپنے محسن کو کبھی نہ بھولے، اور رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام سے بڑھ کر کوئی محسن ہوا ہی نہیں ہے، اور نہ ہوسکتا ہے، تو اسی لیے جب آپ کا نام نامی آئے، تو درود وسلام پڑھنا چاہیے، اور صحابہ سے محبت ہونی چاہیے، پھر تابعین سے محبت ہونی چاہیے، اولیائے کرام سے محبت ہونی چاہیے، اور ان کے ائمہ کرام سے محبت ہونی چاہیے، اور ان کے واقعات کا مطالعہ کرنا چاہیے، کہ وہ اپنے ایمان کو بڑھانے کے لیے کس طرح کوشش کیا کرتے تھے؟ یہ ہماری اور آپ کی ذمہ داری ہے، آج اتنا بڑا مجمع یہاں آیا ہوا ہے، میں ان سے کہنا چاہوں گا کہ آج ہمارے گھروں میں ذکر ہوتا ہے، تو غلط لوگوں کا ہوتا ہے، اور اگر تذکرہ ہوتا ہے تو غلط لوگوں کا ہوتا ہے، اور محبت بھی اگر ہورہی ہے تو غلط جگہ ہورہی ہے۔

صحیح محبت پیدا کریں

آج کعبہ سے نسبت رکھنے والا جب کوئی آتا ہے تو آپ اتنی بڑی تعداد میں جمع

ہوجاتے ہیں، یہ ایمان کی علامت تو ضرور ہے، لیکن اس کو کامل کرنے کے لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ اپنے ایمان کی فکر کریں، یہ ہم سب کے ذمہ ہے، اور اپنی توجہات کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر مرکوز کرنے کی ضرورت ہے، آج بجائے اس کے کہ محبت ان سے ہوتی بلکہ محبت ہے تو ناچنے اور کھیلنے والوں سے محبت ہے، کفر والوں سے محبت ہے، بدعت والوں سے محبت ہے، لیکن جو محبت اللہ اور اس کے رسول سے ہونی چاہیے اس سے دل خالی ہوتے چلے جارہے ہیں، جس کا تقاضہ یہ ہے کہ آج اس کی محبت پیدا کریں، اس کے لیے دینی مجلسیں منعقد کریں، اچھی تقریریں کروائیں، اچھی کیسٹ سنیں، اور اچھے علماء کی باتیں سنیں، اور سیرت رسول کا مطالعہ کریں، صحابہ نے کس طرح انقلاب عظیم برپا کیا تھا، اور کیسے انہوں نے معاشرہ کا سدھار کیا تھا آج اس کے سدھار کی باتیں بہت ہیں، لیکن اپنے کو سدھارنا نہیں۔

ظاہر کے ساتھ باطن کی فکر ضروری ہے

اللہ تعالیٰ نے ہم کو ظاہر و باطن دونوں نظام سے وابستہ کیا ہے، اگر ہم ظاہر کو بنانا چھوڑ دیں تو لوگ بھاگنے لگیں گے پہچاننا مشکل ہوجائے گا، اسی لیے ہم میں سے ہر ایک صاف رہتا ہے، لیکن باطن کی فکر کسی کو نہیں رہتی، اسی لیے ہمارے جذبات دماغ صحیح ہونا چاہئیں، ہماری روحانی چیزیں صحیح ہونی چاہئیں، ہمارے اخلاق صحیح ہونے چاہئیں، ان سب کو چیک کرنا چاہیے۔

قوم بوڑھی ہو چکی ہے

اتنی بڑی تعداد آج چونکہ مسلمانوں کی ہے اور اسلام بہت دنوں سے ملا ہوا ہے ایمان والوں کے گھروں میں پیدا ہو گئے تو اسلام بھی مل گیا اسی لیے میں کہتا ہوں دن زیادہ ہو گئے ہیں اس لیے پوری قوم بوڑھی ہو چکی ہے، اور آدمی جب بوڑھا ہوجاتا ہے، تو سب چیز ہی اس کی بوڑھی ہوجاتی ہے، اس لیے چیک اَپ کی ضرورت ہے، علماء اور عوام

اور انگریزی طبقہ والے سب کے دل و دماغ کے چیک اَپ کی ضرورت ہے، کیونکہ ایسا نہ ہو کہ بڑھاپے میں ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے، دین کے بارے میں، صحابہ کے بارے میں، اولیاء کے متعلق نہ جانے کیسی کیسی باتیں کرتے ہیں؟ حالانکہ اگر صرف یہی معلوم کریں کہ ہمارا قرآن کیا چیز ہے؟ تو ہمارے اندر انقلاب آجائے۔

قرآن کی عظمت جانئے

قرآن کے اندر اللہ نے وہ طاقت رکھی ہے کہ اگر کوئی اس کو سمجھ لے تو اس کے اندر کرنٹ آجائے، اس کی آنکھیں درست ہوجائیں، دماغ بھی صحیح ہوجائے گا دل بھی صحیح ہوجاتا ہے، اس کی روح بھی صحیح ہوجاتی ہے، اس کے اخلاق بھی صحیح ہوجاتے ہیں، لیکن قرآن سے کنکشن صحیح ہونا چاہیے، یہ ہارڈ لائن ہے، اگر کوئی سمجھ کر، سیکھ کر، اس سے تعلق پیدا کرے گا تو قرآن اس کے اندر لائٹنگ پیدا کردے گا، اور اگر اناڑی بن کر آئے قرآن کے معاملہ میں اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے تو قرآن اگر اٹھاتا ہے تو دوسری طرف اٹھا کر پٹخ بھی دیتا ہے، یہ یاد رکھیں۔

تو میرے بھائیو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے ایمان کو تازہ کریں، اپنے اسلاف کی سیرت سے اور قرآن مجید کے تعلق سے کیونکہ قرآن ہی واحد ایسی آسمانی کتاب ہے جو ابھی بھی ہے اور قیامت تک رہے گی البتہ سابقہ کتابیں تھیں، لیکن یہ ہے، اور پھر اس کی حفاظت بھی اللہ ہی کے ذمہ ہے، اور یہ دراصل اسلام کے بقاء کا نظام ہے، اس لیے یاد رکھیں اگر کوئی غلط تشریح کررہا ہے، اسلام کی غلط ترجمانی کررہا ہے، دین کی من مانی کررہا ہے، تو ایک وہ عالم جو پوری بصیرت رکھتا ہے اس کو پورا حق ہے وہ ایسے شیطان کو ٹوک دے جو غلط ترجمانی کررہا ہے، تو میرے بھائیو اور دوستو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے آپ کو قرآن سے وابستہ کریں، اور دنیا ہی میں جنت کا مزا حاصل کریں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح توفیق سے نوازے۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین.

انسانی زندگی کے چند رہنما اصول

الحمد لله رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین الأولین والآخرین امام الأنبیاء والمرسلین خاتم النبیین محمد بن عبد الله الأمین وعلیٰ آله الطاهرین وصحبه الغر المیامین وعلی من تبعهم ودعا بدعوتهم الیٰ یوم الدین، أما بعد!

بزرگان گرامی قدر!

ہمارے مورث اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام جنت سے اس دنیا میں بھیجے گئے اور ان سے کہہ دیا گیا کہ دنیا میں رہ کر محنت کرنی ہے، تاکہ وہ جنت پاسکو، جہاں سے آئے ہو، یہ سب جانتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے جنت میں خطا ہوئی، انہوں نے اور ان کی اہلیہ نے اس درخت کے پھل کو کھایا اور اسی کے نتیجے میں ان کے اوپر جو جنت کے کپڑے تھے وہ نہیں رہے، ان کو پتوں سے اپنا جسم ڈھانپنا پڑا، جب انہوں نے معافی مانگی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کیا اور دنیا میں بھیج دیا اور کہہ دیا کہ اب تم کو محنت کرنی ہے، جو صحیح محنت کرے گا، وہ جنت میں واپس آجائے گا اور جس کی محنت غلط ہوگی وہ جنت سے محروم ہوجائے گا، تو چند باتیں اس سے ہم کو اچھی طرح سے معلوم ہوگئیں، ایک تو یہ کہ انسان سے غلطی ہوگی، کیونکہ انسان کا جو مورث ہے حضرت آدم علیہ السلام ان سے غلطی کرائی گئی، اسی لیے تاکہ ہر فرد بشر کے ذہن میں رہے کہ غلطی تو ہوگی اور کوئی دنیا میں ایسا پیدا نہیں ہوا جس سے غلطی نہ ہوئی ہو انبیاء کو اور انبیائے کرام کی

ذوات قدسیہ کو چھوڑ کر، انبیائے کرام کو اللہ تعالیٰ نے غلطیوں سے مبرا رکھا ہے، بہت اعلیٰ اور بالا رکھا ہے، تو وہ اس سے محفوظ تھے، لیکن دنیا میں اور کوئی انسان ایسا نہیں ہے، جس نے زندگی میں کوئی خطا نہ کی ہو، اس لیے کہ یہ خطا وراثت میں ملی ہے، اور اس کے نتیجے میں غلطیاں ہوتی رہیں گی، خطائیں ہوتی رہیں گی، گناہ ہوتے رہیں گے۔

غلطیوں پر معافی مانگتے رہنا چاہیے

لیکن اگر ہمارے اندر آدمیت ہے اور اپنے آباء سے ہمارا رشتہ قائم ہے صحیح طور سے، تو اپنی غلطیوں پر ہم معافی مانگتے رہیں گے، اور اللہ کے سامنے روتے اور گڑگڑاتے رہیں گے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام میں سے کئی کا تذکرہ اس انداز سے کیا ہے، حضرت آدم علیہ السلام نے تو کہا تھا کہ ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾(الأعراف:۲۳) اے پروردگار! اگر تو نے رحم نہ کھایا اور مغفرت نہ کی تو ہم گھاٹے میں چلے جائیں گے، اور حضرت یونس علیہ السلام نے بھی یہی بات کہی تھی ﴿لا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾(الأنبياء:۸۷) پاک ہے آپ کی ذات، بلند و بالا ہے، آپ کے زور کا کوئی نہیں، آپ تنہا الٰہ ہیں، اور میں بڑا ظلم کرنے والا ہوں، معاف فرمادیجیے، یہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا﴿وَإِلَّا تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِي أَكُن مِّنَ الْخَاسِرِينَ﴾(هود:۴۷) اگر آپ نے معاف نہیں کیا رحم نہ کھایا تو ہم گھاٹے میں چلے جائیں گے، یہ سب کہتے رہے، گویا کہ یہ آدم علیہ السلام کی اصل میراث ہے، اور اللہ کے رسول پر جو آیتیں نازل ہوئیں قرآن مجید میں ان میں خاص طور سے یہ بات فرمائی گئی۔

سارے انسان گھاٹے میں ہیں

﴿وَالْعَصْرِ، إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ﴾(العصر:۱-۲) زمانہ گواہ ہے، زمانہ کی قسم ہے، کہ انسان گھاٹے میں ہے، تو معلوم ہوا کہ ہر انسان گھاٹے میں

ہے، سوائے ان کے جن پر اللہ رحم کرے اور معاف کردے اور کس کو اللہ معاف کرے گا اور کن پر رحم کھائے گا وہ بتادیا گیا ﴿إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ (العصر:۳)

گھاٹے سے بچنے کے چار کام

جو چار کام کریں گے ان کو مغفرت کا پروانہ ملے گا، اللہ کی طرف سے رحمت ملے گی، اور وہ خسارہ اور خسران سے بچ جائیں گے، جن کے اندر یہ چار صفتیں ہوں گی، ایک عقیدہ درست کرلیں، اور ایمان لے آئیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرے گا، اور رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام بھی شرک کرنے والے کی سفارش نہیں کریں گے۔

پہلے ایمان وعمل صالح کی ضرورت ہے

تو پہلے تو ایمان والا بن جائے یعنی اپنے ایمان کی اصلاح کرے، صحیح ایمان آجائے، دوسرے عمل صالح پر عمل کرنے والا بن جائے، اور عمل صالح وہ ہے جو رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے کرکے دکھایا ہے یا بتایا ہے، یا صحابہ کرام نے اس کو اختیار کیا ہے، اور اللہ کے رسول نے پسند فرمایا ہے وہ عمل صالح ہے، ہم جس کو عمل صالح کہیں یا آپ کہیں وہ عمل صالح نہیں ہے، اس لیے ہوسکتا ہے کہ آپ کا ذوق خراب ہوگیا ہو، آپ کہیں کہ میری پسند یہ ہے تو نہ میری پسند نہ آپ کی پسند، اور محبت میں بھی یہ ہوتا ہے اس لیے کہا گیا اللہ کے رسول نے فرمایا کہ مجھ سے محبت کرو، کیونکہ جب محبت کروگے تو تمہاری پسند ٹھیک ہوجائے گی۔

پسند اپنی نظر اپنی، نہیں ہوتی محبت میں
پسند ان کی پسند اپنی، نظر ان کی نظر اپنی

اللہ ورسول کو جو پسند ہے وہی پسند ہونا چاہیے

جو اللہ کے رسول کو پسند وہی ہم کو پسند ہونا چاہیے اس میں یہ نہیں کہ یہ میری نظر یہ میری پسند، اس کو تو پھینک دیا جائے، کنارے، میری نظر ہے کیا چیز؟ ہماری نظر کا حال تو یہ ہے کہ آسمان میں جب بدلی ہوتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ چاند بھاگ رہا ہے، جب بادل بھاگتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ چاند بھاگ رہا ہے، ہماری نظر کا حال تو یہ ہے اور ذرا دھوکہ ہو تو گدھے کو سمجھیں شیر اور شیر کو گدھا، کتنا نظر دھوکہ کھاتی ہے، اور پسند کا عالم بھی جانتے ہیں آپ کہ پھر تو کیسی کیسی گندی چیزیں پسند ہیں، انسان کو ہی تو یہ چیزیں پسند ہیں، کہ کوئی سود کھا رہا ہے، اور اس سے پوچھئے سب زیادہ مرغوب غذا کیا ہے؟ کہیں گے سور ہے، تو اگر انسانوں کو چھوڑ دیا جائے کہ آپ کی کیا پسند ہے، اور آپ کی کیا نظر ہے، تو معاملہ ہی چوپٹ ہو جائے، اس لئے چھوڑا نہیں گیا، جو ہمارے حضور نے فرمایا بس وہی عمل صالح ہے، تو اب دوسری چیز ہوگئی عمل صالح۔

ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرے

اور تیسری چیز یہ ہے کہ ایک دوسرے کو حق کی تلقین کریں ایک تو خود عمل، عقیدہ درست کیا تو چال ڈھال ٹھیک ہوگئی، تو اس کے نتیجہ میں کیا ملے گا معلوم ہے، اس کو قرآن میں یوں فرمایا ﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾ (آل عمران: ۳۱) اے محمد! آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم کو اللہ سے محبت ہے تو میری چال چلو، تو اللہ اپنے محبوب سے کام لیتا ہے، اللہ محبوب سے، اپنے اولیاء سے، اپنے مقبول بندوں سے، جو اللہ کے مقبول بندے ہوتے ہیں محبوب بندے ہوتے ہیں اس کے اولیاء ہوتے ہیں، ان سے اللہ تعالیٰ خوب کام لیتا ہے، اس لیے کہ ایک تو وہ اللہ کے محبوب ہیں دوسرے یہ کہ ﴿لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (یونس: ٦٢) کا انعام ملتا ہے، نہ ان کو ڈر ہوتا ہے، نہ غم ہوتا ہے، اسی وجہ سے آدمی گھبراتا ہے، ڈرتا ہے، یا غم

میں مبتلا ہو جاتا ہے، کہ ایسا کریں گے تو یوں ہو جائے گا؛ ڈرتا ہے، اور ایسا کریں گے تو یوں نقصان ہو جائے گا، اور پھر غم ہو جائے گا، اور اللہ کے نیک بندے ہوتے ہیں، نہ ان کو غم نہ ان کو ڈر تو جو محبوب بن جاتا ہے، عمل کر کے، ایمان لا کر، عمل صالح کر کے تو پھر وہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے، اور جب اللہ کا محبوب بن جاتا ہے، تو نہ ڈر نہ غم، تو جب نہ ڈر ہے نہ خوف، تو حق بات کہنے میں پریشانی کیا؟ تو پھر وہ حق بات کہتا ہے، اسی لیے کہا گیا کہ حق کی تلقین کرتے رہو اور حق کیا ہے؟

حق بات کی فہرست بڑی لمبی ہے

"وتواصوا بالحق" کی فہرست بڑی لمبی ہے، اس لیے حق بات کہنی ہے، اور حق اللہ میاں کا نام بھی ہے، "اللہ حق، والرسول حق، والصراط حق، والنار حق، والجنة حق" تو پھر حقوق اللہ اور حقوق العباد بھی ہیں، تو حق کی ایک لمبی فہرست ہے، حقوق پر اگر بات کی جائے، تو دو چار مہینے لگ جائیں، تو حق کی تلقین کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص ہے جو اللہ کو نہیں پہچانتا ہے، اس کے لیے حق بات یہ ہے کہ اللہ کو پہچانے، اور صاف صاف کہے کہ جو تم معبودان باطل کی عبادت کر رہے ہو، یہ سب باطل ہے حق نہیں ہے، تو حق کی تلقین غیروں کو کی جائے، جو بت پرستی میں مبتلا ہیں، اور شرک میں مبتلا ہیں اور اپنے لوگ جو شرک سے متاثر ہو گئے ہیں اور قبروں کو پوجتے ہیں، نذر و نیاز بے جا کرتے ہیں، ان کو حق کہا جائے اور کہا جائے کہ آپ جو کر رہے ہیں، وہ شرک ہے، یہ توحید نہیں ہے، اللہ کے رسول نے منع فرمایا ہے، بلکہ یہ ایسا فرمایا کہ بعض صحابہ نے آ کر پوچھا کہ انہوں دیکھا کچھ لوگ اپنے آقا کو سجدہ کرتے ہیں، اور ایک صحابی نے دیکھا کہ ایک اونٹ آیا اور حضور کو اس نے سجدہ کیا، تو انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو آقاؤں کے آقا اور سرداروں کے سردار ہیں اور فخر موجودات ہیں آپ کا کتنا اونچا مقام ہے آپ کو سجدہ کرنا چاہیے، تو آپ نے منع فرمایا اور امتحاناً آپ نے پوچھا کہ اچھا جب میری قبر بن جائے گی اور اس کے پاس سے

گزرو گے تو سجدہ کرو گے؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں، ہم اس کو سجدہ نہیں کریں گے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو گئے، اس لیے کہ آپ نے صحابہ کو ایسی تعلیم عطا فرمائی تھی کہ ان کا ذہن جاتا ہی نہیں تھا، کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا ہے، اور ہم لوگ یہاں شرک کے ماحول میں رہتے ہیں چونکہ ہر طرف جدھر جائیں سجدہ ہوتا ہے، جدھر جائیں پتھر کی مورتی لگی ہوئی ہے، اور سجدہ ہو رہا ہے، تو ہم بھی سجدہ کو سمجھتے ہیں، کہ یہ آسان چیز ہے، اور پھر آکر قبروں کو سجدہ کرنے لگتے ہیں، تو یہ کھلم کھلا شرک ہے، اب آپ بتائیے کہ یہ شرک ہے، یہ حق کہنا ہوا، اگر آپ نے چشم پوشی کی، دیکھتے رہے اور روکا نہیں تو آپ نے "وتواصوا بالحق" پر عمل نہیں کیا، آپ کو حکم تھا کہ آپ ایک دوسرے کو بتائیں کہ حق کیا ہے، صحیح بات کیا ہے؟ یہ ہر شخص کی ذمہ داری ہے، یہ تو عمومی ذمہ داری ہوگئی جو ہمارا غیروں سے تعلق رکھتی ہے، اب گھر والی بات لے لیجیے، گھر کا معاملہ یہ ہے کہ آپ کے گھر میں ماشاء اللہ سب زندہ باحیات ہیں، لیکن دادا کا انتقال ہو گیا، تو اب اس کے ترکے میں کتنا حق بنتا ہے، بڑے بیٹے نے قبضہ کرلیا، اب اس وقت حق ہے کہ آپ اس سے کہیں گے، تمہارے دوسرے بھائیوں کا بھی حق ہے، اور یہ حق قرآن میں موجود ہے، وہاں تلقین کرے کہ یہ حق جو تم نے مارلیا ہے اس کو ادا کرو، یہ بھی حق کی بات ہے، اس کی بھی تلقین کی جائے، اب اگر اس کی کوئی تلقین نہیں کرتا، تو "وتواصوا بالحق" پر عمل نہیں ہوا، اب اگر آپ یہ بات کہیں کہ جب حق کی بات کہیں گے تو خطرہ اس بات کا ہے کہ وہ ناراض ہو جائے گا، یا برا بھلا کہنے لگے گا۔

صبر سے کام لیجیے

تو پھر آگے ایک اور بات کہہ دی گئی، کہ ایسا ہوگا کیونکہ حق بات جب کہی جائے گی تو جو لوگ اس میں مبتلا ہیں وہ آپ سے لڑنے مرنے کو تیار ہو جائیں گے، آپ کو برا بھلا کہنے لگیں گے، تو ایسے میں آپ کو کیا کرنا ہوگا؟ "وتواصوا بالصبر" ایسے میں تلقین کرو کہ صبر سے کام لینا ہے، اینٹ کا جواب پتھر سے نہ دینا، اس کا جواب اس طرح نہ دینا کہ

دنداں شکن ہو، اس کو اس طرح منہ توڑ جواب نہ دینا کہ بے چارہ کا منہ ہی جبڑا ٹوٹ جائے، بلکہ ہم لوگ یہی کرتے ہیں، حق بات کہنے کا بہت سے لوگوں کو شوق ہوتا ہے، لیکن سلیقہ نہیں آتا، تو اب "وتواصوا بالصبر" پر عمل نہیں ہوا، چار ہیں تین پر عمل ہوگیا، چوتھے پر نہیں ہوا، تو معاملہ خراب ہوگیا، چاروں پر عمل ہوگا، تب ہم خسارے سے بچ پائیں گے، اور اس میں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ حق بات کہنے کا سلیقہ بھی چاہیے۔

بات کتنی بے سلیقہ ہو کلیم

بات کہنے کا سلیقہ چاہیے

اگر سلیقہ نہیں ہے تو ہمارے حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے کہ حضرت شاہ رائے پوری کے پاس ایک صاحب آئے اور کہنے لگے کہ حضرت ایک صاحب سے حق کی کہی تھی وہ مقابلہ پر اتر آیا تو میں نے ایسا دنداں شکن جواب دیا کہ بس وہ خاموش ہوگیا، تو حضرت رائے پوری نے بہت ہلکے سے کہا کہ آپ نے تو بے چارہ کا دانت ہی توڑ دیا، اب گنا کیسے کھائے گا؟ (مذاق میں فرمایا) مطلب یہ ہے کہ اس وقت دانت ہی ٹوٹ گئے، جب ہی تو ہاضمہ خراب ہے، جب ہاضمہ خراب ہوتا ہے تو الٹی سیدھی بکتا ہے۔

ہاضمہ کی دو قسمیں ہیں

ہاضمہ کی دو قسمیں ہیں، ایک تو پیٹ کا ہاضمہ، ایک دماغ کا ہاضمہ، پیٹ کا ہاضمہ خراب ہوتا ہے، تو دست آتے ہیں، اور دماغ کا ہاضمہ خراب ہوتا ہے تو اول فول بکتا ہے، ہم جانتے ہیں کہ جب دماغ اس کا پاگل ہوجاتا ہے، تو کیا بکتا ہے؟ الٹا سیدھا بکتا ہے، کہ نہیں بکتا، تو آپ کیوں پاگل لوگوں کو دوڑتے ہیں مارنے کے لیے؟ آپ جانتے ہیں کہ پاگل ہے، اس کا ہاضمہ خراب ہے، اس کی طبیعت خراب ہے، اگر آپ ا س کو مارنے کے لیے دوڑتے ہیں، تو آپ کا بھی ہاضمہ خراب ہوگا، ہم لوگ یہی کررہے ہیں، کہ جب کسی کا ہاضمہ خراب ہوتا ہے، تو ہمارا بھی خراب ہوجاتا ہے، ہمارا کیوں خراب ہوجاتا ہے اس لیے کہ جو اصول اللہ کے رسول نے سکھائے ہیں، ان پر

عمل نہیں کرتے، تواب یہاں اس لیے "وتواصوا بالصبر" کہا گیا ہے، جب حق بات کہو گے تو پھراس کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اول فول بکے تو تم نہ چلاؤ، وہ اینٹ مارے تو تم نہ مارو، بلکہ پھول برساؤ، اور یہ اس لیے ہر کس وناکس کا کام نہیں ہے۔

ہمارے حضرت مولانا علی میاں فرماتے تھے کہ اگر کسی کو یہ کام کرنا ہے تو دل پر پہلے پتھر رکھ لے تب اس میدان میں آئے، اور اگر بھڑاس نکالنا مقصود ہے تو یہ "وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر" کے خلاف ہے، بھڑاس نکالنا مقصود نہیں ہے، ہدایت دینا مقصود ہے، راہ دکھانا مقصود ہے، تو اس میں اس پر عمل کرنا پڑے گا، تو جب ان چاروں چیزوں پر عمل کرے گا تو سمجھئے کہ اب وہ صحیح راستہ پر آیا تو فرمایا کہ عمل صالح ہو ایمان ہو، اور "وتواصوا بالحق" ہو، اور "وتواصوا بالصبر" ہو، جب یہ ساری چیزیں ہوجائیں گی تب آپ اپنے آپ کو خسارے سے بچاپائیں گے، اور جب خسارے سے بچ جائیں گے تو اللہ کی رحمت ہوگی، اور اللہ کی طرف سے پروانہ مغفرت کا ملے گا، تو معلوم یہ ہوا کہ یہ چار چیزیں جن کے بعد اللہ کی طرف سے مغفرت کا پروانہ ملتا ہے، اور اللہ کی طرف سے رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کی وراثت

یہی وراثت ہے آدم علیہ السلام کی، آدم علیہ السلام کی وراثت ایک تو یہی ہوگئی، جو میں عرض کیا آپ کے سامنے، کہ غلطی سب کریں گے کوئی اگر یہ سمجھتا ہے کہ میں غلطی نہیں کرتا تو یہ بھی اس کے دماغ کے کچھ چل جانے کی بات ہے، یہ بھی کوئی اچھی علامت نہیں ہے، کوئی یہ سمجھے کہ غلطی نہیں ہوتی، غلطی اس لیے ہوتی ہے کہ اللہ میاں نے دعا سکھائی ہے، رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے بھی بتایا ہے کہ یہ دعا کرو، کہ اللہ معاف کردے، جس کو میں جانتا ہوں اور اس کو بھی معاف کردے جس کو میں نہیں جانتا، اس سے معلوم ہوا کہ کتنے کام ایسے ہیں جن کو ہم جانتے ہی نہیں لیکن گناہ ہیں۔

اچھے خطاوار

تو پہلی بات تو یہ ہے کہ خطائیں تو سب سے ہوں گی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ایسے میں کہ "کلکم خطاؤن وخیر الخطائین التوابون" (المستدرك للحاكم) تم سب کے سب خطا کرنے والے ہو، لیکن جو اچھے خطاوار ہیں، جن پر اللہ کا پیار ہوتا ہے اور جن پر رحمتیں نازل ہوتی ہیں، ٹوٹ کر برستی ہیں وہ وہ ہیں جو اللہ کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جاتے ہیں، کہ اے پروردگار عالم! معاف فرمادے، بڑا ظالم یہ تیرا بندہ ہے، بڑا نالائق و ناپاک ہے، تو کریم ہے۔

فرمانبردار اور نالائق بیٹوں کی مثال

اور دیکھئے کہ اگر ایک شخص کے دو بیٹے ہوں ایک نہایت وفادار، بڑا ہی دین دار، بڑا ہی خدمت گزار، اور ایک نہایت نالائق اپنے باپ اور ماں دونوں کو اذیت پہنچانے والا، نالائق آخری درجہ میں، تو پھر کیا ہوتا ہے، اس کو تو گھر ملتا ہے، اور جو نالائق ہوتا ہے اس کو در بھی نہیں ملتا، بھگا دیا جاتا ہے، تم جاؤ۔

جنت کے وارث کون ہیں؟

ایسے ہی وہ اللہ کے بندے جن کے اندر یہ صفت پیدا ہو جاتی ہے، ایمان، عمل صالح، تواصی بالحق، تواصی بالصبر، تو ان کو جنت والی وراثت ملتی ہے، اور جن کے اندر یہ صفات نہیں ہوتیں، یعنی کافر ہوتے ہیں، بدعمل ہوتے ہیں، حق مارنے والے ہوتے ہیں، اور بے صبرے ہوتے ہیں، تو اللہ ان کو جنت سے محروم کر دیتا ہے، تو اب یہی مسئلہ ہو گیا وراثت میں جنت سے محروم رہ جاتے ہیں۔

شرعاً وراثت کیسے تقسیم ہوتی ہے؟

اور پھر ایک بات اور سمجھ لیجئے کہ اگر ایک نے جائیداد ہڑپ کر لی اور دوسرے کو

نہیں دیا، اصل تو یہی ہے کہ باپ تو محروم کر دیتا ہے، لیکن شرعی قانون کیا ہے؟ اگر باپ کا انتقال ہو جائے اور ایک بیٹا کتنا ہی نالائق ہو اور دوسرا بیٹا کتنا ہی لائق ہو تو وراثت کیسے تقسیم ہوگی؟ برابر ہوگی کہ نہیں ہوگی؟ برابر تقسیم ہوگی، جتنے بھی مفتی ہیں، سب سے پوچھ لیجئے جا کے، برابر تقسیم ہوگی، نیک لڑکا زیادہ نہیں لے سکتا، اور برے لڑکے کو کم نہیں ملے گا، دونوں کو برابر ملے گا۔

وراثت کو برابر تقسیم نہ کرنے کے نتائج

اب اگر نیک لڑکا ساری وراثت پر قبضہ کر لے اور برے لڑکے کو محروم کر دے، تو برا لڑکا لڑے گا کہ نہیں لڑے گا؟ لڑے گا، مقدمہ دائر کر دے گا، جھگڑے گا پھر اس کو حصہ مل جائے گا۔

وراثتیں دو طرح کی ہوتی ہیں

ایسے ہی وراثتیں دو طرح کی ہیں ایک تو جسمانی اور ایک دینی وراثت، تو آپ کو صحیح دین ملا، حضرت آدم علیہ السلام سے یہ چل رہا ہے، آپ کو ملنے سے پہلے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام تک آیا، پھر اللہ کے رسول کے ذریعہ سے یہاں بستی میں پہنچ گیا، یہاں تک کہ دین صحیح ہم تک پہنچ گیا، لیکن ہمارے یہ برادران وطن جو ہیں ان کو نہیں پہنچا، آپ نے پوری جائیداد پر قبضہ کر لیا دین پر قبضہ کر لیا، اس دین میں وہ بھی شریک ہیں اس لیے یہ دین سب کا ہے، ان کو آپ نے محروم کر دیا، تو اب اگر وہ لڑ رہے ہیں، آپ سے کہتے ہیں کہ تم نالائق ہو اور تم ملچھ ہو، گندے ہو، تو وہ کیا غلط کہتے ہیں؟ اس لیے کہ آپ نے ان کا حق مار لیا ہے۔

توحید و سنت، ایمان و عمل صالح میں برادران وطن کا حق

جس طرح آپ دین دار بن گئے ویسے ہی ان کو بھی دین دار بنانا چاہیے تھا، ویسے

ہی ان کو توحید کا نور دینا چاہیے تھا، ان کو پہنچادیتے کہ یہ تمہارا حصہ ہے، اگر لینا چاہو تو لے لو اگر وہ نہ لیں، تو پھر ان کی پٹائی ہوگی، اور اگر آپ نے دبا رکھا ہے کبھی پہنچایا ہی نہیں سوچا ہی نہیں، کہ برادران وطن کا حق ہے نور توحید میں، نور سنت میں، ایمان میں، عمل صالح میں، تو پھر کیا ہوگا؟ وہ جھگڑیں گے، کہ نہیں جھگڑیں گے؟ تو یہ مسئلہ چل رہا ہے، یہ جھگڑا بھی دور کرنا ہے، یعنی آپ اپنی اس وراثت کو پیش کریں وہاں جا کر، کہ تمہارا بھی برابر کا حق ہے، اس لیے کہ تم بھی آدم کی اولاد ہو، اور ہم بھی آدم کی اولاد ہیں، اور تم بھی رسول پاک کی امت ہو، اور ہم بھی رسول پاک کی امت ہیں، ہم نے قبول کرلیا، لیکن تم نے قبول نہیں کیا، اس لیے کہ ہم نے پہنچایا نہیں، تو ہم پہنچانے آئے ہیں، اب اس کو قبول کرلو، اب اگر وہ قبول کرلیتے ہیں، تو یہ یاد رکھئے کہ یہ اتمام حجت ہوجائے گا، اور اتمام حجت کے بعد پکڑ آتی ہے، اور اگر آپ نے پہنچایا نہیں تو اتمام حجت نہیں ہوگا، اور اتمام حجت نہیں ہوگا تو آپ کی پٹائی ہوگی، وہ بچ جائیں گے، یہ بہت اہم بات ہے، اس کو سمجھنا چاہیے، ہم لوگ اس سے بہت غافل ہیں۔

تو پھر حضرت آدم علیہ السلام کو جب یہاں بھیجا گیا تو کہہ دیا گیا، کہ یہاں محنت کرو، اور محنت کن چیزوں میں کرنی ہے؟ انہیں چیزوں میں کرنی ہے، ایمان پہ کرنی ہے، اب اس پر جو اس دنیا میں محنت کرے گا اس کو آخرت میں کامیابی نصیب ہوگی، اسی لیے کہا گیا کہ دنیا تمہارے لیے بنائی گئی ہے اور تم کو آخرت کے لیے بنایا گیا ہے۔

دنیا سواری ہے سوار نہیں

تو معلوم ہوا کہ دنیا سواری تو ہے لیکن سوار نہیں ہے، ہم سے غلطی جو ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ ہم نے دنیا کو اپنے اوپر سوار کرلیا حالانکہ دنیا اس لیے تھی کہ اس پر آپ سوار ہوتے، اس کی لگام آپ کے ہاتھ میں ہوتی، جس طرح شہسوار گھوڑے پر سوار ہوتا ہے، تو گھوڑا کتنا تیز رفتار ہوتا ہے، اور شہسواری کرتے ہوئے گزر جاتا ہے، اسی طرح

آپ دنیا کے مال ومتاع کے اوپر سوار ہوتے، مال ومتاع آپ پر سوار نہ ہوتا، اس لیے کہ دنیا آپ کے لیے پیدا کی گئی تھی اور آپ کو آخرت کے لیے پیدا کیا گیا تھا، لیکن جب اس کا الٹا ہوگیا تو آج حال یہ ہے کہ جیسے گھوڑا کسی کو لات مار دے تو اس کا کیا حال ہوگا کسی سائیکل سے کسی کا ایکسیڈنٹ ہو جائے تو کیا حال ہوگا؟ آج پوری انسانیت تڑپ رہی ہے، اس وجہ سے کہ گھوڑے پر وہ سوار نہیں ہے، گھوڑا اس کے اوپر سوار ہے، اور لات پر لات کھا رہی ہے، دنیا قابو میں نہیں ہے، اسی وجہ سے سارے عالم میں پریشان ہے، کہا یہی گیا تھا کہ دنیا تمہارے لیے پیدا کی گئی ہے، تمہاری غلام ہے، تمہارے جوتوں کی خاک ہے، لیکن آج ہوا یہ ہے کہ ہم نے اس کو اپنے اوپر سوار کرلیا ہے۔

دنیا کو برتئے دنیا میں غرق نہ ہو جایئے

حالانکہ دنیا دیکھئے، دنیا جیب میں رکھئے، دل میں نہ رکھئے، دنیا پر سواری کیجئے، دنیا کو اپنے اوپر سوار نہ کیجئے، دنیا آپ برتئے، لیکن دنیا میں غرق نہ ہو جایئے، دنیا کو آپ ذریعہ سمجھئے، وسیلہ سمجھئے، اصل نہ سمجھئے، جب آپ کے اندر یہ بات پیدا ہوگی، اور ہمارے اندر یہ بات پیدا ہو جائے گی، بس پھر دنیا ہماری صحیح ہو جائے گی، اسی لیے آپ نے فرمایا حدیث میں آیا ہے، کہ دنیا بڑی سرسبز وشاداب ہے، دیکھو اللہ نے تم کو بھیجا ہے خلیفہ بنا کر، تا کہ دیکھے کہ کر کے کیا آئے ہو؟

دو چیزیں بڑی خطرناک ہیں

اور دو چیزوں سے بچنا چاہیے "فاتقوا الدنیا واتقوا النساء" (المستدرک للحاکم) دو چیزیں بڑی خطرناک ہیں، ایک تو دنیا یعنی یہاں کے مال ومتاع اور یہاں کی لذتیں اور یہاں کی خواہشیں اور دوسرے عورت، عورت کو بھی آپ نے کہا کہ اس سے بچو، کس طرح بچو؟ اب اس کی پوری تفصیل ہے، یعنی اگر تم کو عورت کی ضرورت ہو تو

اگر شادی نہیں کروگے، تو غلط طریقے میں پڑ جاؤ گے، تو شادی کر کے بچو، اور اگر شادی کرنی ہے تو عورت کو باہر گھومنے سے ادھر ادھر ٹہلنے سے بچاؤ، اور غیر محرم عورتوں سے کبھی آنکھیں نہ ملاؤ، اور خلوت میں رہنا تو بہت خطرناک بات ہے، اور باتیں کرنا تو بہت ہی افسوس ناک بات ہے تو ان تمام باتوں سے بچو، جب ان سے بچو گے تو اب دنیا تمہارے قابو میں آجائے گی تو دیکھئے ہر سواری میں دو چیزیں ہوتی ہیں، جتنی سواریاں ہیں موٹر ہیں، سائیکل ہے، ایک تو اس کا ہینڈل، اور ایک اس کا پیڈل ہوتا ہے، ہینڈل سے تو سیدھا جاتا ہے آدمی، اور پیڈل سے آگے بڑھتا ہے، ایک بریک ہے، بریک سے ایکسیڈنٹ سے بچتا ہے، اور ہینڈل سے صحیح رخ متعین ہوتا ہے۔

دنیا کی دو چیزوں سے بچو

تو ایسے ہی فرمایا کہ دو چیزیں ہیں دنیا کی بھی، ایک تو مال و متاع دنیا کا جو ہے، اس سے بچو، یعنی بالکل سیدھے جاؤ، اگر مالیات کسی کے درست ہیں، خیانت نہیں ہے، چوری نہیں ہے، ڈاکہ نہیں ہے، اور کسی کا مال ہڑپ کرنا نہیں ہے، رشوت نہیں ہے وغیرہ وغیرہ، اگر اس سے بچو گے تو صحیح سمت میں چلو گے اور دوسرے عورت سے بچو، جب عورت سے بچو گے تو ایکسیڈنٹ سے بچ جاؤ گے، یہ دو چیزیں اگر ہو جائیں، تو تمہاری سواری صحیح جائے گی اور جنت مل جائے گی۔

دنیا تمہارے لیے ہے اور تم آخرت کے لیے

اس لیے فرمایا کہ دنیا کو تمہارے لیے پیدا کیا گیا ہے، اور تم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے پیدا کیا ہے، تو تمہاری نظر اوپر ہونی چاہیے، اور دنیا کو برتو، کماؤ، کون منع کرتا ہے، لیکن غرق نہ ہو جاؤ، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لا تتخذوا الضیعة فترغبوا فی الدنیا" (مسند احمد بن حنبل) دیکھو جائیداد اور دنیا کی کمائی

کے چکر میں نہ پڑنا یہ ترجمہ میں کر رہا ہوں ذرا غور سے اس کو سنئے گا، کہ اس کے چکر میں نہ پڑنا، کہ اس میں غرق ہو کر رہ جاؤ، اور ساری چیزیں تمہارے ہاتھ سے نکل جائیں، تو چکر میں پڑنے سے منع کیا، دنیا کمانے سے منع نہیں کیا، بلکہ کمانا تو بعض دفعہ فرض ہو جاتا ہے، لیکن اس کے چکر میں نہ پڑیئے، صبح سے شام تک ایک ہی فکر ہے، فیکٹری کے چکر میں، دوکان کے چکر میں۔

آخرت پر نظر رہے دنیا خود ملے گی

اس لیے آخرت جو چاہے گا تو دنیا مل کر رہے گی، جائے گی کہاں دنیا؟ آپ جتنی ہی لات ماریں گے، دنیا اتنی ہی آپ کے پیچھے دوڑے گی، اور آخرت کے لیے جتنا اللہ سے مانگیں اور محنت کریں گے، آخرت تو بنتی جائے گی، اور دنیا آپ کے پیچھے دوڑتی چلی جائے گی، اور جتنا ہم دنیا کے پیچھے پڑے رہیں گے دنیا اتنی ہی ہم سے دور ہوتی چلی جائے گی، اور ملے گا اتنا ہی جتنا مقدر ہے، ایک پیسہ زیادہ نہیں ملے گا، یہ آپ دیکھ لیجئے بعض لوگ بڑی محنت کرتے ہیں، اور اتنا سا ملا، اور پوری زندگی منہ بنائے رہتے ہیں۔

اللہ دے یا نہ دے اس کی طاعت لازمی ہے

اللہ میاں سے ناراض ایک صاحب ہیں، ان کے پاس گئے کہ نماز پڑھا کیجئے، کہنے لگے کہ جب اللہ میاں اتنا ڈھیر سا دیں گے تب پڑھیں گے، میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں، ایک صاحب مسلمان ہیں، انہوں نے یہ کہا کہ جب اتنا ڈھیر سا دیں گے تب پڑھیں گے، اللہ میاں آپ کے پٹھے کے نیچے پیدا ہوئے تھے؟ نہ کوئی جگہ ہے، اللہ میاں جہاں پیدا ہوئے ہوں، ارے یہاں تو ہمارے برادران وطن کے جتنے معبود ہیں کہیں نہ کہیں پیدا ہوئے، پر کٹ پیدا ہوئے، تو کیا اللہ میاں بھی ویسے ہی ہیں، یہی یہاں رہتے رہتے عقلیت تباہ ہوگئی ہے، ہم لوگوں کا دماغ چل گیا ہے، یہاں رہتے رہتے، اس لیے کہ یہاں شرک ہے، اور کفر ہے، خرافات ہیں، اور

جہالات ہیں، اور نہ جانے کیا کیا چیزیں ہیں، جس کی وجہ سے ہمارے ذہن متاثر ہو گئے، اور جب آدمی غلام ہوتا ہے، تو اس کی ذہنیت خراب ہو جاتی ہے، تو آج ہم بھی یہاں رہتے رہتے کوئی ایسا گناہ اللہ میاں کے متعلق کریں، توبہ توبہ، انا للہ وانا الیہ راجعون! ارے وہ دے یا نہ دے، مانے یا نہ مانے، ہمارا کام تو کرنا ہے، بس اللہ کے علاوہ کون ہے؟ جس کے پاس جائیں۔

ایک بزرگ کے حج نہ قبول ہونے کا واقعہ

ایک صاحب جو بزرگ تھے جب حج پر جانے لگتے تو کہتے، لبیک تو اوپر سے آواز آتی تھی کہ میں نے قبول نہیں کیا، برسہابرس پندرہ بیس سال سے یہی کہتے تھے، کہ لبیک اللھم لبیک، اور اوپر سے صدا آتی تھی لا لبیک لا لبیک، قبول نہیں کیا میں نے، قبول نہیں کیا میں نے، تو ایک نے کہا حضرت جب اوپر سے قبول نہیں کرتے تو آپ حج کرنے جاتے ہی کیوں ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ان کے علاوہ کوئی اور در ہے، جہاں میں جاؤں؟ وہ قبول کرے یا نہ کرے، میرا کام تو ہے کرنا، میں کرتا رہوں گا، پوری زندگی قبول نہ کرے، بس یہ کہا، کہ اوپر سے آواز آئی کہ جتنے حج قبول نہیں کئے تھے سب قبول کرلیے، یہ ہے اصل بات۔ تو میرے بھائیو اور دوستو! ضرورت اس کو سمجھنے کی ہے، آج دنیا نے ہم سب کو تباہ کر دیا ہے، اس لیے کہ دنیا کو ہم نے اپنے اوپر سوار کر لیا، دنیا کے اوپر سوار ہو کر زین اور لگام اپنے ہاتھ میں لے لیں پھر دنیا صحیح ہو جائے گی، اور جہاں چاہیں آپ اس کو لے کر جائیں، اور جیسا چاہیں اس کو استعمال کریں۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین.

اچھے لوگوں کی صحبت اور اس کے اثرات

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام علىٰ سيد المرسلين الأولين والآخرين امام الأنبياء والمرسلين خاتم النبيين محمد بن عبد الله الأمين وعلىٰ آله الطاهرين وصحبه الغر الميامين وعلى من تبعهم ودعا بدعوتهم الىٰ يوم الدين، أما بعد!

بزرگان گرامی قدر!

نیک لوگوں کی صحبت کا اثر، یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار کسی زمانے میں کسی سمجھدار نے نہیں کیا اور اگر کوئی شخص اس کا انکار کرے تو اس کی عقل میں فتور اور سمجھ میں کمی کی دلیل ہے۔

بے عقلی کا دور

آج کل دور بے عقلی کا ہے، اگر چہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ دور عقل کا ہے لیکن اگر آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ یہ دور بے عقلی کا ہے۔ کیونکہ یہ دور جہالت کا ہے، بس فرق یہ ہے کہ پہلے زمانے میں جو بے عقل ہوتا تھا وہ بھولا بھالا، سیدھا سادھا ہوتا تھا، جو جاہل ہوتا تھا وہ جاہل ہوتا تھا لیکن اس وقت کا معاملہ کچھ ایسا ہے کہ عقلمند ہو کر بے عقل ہے، اور پڑھا لکھا ہو کر جاہل۔ یعنی پڑھے لکھے جاہل، یا یوں کہہ لیجئے کہ جہالت اس زمانے میں پڑھ لکھ گئی ہے۔ اور پہلے سادگی تھی جو بیچارہ جاہل ہوتا تھا آپ نے بتا

دیا معلوم ہوگیا، ماننے والا ہوگیا، اور اب یہ ہے کہ جانتے ہیں، بتایئے، مانتے نہیں تو حقیقۃً نہ جانتے ہیں نہ مانتے ہیں، عجیب وغریب صورت حال ہے، سب کو معلوم ہے کہ سگریٹ نقصان کرتی ہے اور اس سے کینسر ہوتا ہے، بڑی بڑی بیماریاں ہوتی ہیں پھر بھی سگریٹ پی رہے ہیں، ان سے پوچھئے کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ سگریٹ نقصان کرتی ہے، کہیں گے سب معلوم ہے۔

اگر ہمارے اور آپ کے کان ہوں تو اندر سے آواز آتی کہ ہم بے عقل ہیں، سننے والے کو ہنسی بھی آتی ہے تو ان سے کہئے اپنی بے عقلی دور کرلیجئے، عقلمندوں کی صحبت میں بیٹھئے۔ تو اکثر لوگ سمجھتے نہیں، عقلمند وہ ہے جو دیندار ہو، اس سے زیادہ عقلمند کوئی نہیں ہوگا، جو جتنا دیندار ہے وہ اتنا ہی زیادہ عقلمند ہے، اتنا ہی زیادہ سمجھ والا ہے اور اب تو یہ بات عیاں ہوتی جارہی ہے۔

ایک علاقہ میں جانا ہوا، وہاں کچھ پروفیسروں کے لڑکے حفظ کررہے تھے، پوچھا کیوں اپنے لڑکوں کو حفظ کرارہے ہیں؟ بتایا: حفظ کرنے کے بعد بچے بہت تیز ہوجاتے ہیں۔ انجینئر بناؤ، ڈاکٹر بناؤ تو بہت اچھے بن جاتے ہیں۔ قرآن مجید یاد کرنے سے دماغ کھل جاتا ہے، لیکن یہ لوگ بھی بے عقل ہیں کیونکہ انھوں نے قرآن کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنالیا یہ کوئی اچھی بات تھوڑی ہے، اب حفظ اس لئے کرارہے ہیں کہ بچے کا دماغ اچھا ہوجائے اور اچھا ڈاکٹر، انجینئر بن جائے۔ قرآن مجید کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنانا مناسب نہیں، قرآن مجید تو زندگی کے اندر انقلاب برپا کرتا ہے اور انجینئر کو، ڈاکٹر کو، بڑے سے بڑے سائنسداں کو سیدھا راستہ دکھاتا ہے قرآن مجید پڑھ کر آپ کا بچہ انجینئر، ڈاکٹر بن رہا ہے، بہت اچھا، میں اس کو منع نہیں کرتا لیکن قرآن کو سمجھ کر، سوچ بدل کر اور سوچ سمجھ کر پڑھیں تو اس کا فائدہ ہی کچھ اور ہو۔

صحبت کا اثر

زبان خلق پر یہ بات جاری ہے کہ جیسی صحبت ہوگی ویسا اثر پڑے گا، جس کی

صحبت میں رہے گا اس کے اثرات اس میں منتقل ہوں گے اور ماں باپ اپنے بچوں کو روکتے بھی ہیں کہ برے بچوں کے ساتھ مت جانا، کیوں روکتے ہیں؟ یہ ایک حقیقت ہے کہ بروں کے ساتھ جائیں گے تو برے ہو جائیں گے اور اگر برے نہ بھی ہوئے تو بری شہرت ہو جائے گی، اور بری شہرت بھی بری صحبت کا نتیجہ ہے اور برا ہونا بھی بری صحبت کا نتیجہ ہے، ایسے ہی اچھوں کی صحبت میں رہے گا تو اچھا ہو جائے گا اس لئے صحبت نیک کی تلاش میں رہنا چاہئے اور بغیر صحبت کے آدمی کے اندر کمال بھی نہیں پیدا ہوتا، چاہے دنیا کا معاملہ ہو یا دین کا کسی بھی فن میں چلے جایئے، ڈاکٹر کو اس وقت تک اجازت نہیں جب تک House Job نہ کر لے، ایک سال اس کو ڈاکٹروں کے ساتھ رہنا پڑتا ہے۔ ڈاکٹر کی صحبت میں رہو تب جا کر ڈگری ملے گی، ۶ سال پڑھا ڈگری نہیں ملی، پہلے مریض دیکھو ڈاکٹر کی سرپرستی میں تمہاری نگرانی کی جائے گی ۔غرضیکہ صحبت میں رہے تو ملا، دوسری طرف کہتے ہیں کہ صحبت کی ضرورت نہیں اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ بے عقل ہیں۔

صحبت کا مقصد اکثر و بیشتر یہ سمجھا جاتا ہے کہ کسی اللہ والے کی صحبت میں رہے بیشک یہ سب سے اچھی صحبت ہے۔لیکن صحبت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ گھر میں ماں باپ بھی اچھے ہوں اور دوست واحباب بھی اچھے ہوں اور میاں بیوی بھی ٹھیک ہوں کیونکہ صحبت کے معنیٰ ہیں ساتھ رہنا، سب سے زیادہ ساتھ کون رہتا ہے، میاں بیوی ساتھ رہتے ہیں اور بے تکلفی کے ساتھ رہتے ہیں تو ہونا یہ چاہئے کے شوہر بھی اچھا ہو اور بیوی بھی اچھی ہو۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ یہ یاد رکھنا چاہئے، اگر کوئی شادی کرتا ہے اور خود وہ امریکا میں، بیوی ہندوستان میں، نہ ملاقات، نہ صحبت تو اولاد تو نہیں ہوگی، اس لئے کہ ملنا ضروری ہے، آپ چاہے کتنا فلسفہ بگھاریں، چاہے کتنی باتیں بنائیں، تنہا محبت سے بھی کام نہیں چلے گا، انٹرنیٹ پر بیٹھ کر گفتگو کر لی ایک دوسرے کو دیکھ لیا، اس سے کیا ہوگا، اولاد کے لئے صحبت ضروری ہے۔

جسم سے نسب چلتا ہے روح سے نسبت

ایک انسان کے ساتھ جسم ہے اور روح ہے، جسم کے ساتھ جسمانی چیزیں وابستہ ہیں اور روح کے ساتھ روحانی چیزیں وابستہ ہیں، جسم سے نسب حاصل ہوتا ہے روح سے نسبت حاصل ہوتی ہے اس لئے کہا گیا ہے کہ نسب بھی صحیح ہونا چاہئے اور نسبت بھی۔ میاں بیوی صحیح رہیں گے تو نسب صحیح ہوگا اور اچھے لوگوں کی صحبت مل گئی تو نسبت صحیح ہوگی لیکن دونوں کے آداب ہیں کہ نکاح صحیح ہو اور نکاح کے جو شرائط ہیں یعنی گواہ کا ہونا، اعلان ہونا وغیرہ یہ شرائط پوری ہوں اور پھر میاں بیوی صحیح ہوں، تندرست ہوں پھر انشاء اللہ اولاد ہوگی، اس سے صحیح نسب چلے گا۔ لیکن اگر نکاح نہ کرے تو ظاہری طور پر سلسلہ تو چل رہا ہے لیکن نسب منقطع ہو جائے گا۔ ایسے ہی نسبت حاصل کرنے کے لئے صحبت صحیح ہونی چاہئے۔ اور اگر ذرا غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اگر مرد صحیح ہے تو اس سے بیوی کو نسب ملے گا اور مرد اللہ والا ہے تو اس سے بیوی کو نسبت ملے گی اس طرح دونوں چیزیں جمع ہو جائیں گی۔

اسی لیے کہا گیا ہے کہ اچھی بیوی لاؤ دیندار تو اس سے تمہارا نسب محفوظ رہے گا اور پھر ایک دوسرے کے ساتھ رہتے رہتے ایک دوسرے جیسے ہو جائیں گے، مرد کا اثر عورت پر آئے گا اور عورت کا اثر مرد پر آئے گا تو معلوم ہوا کہ میاں بیوی کو بھی اچھا ہونا چاہئے اور اس کے ساتھ ماں باپ کو اچھا ہونا چاہئے کہ ان کی صحبت میں بچے رہتے ہیں، بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو ماں کی گود میں ہوتا ہے اور اس کے بعد باپ کے ساتھ رہنا ہوتا ہے ماں باپ اچھے ہوں گے تو بچہ اچھا پروان چڑھے گا اس کی صحیح تربیت ہوگی، باپ کے لئے بچوں کی تربیت کی فکر کو ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر بتایا گیا ہے۔ پھر اگر اچھے دوست ہوں گے تو ان کی اچھائی منتقل ہوگی۔ جو صحبت میں جتنا کامل ہوگا اس کی نسبت اتنی ہی قوی ہوگی اور تندرستی کے اعتبار سے جو جتنا کامل ہوگا اس کا بچہ اتنا ہی تندرست ہوگا۔ دونوں چیزیں ایسے ہی ساتھ چلتی ہیں۔ تو روحانی اعتبار سے

جو اللہ کے نیک بندے ہیں اگر آپ ان کی صحبت میں رہیں گے تو ان کی صحبت کے اثرات پڑ کر رہیں گے۔

صحابہ کا مقام صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نتیجہ

صحابہء کرامؓ کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے نبی کی صحبت میں رکھا جو انسان کامل تھا، کامل، مکمل اور متمم اخلاق تھا، دوسروں کو کمالات سے سرفراز کرنے والا اور اخلاق کے زیور سے آراستہ وپیراستہ کرنے والا، اسی صحبت سے صحابہؓ میں نکھار آیا اور اسی کی برکت سے ان کو امتیازی مقام حاصل ہوا جو صرف انہی کے ساتھ خاص ہے۔ اور اللہ کے رسول ﷺ کا معاملہ ایسا ہے کہ آپ کی صحبت میں رہنے کے بعد اتنا اونچا مقام اس کو ملتا ہے کہ وہ مقام آپ ﷺ کی صحبت کے علاوہ کہیں مل ہی نہیں سکتا، جیسے مسجد حرام ہے، مسجد حرام میں جو نماز پڑھے ایک لاکھ کا ثواب ہے، اسی طرح سے مسجد نبوی میں، بیت المقدس میں ہزاروں نمازوں کا ثواب ہے، لیکن اگر آپ اس مسجد میں نماز پڑھیں، یہاں بڑے بڑے مجاہدین اور بڑے بڑے اللہ کے ولی آئے ہیں، رہے ہیں، اور پیدا ہوئے ہیں، اب اگر آپ ایسا سوچیں کہ اس مسجد میں ہزار نماز کا ثواب مل جائے تو یہ ناممکن ہے اور اگر کوئی ایسا کہتا ہے تو وہ جھوٹا ہے، آج کچھ لوگوں میں ایسی غلط فہمیاں پیدا ہوگئی ہیں کہ فلاں مسجد میں نماز پڑھ لو تو وہ ہو جائے گا۔ صرف تین مسجدیں ہیں جن میں غیر معمولی ثواب ملتا ہے، ایسے ہی رمضان میں جو روزہ رکھیں گے، جو تلاوت کریں گے، نمازیں پڑھیں گے اس میں اس کی بات ہی کچھ اور ہے، ستر گنا یوں ہی مل رہا ہے، غیر رمضان میں اتنا نہیں مل سکتا چاہے پورا سال روزہ رکھیں، رمضان کے ایک روزے کے برابر پوری زندگی کا روزہ نہیں ہوسکتا رمضان، رمضان ہے، اسی طرح رسول پاک ﷺ کی صحبت کے برابر کسی اور کی صحبت نہیں ہوسکتی، اسی لئے صحابہ کرامؓ کو جو مقام حاصل ہوا ہے، وہ دنیا میں نہ کسی کو حاصل ہوا ہے نہ ہوگا، ظاہر ہے رسول پاک ﷺ سے بڑھ کر کون ہے، تو اس کا اثر بھی یہ ہوا کہ ایک نظر میں صحابہؓ کرامؓ کی کایا پلٹ گئی، ان کی

زندگی میں انقلاب برپا ہو گیا اور ایمان وہاں پہنچ گیا جہاں بڑے مجاہدوں کے بعد، بڑی مشقتوں کے بعد اور سیکڑوں رکعتیں نماز پڑھنے کے بعد اور ہزاروں روزے رکھنے کے بعد پہنچتا ہے، وہ بھی بمشکل، صحابۂ کرامؓ کو وہ مقام ایک نظر سے مل گیا۔

انبیاء کی صحبت کے لیے ایمان اور اولیاء کی صحبت کے لیے اخلاص شرط

صحبت میں شرط ہے کہ اخلاص ہو، اگر اخلاص سے نہیں آئیں گے تو کچھ نہیں ملے گا۔ انبیاء کی صحبت میں رہنے والوں کے لئے بس ایمان شرط ہے، آئے اور کہا ہم ایمان لائے اللہ پر، آپ پر، اور تمام چیزوں پر جن کا حکم دیا گیا ہے، بس ان کا کام ہو گیا۔ لیکن اولیاء کرامؒ کی صحبت میں رہنے کے لئے اخلاص شرط ہے، اگر اخلاص کے ساتھ رہے گا تو فائدہ ہوگا، اگر اخلاص نہیں تو چاہے ایک ہزار سال رہو تب بھی فائدہ نہیں، اور بات یہی ہے کہ ان کی صحبت سے جو بات پیدا ہوتی ہے، وہ دل اور دماغ کے اندر یقین کی کیفیت کا پیدا ہو جانا ہے، اسی لئے ایک تابعی نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ اگر تم صحابۂ کرامؓ کو دیکھتے تو انہیں پاگل، دیوانہ سمجھتے، اور صحابہ کرامؓ تم کو دیکھ لیتے تو بے ایمان سمجھتے، اور صحابۂ کرامؓ اتنے بے چین رہتے تھے دین کے کام کے لئے اور اس پر عمل کرنے کے لئے کہ لوگ سمجھتے تھے کہ کیا ہو گیا، نہ ان کو کھانے کی پرواہ، نہ بیوی کی، نہ بچوں کی، نہ کسی چیز کی بس وہ حکم بردار اور فرائض کی پابندی کرنے والے تھے اس میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے تھے۔ ایسے واقعات بھی ہوئے کہ نکاح ہوا، بیوی کے پاس رات گذاری کہ جہاد کا اعلان ہو گیا فوراً جہاد کو چلے گئے، اور شہید ہو گئے ، ملائکہ نے انہیں غسل دیا، ان کا نام "غسیل الملائکہ" پڑ گیا کہ ملائکہ نے آ کر غسل دیا، صحابہ کرامؓ کا جو معاملہ تھا وہ صرف رسول پاک ﷺ کی صحبت کا نتیجہ تھا۔ بہر حال صحبت کا اثر تو پڑتا ہی ہے، اس لئے ہم کو، آپ کو کس کی صحبت میں رہنا ہے اس کو چیک کرنا پڑے گا کہ وہ کیسا ہے؟

بیوی کیسی ہو؟

یہاں ہمارے نوجوان ہیں جن کی شادی نہیں ہوئی ہے، انہیں شادی کرنی ہے، کیوں کہ بیوی کی صحبت میں سب سے زیادہ رہنا ہوتا ہے اس لئے بیوی دین دار ہونی چاہئے۔لوگ شادی کرتے ہیں مال کی وجہ سے، خوبصورتی کی وجہ سے، اور بڑے گھرانے کی وجہ سے اور چوتھے نمبر پر دین دار، دین دار عوت سے شادی کرلو لطف ہی لطف رہے گا، اگر دین دار عورت گھر میں آ گئی تو ہر اعتبار سے مزے ہی مزے ہیں، تم خوش رہو گے، بچے جو ہوں گے وہ اچھے ہوں گے اس لئے کہ بچے کو جو پہلی صحبت ملتی ہے، وہ ماں کی، پھر باپ کی، تو ماں اچھی ہونی چاہئے پھر باپ اچھا ہونا چاہئے، ان دونوں کے اندر اگر دین داری ہے تو سب کچھ اچھا ہو جائے گا، پھر معاملہ آتا ہے استاذ کا، استاذ کو اچھا ہونا چاہئے۔اب یہ کوئی نہیں دیکھتا، کوئی نہ بیوی دیکھتا ہے، نہ کوئی استاذ کو دیکھتا ہے بس پیسہ، شہرت اور ظاہری رکھ رکھاؤ، نتیجہ کیا ہے چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات اور دین دار بیوی کی علامت ہے کہ جیسے جیسے عمر بڑھتی جاتی ہے محبت بڑھتی جاتی ہے، اور اس کی دینداری کی برکتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں۔

ہم لوگ صحبت کا مطلب صرف یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ والوں کے پاس چلے جانا، آپ کسی چیز کو اتنا خراب کر دیں پھر اس کو لے جائیں کسی بڑے کاریگر کے پاس اس کو ٹھیک کر دیجئے، جو چاہیں گے ملے گا تو وہ جھنجلا جائے گا کہ آخر کتنی اصلاح کروں، ٹھیک کر کے لاتے تو تھوڑا سا دیکھ لیتا اور کام ہو جاتا اور وہ چلنے لگتی، اور آپ نے اس کو برباد کر دیا، توڑ مروڑ کر یہاں وہاں ٹہلتے رہے اور غلط دوست بنائے، استاذ کی بے عزتی کی، حرام مال کھایا، ساری غلطیاں کیں، برسوں کا بگڑا ہوا دو دن میں کیسے ٹھیک ہو جائے گا؟ اس لئے ہمیں صحبت کا خیال شروع سے کرنا چاہئے، پہلے بیوی اچھی ہونی چاہئے اور کسی کو اگر ماں باپ اچھے مل جائیں کیا کہنے ”نور علیٰ نور“۔اور گھر کا ماحول بھی اس کا اچھا ہو، اور گھر میں خواتین بھی اچھی ہوں تو پھر کیا کہنے۔

حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ رسول پاک ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ایک جگہ افسوس میں بیٹھے تھے، پھر کہا چلو لماں کے پاس چلتے ہیں، امّ ایمنؓ حضرت رسول پاک ﷺ کے گھر میں رہی ہیں اور برکتیں حاصل کی ہوئی ہیں اور ایسی بابرکت خاتون کہ جب انہوں نے ہجرت کی مکہ سے مدینہ، اکیلے راستے میں پیاس کی شدت سے تڑپ گئیں، نام بھی ان کا بابرکت اور ہیں بھی برکت والی، تو اللہ تعالیٰ نے ڈول آسمان سے بھیجا، لٹک کر نیچے آیا اس میں سے انہوں نے پانی پیا، پوری زندگی پھر انہیں پیاس ہی نہیں لگی، ایسی بابرکت خاتون ہیں، تو دونوں گئے ان کی خدمت میں، وہ رونے لگیں، ابو بکر اور عمرؓ نے کہا: لماں کیوں روتی ہیں؟ آپ ﷺ تو بہت اونچے مقام پر ہیں۔ دنیا سے رخصت ہو گئے جنت کے اعلیٰ درجہ میں ہیں، فرمایا: اس لئے نہیں رو رہی ہوں، پھر کیوں رو رہی ہو؟ میں اس لئے رو رہی ہوں کہ وحی کا سلسلہ بند ہو گیا، وحی کی قیمت جانتی تھیں وحی کیا چیز ہے؟ اس وجہ سے وہ حضرت امّ ایمن کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

ہمارے حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کی والدہ ماجدہ بھی ماشاء اللہ کیا خاتون تھیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو کیسا نوازا تھا، پورے گھر کے لوگ ان کے پاس جا کر بیٹھا کرتے تھے، بیٹھتے ہی نہیں تھے، ایک روحانی سکون ان کے پاس ملتا تھا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے وہ مقام ان کو عطا فرمایا تھا۔ ڈھائی بجے اٹھ جاتیں، اشراق تک اپنے مصلے پر بیٹھی رہتی تھیں، اور یہ معمول ان کا آخری دور تک ۹۳ سال کی عمر تک تھا۔ اور ظاہر سی بات ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے روتی تھیں، گڑگڑاتی تھیں، خواب میں اللہ کے رسول ﷺ کی زیارت ہوئی، اور ان سے براہ راست بیعت ہوئیں، تو اللہ تعالیٰ نے بہت اونچا مقام ان کو عطا فرمایا تھا۔ تو ظاہر ہے کہ ان کے پاس بیٹھنا، ان کی خدمت میں حاضر ہونا کتنی بڑی بات ہے، ان کی خدمت میں بیٹھنے سے اثر پڑتا تھا، ہمارے حضرت مولاناؒ ان ہی کی صحبت میں رہ کر بڑے ہوئے۔

حدیث میں آتا ہے کہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ کوئی چاہے مانے یا

نہ مانے، اصل میں یہ بات پوشیدہ ہے۔تو دیکھ لینا چاہئے کہ کس سے دوستی کررہے ہو، چیک کرلو کہ تمہاری دوستی کا رجحان کدھر ہے، دل کس سے لگتا ہے، کون ساتھی تمہارا زیادہ ساتھ دیتا ہے، اگر وہ اچھا ہے تو تم اچھے ہو، اگر وہ برا ہے تو تم برے ہو، لوگ آسانی سے کہہ دیتے ہیں کہ دوست ہے مگر اس کے طریقے پر نہیں ہوں، یہ جھوٹ ہے، تم بیوقوف خود کو بھی بناتے ہو، دوسرے کو بھی بناتے ہو، صحبت کا اثر تو پڑتا ہی ہے، آدمی کی جیسی طبیعت ہوتی ہے ویسی ہی طبیعت والے سے مانوس ہوتا ہے، جو الٹے سیدھے لوگ ہوتے ہیں، وہ الٹے سیدھے لوگوں کو فوراً پہچان لیتے ہیں، جو نیک لوگ ہوتے ہیں وہ نیک لوگوں کو پہچان لیتے ہیں، اس لئے کہ جو جیسا ہوتا ہے، ویسے ہی لوگوں کو ڈھونڈتا ہے۔

آپ چور کے ساتھ رہیں گے تو چوری نہ صحیح ہیرا پھیری تو کریں گے ہی، آپ جھوٹے کے ساتھ رہیں گے تو جھوٹ نہ صحیح مبالغہ تو کریں گے ہی، کتنا ہی اپنے آپ کو بچائیں، اس لئے اس بات کو طے کرنا چاہئے کہ ہم کو اچھوں کی صحبت اختیار کرنا ہے، اور اچھے لوگوں سے دوستی کرنا ہے، علماء کی صحبت میں بیٹھنا ہے، اور واقعی جن کے اندر کمال ہے ان کے پاس جا کر بیٹھیں، اب آپ ﷺ سے جو جتنا مشابہ ہوگا، جتنا زیادہ متبع سنت ہوگا، اتنا ہی اس کی صحبت میں بیٹھنا چاہئے، جتنا سنتوں کا اتباع کرنے والا ہوگا اتنی ہی زیادہ اس کی صحبت کا نفع اور برکت بڑھتی جائے گی۔اور خوب سمجھ لیجئے اس کے اندر کرامتیں جتنی بھی ہوں اگر اتباع سنت نہیں ہے، تو نہ برکت ہوگی نہ نفع اور نہ تاثیر۔

حد سے زیادہ تأثر اور عقیدت میں غلو باطل ہونے کی علامت

ایک بات اور سمجھ لیں لوگ کہتے ہیں کہ ایک دم سے بھونچال آجائے، بھونچال کا نام تاثیر نہیں ہے، یہ بہت زیادہ متاثر ہونے کی علامت ہے، بہت زیادہ متاثر ہونا باطل ہونے کی علامت ہے، بہت زیادہ اس میں نقص شامل ہوتا ہے۔حال یہ ہوگیا ہے کہ جنہوں نے کرامات دکھادیں ان کے پیچھے چل دئے، انہوں نے یوں کیا تو یوں ہوگئے، یوں کیا تو یوں۔بدعتیوں کا یہی حال ہے، ایک سب سے بڑے بدعتی پیر جن کی کافی

شہرت ہے، ممبئی میں بیمار ہوئے تو اسپتال میں بڑے بڑے سیٹھ ملنے آنے لگے، ایک دن انہوں نے کہا کہ پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ مجھ سے ملنے آنے والے ہیں۔ میری عیادت کے لئے تو بڑے بڑے پیسے والے سیٹھوں کی عقلیں ماری جاتی ہیں، سب نے اسپتال کی صفائی کروائی، عطر چھڑکے، ڈیکوریٹ کر کے لائن سے کھڑے ہوگئے کہ ابھی حضرت آئیں گے، ایک موٹر آئی، اس میں سے ایک سفید داڑھی، عمامہ باندھے ہوئے ایک صاحب اترے، اور سیدھے اندر تشریف لے گئے، اور دروازہ بند کر دیا گیا، اور اس کے بعد دروازہ کھلا ہی نہیں، ایک، دو گھنٹے بعد خبر آئی کہ حضرت وہیں سے چلے گئے واپس نہیں آئیں گے، آپ لوگ جایئے اس لئے کہ وہ داڑھی لگا کر، کاجل لگا کر، خوب فنکاری کر کے آئے تھے اور اندر جا کر داڑھی اتار لی، چہرہ صاف کر لیا اور چلے گئے۔ اور سارے لوگ یہی کہہ رہے ہیں کہ ہمارے حضرت کا کتنا اونچا مقام ہے، سجدے پہ سجدے ہو رہے ہیں، ہاتھ پہ ہاتھ چومے جا رہے ہیں بس کیا کہنے اس سے بڑا تو کوئی پیدا ہی نہیں ہوا یہ سب تماشے ہیں۔ لوگ یہ سوچتے ہیں کہ یہ تاثیر ہے، یہ تاثیر نہیں ہے۔ یہ عقیدت میں غلو اور بے جا غلط تاثر ہے۔ حضرت نے کہہ دیا کچھ کرنے کی ضرورت نہیں، نماز بھی معاف، وہ پیر نہیں پَیر ہوتے ہیں۔

اسی لیے سب پریشان ہیں کہ دو منٹ میں کام ہو جائے، چمتکار دکھائیں، یہ سب کچھ نہیں، اتباع سنت دیکھیے، اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کی جائے کیوں کہ جو جتنا متبع سنت ہوگا اتنی ہی تاثیر ہوگی۔ ایک بڑے بزرگ عالم ربانی نے لکھا ہے کہ جو جتنا بڑا متبع سنت ہوگا وہ اتنا بڑا عالم بھی ہوگا۔ اگر اس کا تعلق وہاں سے ہوگا تو علم کے سوتے پھوٹتے چلے جائیں گے، وہ علم میں فائق ہوتا چلا جائے گا، اور تاثیر بھی بڑھتی چلی جائے گی۔

اتباع سنت کیا ہے؟

اتباع سنت بھی لوگوں نے محدود کر دیا، اکثر لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہیں، کہتے ہیں کہ سنت ہے داڑھی ایک مشت ہو جائے اور ٹخنے سے اوپر پائجامہ بس ختم۔ بھائی اتباع سنت

کا مطلب ظاہری اور باطنی دونوں سنتوں پر عمل کرنا ہے۔ جیسے کبوتر کہ اس کے دونوں پر کاٹ دیے جائیں تو اڑ نہیں پائے گا، لیکن کبوتر کے اندر جان ہی نہیں تو وہ چاہے کتنا ہی خوبصورت کیوں نہ ہو، کیسے ہی پر کیوں نہ ہوں کوئی فائدہ نہیں۔ جن کے اندر باطنی سنت نہیں ہے تو اس کے بغیر کچھ نہیں ہونے والا۔ ظاہری طور پر دیکھے گئے کہ یہ بڑے متبع سنت ہیں اور دل میں گندگی بھری ہوئی ہے، جب تک ہمارا باطن ٹھیک نہیں ہوگا اور باطن کی سنتوں پر عمل نہیں کریں گے تب تک ہمارے اندر وہ چیز پیدا نہیں ہو سکتی۔ امت کا درد، یہ وہ سب سے بڑی سنت ہے جس کے بغیر انسان کوئی بڑا کام نہیں کر سکتا جس کو قرآن مجید میں کہا گیا: ''اے محمد ﷺ! ایسا لگتا ہے کہ آپ ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے اپنی جان دیدیں گے تو ظاہری سنت پر بھی عمل ہو اور باطنی سنت پر بھی عمل ہو تب تو کام بنے گا۔

ہمارے حضرت مولاناؒ دیکھنے میں بڑے سادہ تھے مگر وہ ظاہری اور باطنی دونوں سنتوں پر عمل کرتے تھے، ان کو دیکھ کر معلوم ہوتا کہ اندر کا نور باہر پھوٹ کر آ گیا ہے ۔ایک بار ندوہ میں بڑا اجلاس ہوا، ہندوستان کے بڑے بڑے مشائخ اور علماء آئے تھے اتنے میں ایک دیہاتی آدمی آیا اور اس نے پوچھا: مولانا علی میاں صاحب سے ملنا ہے، لوگوں نے کہا جانتے ہو؟ کہا پہچانتے تو نہیں، لوگوں نے اس کا امتحان لیا، مولاناؒ سامنے بیٹھے ہوئے تھے، ان کے چاروں طرف بڑے بڑے مشائخ اور علماء تشریف فرما تھے اپنے اپنے لباس میں ملبوس، اور حضرت مولاناؒ ویسے ہی سادہ انداز میں بیٹھے ہوئے تھے، لوگوں نے کہا انہی میں سے ایک ہیں پہچان لو، وہ سیدھا مولاناؒ کے پاس گیا اور ان سے مصافحہ کر کے آ گیا، لوگوں نے پوچھا کیسے پہچانا؟ تو وہ کہنے لگا کہ چہرہ بتا رہا تھا۔ تو یہ ہے، اصلاً جو اندر کی سنتیں ہوتی ہیں ان کی اتباع سے نور پھوٹ کر باہر آتا ہے، حضرت مولاناؒ نے پوری زندگی اپنے آپ کو چھپانے کی اتنی کوششیں کیں لیکن انتقال ہوا تو ایسا محسوس ہوا کہ ایک ڈھکن تھا جو کھل گیا اور خوشبو باہر پھیل گئی۔ نہا دھو کر ،شیروانی پہن کر، عطر لگا کر، رمضان المبارک کے مہینے میں، جمعہ کے دن دربار خدا

وندی میں حاضر ہوئے اور سورہ یٰس پڑھتے ہوئے دنیا سے تشریف لے گئے۔ انتقال کے بعد قبر سے ۶ مہینے تک خوشبو آتی تھی، قبر سے نکل کر پوری مسجد اور اطراف میں پھیل جاتی تھی۔ آج بھی حضرت مولاناؒ کی کتابوں میں تاثیر ہے لیکن ایسے لوگوں کو دیکھ کر آدمی ایک دم متاثر نہیں ہوتا دھیرے دھیرے جب خدمت میں جائے گا تو محبت بڑھتی جائے گی۔ ایک دم سے متاثر ہونا یہ اس کے باطل ہونے کی علامت ہے۔

تو اصل میں یہ ہونا چاہیے کہ انسان کو متبع سنت انسان کی صحبت میں رہنا چاہئے اور اسے ڈھونڈنے کی کوشش میں رہنا چاہئے۔ اکثر لوگ الٹے سیدھے لوگوں کے جال میں پھنستے ہیں اور بعد میں آکر روتے ہیں۔ بھائی آپ ایسا کام کیوں کرتے ہیں کہ بعد میں سجدہ سہو کرنا پڑے اس لئے آپ چیک کیجئے کہ متبع سنت کون ہے؟ آپ ان کی صحبت میں بیٹھئے، زبان کیسی ہے، اس کا رہن سہن کیسا ہے، اس کا عزیزوں کے ساتھ معاملہ کیسا ہے؟ میں کہتا ہوں ایک اور چیز دیکھنا چاہئے جو حدیث سے بھی ثابت ہے کہ اس کا رشتہ داروں سے معاملہ کیا ہے؟ اس لئے کہ رشتہ داروں سے اچھا معاملہ کرنا بڑے دل وجگر کی بات ہے اور اس میں جو کامیاب ہے وہ سب سے زیادہ متبع سنت ہے اور ہمارے حضرت مولاناؒ اس معاملہ میں غیر معمولی مقام رکھتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کے بھائی کو یہ مقام عطا فرمایا تھا۔ جو جتنا زیادہ قریبی رشتہ دار ہوتا اس کا اتنا ہی زیادہ خیال رکھتے تھے، حضرت مولاناؒ کے ایک رشتہ دار تھے، مولانا کے عصبہ میں سے تھے، عصبہ کہتے ہیں باپ کے رشتہ دار کو، ان کا رشتہ شریعت میں بڑھا ہوا ہے۔ ایک دفعہ ان کے پائجامے میں پاخانہ ہوا تو حضرت مولاناؒ نے کہا کہ میں صاف کروں گا، لوگوں نے کہا آپ نہ کریئے، تو حضرتؒ نے فرمایا، یہ میرے قریب کے رشتہ دار ہیں، مجھ پر حق زیادہ ہے، ہم لوگ تو یہ دیکھتے ہیں کہ مولاناؒ بہت بڑے ہوگئے، پہلے چھوٹے تھے پھر بڑے ہوئے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ فرمایا کرتے تھے جو ہماری جوانی دیکھے اس کو سمجھ میں آجائے گا کہ ہم ہیں کیا

۔ظاہر سی بات ہے کہ جوانی دیکھو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے، بڑھاپا دیکھو گے تو ناکام ہو جاؤ گے۔فرماتے تھے جب دانت تھے تب چنے نہیں تھے۔اب چنے ہیں تو دانت نہیں، اسی طرح زندگی گزاردی ان حضرات نے۔ہمارے حضرت مولاناؒ نے بارہ بارہ، پندرہ پندرہ کلو میٹر سائیکل سے سفر کیا ہے، یہ کوئی سوچ سکتا ہے جن کے لئے ہمیشہ جہاز کھڑا ہو۔تو ہمیں ان حضرات کی جوانی کو دیکھنا چاہئے اور سبق لینا چاہئے۔

تاثیر صحبت کے کچھ واقعات

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ جب چھوٹے تھے تقریباً چار سال کے تو حضرت سید احمد شہیدؒ اس علاقے میں تشریف لے گئے، اس وقت ان کو حضرت سید صاحبؒ کی گود میں دیا گیا اور سید صاحبؒ نے تبرکاً بیعت بھی فرمالیا، اس کے اثرات دیکھئے کہ پھر حاجی صاحبؒ حاجی صاحبؒ بن گئے کیونکہ سید صاحبؒ کے پاس انکے شیخ میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانوی اوران کے شیخ شاہ عبدالرحیم ولایتی جو سید صاحبؒ کے خلیفہ تھے رہے جب حاجی صاحب نے ان کی صحبت اختیار کی تو اللہ نے ان کو وہ صلاحیت عطا فرمائی کہ مولانا تھانویؒ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت حاجی صاحبؒ تو آپ سے علم میں کم ہیں لیکن آپ ان کے پاس ہر وقت جانا چاہتے ہیں؟ تو فرمایا کہ ہاں اور لوگ تو بتاتے ہیں حاجی صاحب پہونچادیتے ہیں۔یہ فرق ہے اس لئے ان کے پاس جاتے ہیں۔ایسے ہی ایک مرتبہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اپنی مسجد میں تشریف لائے تو ایک دیہاتی آدمی وضو کر رہا تھا مولانا نے اس کو دیکھا تو کھڑے ہوگئے اور بعض مریدین سے کہا کہ جب یہ وضو کر چکیں تو ان کو مجھ سے ملا دینا۔نماز ہوگئی، نماز کے بعد ان کو بلایا اور پوچھا کہ تم کیا کرتے ہو؟ کہا کچھ نہیں کھیتی کسانی کرتا ہوں، اللہ اللہ کرتا ہوں۔کہا نہیں کچھ اور بتاؤ! اللہ اللہ کے اثرات کو میں سمجھتا ہوں کہ کیسے پڑتے ہیں۔نماز پڑھنے کے اثرات کو بھی میں جانتا ہوں۔لیکن تمہارے اندر کچھ اور بات ہے۔کیا کوئی واقعہ تمہارے ساتھ پیش آیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ حضرت سید احمد شہیدؒ ایک مرتبہ

ہمارے علاقے میں آئے ہوئے تھے میں چھوٹا سا تھا، میں لوگوں کے بیچ سے نکلتا ہوا ان کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا، ان کی نظر مجھ پر پڑ رہی تھی۔ مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا بات سمجھ میں آ گئی اسی کا اثر ہے کہ تمہارے اندر سے ایک نور نکل رہا ہے جو آسمان تک جا رہا ہے، تو آدمی جتنا قوی ہوگا اتنے ہی اثرات پڑتے ہیں، اب وہ دیہاتی تھے لیکن سنت پر ایسے کاربند تھے کہ کوئی سنت ان سے نہیں چھوٹتی تھی۔ حضرت سید صاحبؒ کے اثرات میں سے خاص اثر یہ تھا کہ جو بھی ان کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیتا تھا اس کی کایا پلٹ جاتی تھی ،اس شخص کی قلب ماہیت ہو جاتی تھی، یہ صحبت کا اثر ہوتا ہے۔ اس لئے کہ آنکھ کا اثر پڑتا ہے۔ یہ سب جانتے ہیں کہ یہ نظر بد ہے، بچوں کو نظر لگتی ہے۔ "العین حق"۔ (سنن الترمذی فی باب ماجاء العین حق والغسل لها) حدیث میں ہے کہ بعض لوگوں کی نظر اتنی بری ہوتی ہے کہ صحیح وتندرست کو دیکھ لیں تو وہ بیمار ہو جائے۔ اور لوگ یہ بھی جانتے ہیں کہ دیکھنے سے تعلق بھی ہو جاتا ہے۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہوتے ہیں ان کی نظر میں قلب ماہیت کی صلاحیت ہوتی ہے۔ ع

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

اصل بات یہی ہے کہ بعض دفعہ ایسی نظر ہوتی ہے کہ ایک ہی نظر میں کام ہو جاتا ہے۔ نسبت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور نسبت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ پھر آدمی ادھر ادھر بھٹکتا نہیں ہے۔

مولانا محمد احمدؒ پرتاپ گڑھی نے اس کو سمجھانے کے لئے کہا ہے ۔

نسبت اسی کا نام ہے نسبت اسی کا نام
ان کی گلی کو چھوڑ کے جانے نہ پایئے

اس کو بہت آسانی سے سمجھا دیا۔ نسبت کا یہ مطلب نہیں ہوتا ہے کہ آدمی بھاگنا نہ چاہے، بھاگنا چاہے گا لیکن ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے کہ بھاگ نہیں پائے گا اس کا نام ہے نسبت۔ جب اللہ والوں کے پاس رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرتا

ہے۔حدیث میں آتا ہے کہ میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، مانگتا ہے تو دیتا ہوں، پناہ چاہتا ہے تو پناہ دیتا ہوں، اسی لئے ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ اولیاء محفوظ ہوتے ہیں اور محفوظ کا مطلب بعض لوگ غلط سمجھ لیتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ گناہ نہیں ہوتا، گناہ پر باقی نہیں رہتے، اصرار نہیں کرتے، توبہ کی توفیق مل جاتی ہے۔ معصوم صرف انبیاءؑ کی ذات ہے اور کوئی نہیں۔ جب آدمی نیک لوگوں کی صحبت میں رہے گا تو وہ چیز اس کو حاصل ہو جائے گی اب جس وقت حاصل ہو جائے۔ بعض دفعہ کئی کئی سال رہنا ہوتا ہے کچھ حاصل نہیں ہوتا، اور بعض دفعہ چند لمحوں کے لئے آئے کام بن گیا۔ حضرت مولانا کرامت علی جونپوریؒ جن سے اللہ تعالیٰ نے بنگال میں غیر معمولی کام لیا ہے، کہنے والے کہتے ہیں کہ ان کے ہاتھ پر ایک کروڑ لوگ ایمان لائے تھے۔ پہلے بنگلہ دیش میں مسلمان اقلیت میں تھے، اب اکثریت میں ہیں یہ سب مولانا کرامت علیؒ کی کرامت ہے۔ ان کا نام علی تھا لیکن ان سے کرامتوں کا اتنا ظہور ہوا کہ کرامت کا لفظ ان کے نام کے ساتھ وابستہ ہو گیا اسی لئے وہ خود خط کے اخیر میں لکھتے تھے: علی ملقب بکرامت علی۔ اسی جگہ جہاں آپ لوگ بیٹھے ہیں، تکیہ پر وہ آئے تھے اور حضرت سید صاحبؒ سے بیعت ہوئے تھے۔ سید صاحبؒ نے اٹھارہ دن کے بعد فرمایا: مولانا کام ہو گیا۔ اب دیکھئے اٹھارہ دن میں کام ہو گیا۔ اگر آپ رکنا چاہیں تو رک سکتے ہیں لیکن اب آپ کو رکنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صحبت کی جو برکتیں تھیں وہ اٹھارہ دن میں حاصل ہو گئی تھیں اور اتنے کامل ہو گئے تھے کہ سید صاحبؒ نے اٹھارہ دن میں فرمایا تھا کہ مولانا اب آپ جایئے اور بنگال میں کام کیجئے۔ پھر مولانا کچھ دن اپنے شوق سے ٹھہرے، اس کے بعد بنگال تشریف لے گئے، اٹھارہ سال کے بعد اپنے گھر لوٹے وہ نہ بنگال کے رہنے والے تھے نہ بنگلہ زبان جانتے تھے، پھر اٹھارہ سال کے بعد اپنے والد صاحبؒ سے ملنے آئے اور پھر دوبارہ سب کو وہیں لے کر چلے گئے اور

۵۴ سال تک وہیں رہے اور پورا بنگال بدل کے رکھ دیا۔ اب یہ قوی صحبت کا اثر ہے کہ چند دن میں کام بن گیا۔ لیکن اس کے لئے آداب چاہئیں ۔ موانع نہیں ہونے چاہئیں کہ حرام کھا رہے ہیں تو صحبت کا اثر کہاں ہوگا، اور غیبت کر رہے ہیں تو صحبت کا اثر کیا ہوگا۔ محبت کے ساتھ، اخلاص کے ساتھ، عظمت کے ساتھ، اگر آدمی رہے تو فائدہ ہوتا ہے ورنہ اگر ایک ہزار سال رہے تو بھی فائدہ نہیں ہوگا۔ صحابۂ کرامؓ کو بھی رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے کب فائدہ ہوا؟ جب ایمان لے آئے، ورنہ ابوجہل بھی روز ملتا تھا لیکن کیا وہ بدل گیا۔ وہ تو مخالفت میں ڈٹا ہوا تھا۔ اسی طرح اگر کوئی تنقید کے ساتھ آئے گا اور دل و دماغ میں ادھر ادھر کی باتیں لے کر آئے گا تو پھر ظاہر ہے کہ اس کو فائدہ کیسے پہونچ سکتا ہے؟ مولانا محمد احمد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب ایسی جگہوں پر جاؤ تو نشیب بن کر جاؤ کیونکہ وہ حضرات ٹیلے ہیں، نشیب بن کر جاؤ گے تو کچھ آ جائے گا اور اگر خود تم ٹیلے بن کر یا کھمبا بن کر جاؤ گے تو ادھر ادھر سے چلا جائے گا، جو آدمی نشیب بن کر جائے گا، ملے گا اور اگر نشیب بن کر نہیں جائے گا تو کچھ نہیں ملے گا۔

ان حضرات کے پاس مہینوں، برسوں رہنے کے بعد کوئی گھڑی آتی ہے لیکن اللہ کے رسول ﷺ کی ہر گھڑی بابرکت اور ہر ساعت مبارک تھی کہ جو بھی آپ ﷺ کے پاس ایک لمحہ کے لئے ایمان کے ساتھ آجاتا تھا، اسی گھڑی اس کا کام ہو جاتا تھا، اس لئے کہ آپ ﷺ کی صحبت کا عالم بالکل الگ ہے۔ صحابہ کرامؓ کو جو مقام حاصل ہے وہ کسی کو حاصل نہیں ۔ اب سید صاحبؒ کے چند لوگ ایسے ہیں جن کو یہ مقام حاصل ہوا لیکن رسو ل اللہ ﷺ پاس جو بھی آ گیا ایمان کے ساتھ، ایمان شرط ہے، یہاں شرط اخلاص ہے۔ انبیاء کی صحبت کے لئے ایمان شرط اور اولیاء کی صحبت کے لئے اخلاص شرط، اب اگر اخلاص کے ساتھ آئے گا تو صحبت کا فائدہ ہوگا، اخلاص کے ساتھ نہیں آئے گا تو فائدہ نہیں ہوگا۔ ہمارے اس زمانے کے جتنے بزرگان دین ہیں ان کا یہ کہنا ہے کہ اللہ والوں کے پاس جاتا رہے، ان کی صحبت میں جتنا موقع مل جائے اس سے فائدہ اٹھاتا رہے

کیوں کہ وہ ہر ایک کو محبت سے دیکھتے ہیں، ان کی نظر میں مضرت نہیں ہوتی اور ان کی نظر میں نقصان نہیں ہوتا، محبت کی نظر کا فائدہ پہونچتا ہے۔ اگر محبت غیر معمولی ہوگی تو تاثیر غیر معمولی ہوگی۔ فارسی کا ایک شعر بہت پڑھا جاتا ہے کہ بزرگوں کی صحبت میں ایک ساعت بیٹھنا بغیر ریا کے، ایک سو سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ یہ وہی صحبت ہے کہ ایک ساعت میں قلب ماہیت ہو جائے برابر صحبت نہیں۔ صحبت برابر ہوگی لیکن ایک ساعت ایسی آئے گی جس میں قلب ماہیت ہو جائے گی۔ قلب کے اندر کرنٹ دوڑ گیا ایک روح پیدا ہوگئی، یہ اللہ کے نیک بندوں کی صحبت میں رہنے سے حاصل ہو جاتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں آداب کے ساتھ جو جتنا رہا ہے اس کا مقام اتنا ہی بلند ہو گیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مقام بلند ترین ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے صحبت کے آداب بھی پورے اختیار کئے اور حضرت علیؓ کے مقابلہ حضرت ابوبکرؓ کی افضلیت میں بھی اسی کا اثر ہے۔ حضرت علیؓ بھی آپ ﷺ کی صحبت میں رہتے تھے مگر حضرت علیؓ بچے تھے، بچوں کی صحبت میں اور بڑوں کی صحبت میں فرق ہوتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ بالغ ہو چکے تھے اور آپ ﷺ کے ہم عمر تھے، ذرا سا فرق تھا۔ آپ ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو انھوں نے اسی وقت ایمان قبول کر لیا اور اس سے پہلے سے ہم مزاجی، ہم مذاقی اور ایک ساتھ اٹھنا بیٹھنا تھا ہی، فوراً ایمان قبول فرمالیا اور ساتھ برابر رہتے رہے ان کو جو مقام حاصل ہوا وہ کسی اور کو حاصل نہیں ہوا، رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں آداب کے ساتھ رہے، محبت کے ساتھ رہے، عظمت کے ساتھ رہے اور اس سے بڑھ کر ہم مذاقی، ہم مزاجی کے ساتھ رہے۔ بہر حال صحبت کے اثر سے انکار نہیں اور پھر عجیب بات یہ بھی ارشاد فرمائی رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جو لوگ صبح و شام ہم کو پکارتے رہتے ہیں، ہماری تسبیح پڑھتے رہتے ہیں، ہمارا ذکر کرتے رہتے ہیں آپ ﷺ ان کے ساتھ اٹھیں بیٹھیں، اب جب اللہ کے رسول ﷺ کو فرما دیا گیا کہ اپنے سے کم درجہ کے لوگوں کے ساتھ رہیں تو اصلاً یہ ہم لوگوں سے کہا گیا ہے کہ کسی بڑے سے بڑے آدمی کو

یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ ہم اس لائق ہوگئے ہیں کہ سب لوگ ہمارے پاس آکر بیٹھیں۔ بلکہ اپنے سے کم درجہ کے لوگ معلوم دیتے ہیں، معلوم نہیں ان میں سے کس کے اندر اعلیٰ درجہ کی صفات اور اعلیٰ درجہ کے کمالات ہوں تو ان کے پاس بھی آپ بیٹھیں تا کہ وہ اثرات آپ میں منتقل ہوں۔ آپ ان سے لیں اور وہ آپ سے لیں۔

حضور ﷺ کو تو فرمایا اس لئے گیا تھا تا کہ ہم سیکھ لیں اس لئے کہ آپ ﷺ کا ہر کمال تو آپ ﷺ کا کمال ہے، ہر مقام آپ ﷺ کا مقام ہے، ہر مرتبہ آپ ﷺ کا مرتبہ ہے، آپ ﷺ کے ماننے والے جو آپ ﷺ کے ذریعہ سے اس مقام پر پہنچے ہیں تو ظاہر ہے کہ وہ چاہے کتنے ہی بلند ہو جائیں رسول اللہ کو ان کے پاس بیٹھنے کی ضرورت تھوڑی ہی تھی، لیکن یہ کہا جا رہا ہے کہ ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ﴾ (الکهف: ۲۸) آپ ﷺ اپنے آپ کو روکیں ان کے ساتھ جو اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ تو ایسے ہی ہم میں سے ہر ایک کو چاہئے چاہے دیکھنے میں افضل ہو لیکن اس شخص کے پاس بیٹھے جس کو اللہ تعالیٰ نے کمال سے نوازا ہے۔ جو اللہ اللہ کرنے والے ہیں۔

صحبت کی مثال

آپ ﷺ نے اس کو مثال سے سمجھایا کہ اچھی صحبت کی مثال عطر بیچنے والے کی ہے، اگر اس کے پاس بیٹھو گے تو خوشبو سے فائدہ اٹھاؤ گے، عطر بیز ہو جاؤ گے، مزہ آجائے گا اگر نہ خرید و تب بھی خوشبو لے کر جاؤ گے۔ اگر بھٹی پھونکنے والے کے پاس بیٹھو گے تو اس کا دھواں اور اس کی کالک ملے گی، کالک سے اگر تم نے اپنے کو بچا بھی لیا تو دھواں کہیں گیا ہی نہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا یا تو برے بن جاؤ گے یا بری شہرت ہو جائے گی اس لئے کہا گیا ہے کہ بروں کی صحبت سے بچتے رہو یہ بہت ہی اہم بات ہے۔ ہمارے حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی (اللہ آپ کی عمر دراز فرمائے)، ان کے پاس ایک صاحب آئے جو بڑے نیک نام تھے، انھوں نے کہا کہ ایک شخص بڑا بدنام ہے وہ مجھے بلا رہا ہے سوچتا ہوں چلا جاؤں ہو سکتا ہے کہ کچھ ٹھیک ہو جائے اور اثر قبول کرے تو مولانا نے بڑی حکمت کی

بات فرمائی، کہا کہ اگر ان کے پاس جاؤ گے تو ان کی بری شہرت آپ کو مل جائے گی اور آپ کی اچھی شہرت انھیں مل جائے گی۔ اس لئے برے لوگوں سے بچنا چاہئے۔

ہاں جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں جن کو کچھ کیفیت حاصل ہے، ان کے ساتھ رہے جیسا کہ میں نے پہلے بتایا تھا کہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ وہاں تشریف لے گئے تو ان کی صحبت میں نہیں گئے تھے، ان سے معاملہ کرنے نہیں گئے تھے بلکہ ان کی اصلاح کی غرض سے گئے تھے، اس نیت سے گئے اور واپس تشریف لے آئے۔ لیکن اگر کوئی معاملہ کرنے جا رہا ہے اس کے پاس اٹھے بیٹھے گا تو اس کی شہرت تم کو مل جائے گی اور تمہاری شہرت اس کو مل جائے گی یعنی تمہارا تھوڑا حصہ اسے ملے گا اور اس کا تھوڑا حصہ تمہیں ملے گا۔ تو اس کا فائدہ ہوگا اور تمہارا نقصان ہو جائے گا اس لئے آدمی کو احتیاط کرنا چاہئے۔ بری صحبت کا اثر پڑ کر رہتا ہے اسی طرح اچھی صحبت کا اثر بھی پڑ کر رہتا ہے۔ دیکھئے آپ نے ایک بیج ڈال دیا، بیج پڑ گیا یہ ضروری نہیں ہے کہ فوراً درخت سامنے اگ آئے، بیج پڑ گیا اب آہستہ آہستہ کام ہوتا رہے گا۔ اللہ والوں کی صحبت کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ بیج بعض دفعہ پڑ جاتا ہے وہ بھی کوئی ضروری نہیں۔ آداب کی رعایت ہوگی تب ہوگا، اور وہ اس لائق بھی ہو جس کی خدمت میں آپ جا رہے ہیں، تو بیج پڑ جائے گا اور کچھ دنوں اور برسوں کے بعد، یکدم رنگ بدلے گا معلوم ہوا کہ جو تھوڑی دیر ان کی صحبت میں رہے تھے اس کا اثر پڑا۔ بہت ادھر ادھر بھاگتے رہے اخیر میں پھر لوٹ کر آگئے۔ اللہ والوں کی صحبت کا یہ اثر تو پڑتا ہی ہے۔ حضرت مولاناؒ کے ساتھ بھی کتنے واقعات ایسے ہیں کہ حضرت مولاناؒ کے ساتھ کچھ دن رہے اور خدمت میں بیٹھے، پھر بیٹھنا چھوڑ دیا ادھر ادھر ٹہلتے رہے، اخیر میں پھر پلٹ کر وہی رنگ چڑھا اور پھر وہیں آگئے جہاں سے چلے تھے۔ یہ اللہ والوں کی صحبت کا اثر ہے اسی لئے عربی کا ایک شعر ہے:

أحب الصالحين ولست منهم

لعل الله يرزقني صلاحاً

(میں نیک لوگوں سے محبت کرتا ہوں چاہے ان جیسا نہ ہوں، ہوسکتا ہے کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہم کو بھی نیکی عطا فرمادے)۔ تو اللہ والوں سے محبت تو کرنی ہی چاہیے، ورنہ اصل تو یہ ہے کہ ان کی صحبت میں بیٹھیں۔ اگر صحبت میں نہیں بیٹھ سکتا تو ان کی کتابوں کا مطالعہ کرے ان کی سیرت وسوانح پڑھے۔ اس کے بھی اثرات پڑتے ہیں، ورنہ ظاہر ہے کہ صحبت کا کوئی بدل نہیں ہے۔ جس طرح بغیر صحبت کے نسل نہیں چلتی سوائے حضرت آدمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے۔

ویسے ہی بغیر صحبت کے یہ نسبت حاصل نہیں ہوتی الا یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی طرف سے عطا فرمادیں کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے۔ اس پر سب کو قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سنت اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے تو صحابہؓ بن گئے۔ اور جو صحابہؓ کی صحبت میں رہے تابعین بن گئے۔ تابعین کی صحبت میں تو تبع تابعین بن گئے، وہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔ جیسے حضرت آدمؑ سے سلسلہ نسب چل رہا ہے، یہ سلسلہ علم ودین بھی چل رہا ہے۔ علامہ ابن سیرینؒ نے لکھا ہے کہ علم دین اس سے سیکھو جو دیندار ہو اس لیے کہ یہ علم دین ہے، بے دین سے نہ سیکھو "فانظروا عمن تأخذون دينكم" (سنن الدارمی فی باب الحديث عن الثقات) سوچ لو دین کس سے لے رہے ہو کیونکہ جب اس کی صحبت میں جاؤ گے تو اس کے اثرات پڑیں گے وہ دین کی باتیں تو کرتا ہے لیکن خود اس کے خلاف ہے۔ یہ قیامت کی علامت میں سے ہے۔

"اذا وسد الأمر الىٰ غير أهله فانتظر الساعة"۔ (صحيح البخاری فی باب من سئل علما وهو مشتغل فی حديثه) جب نااہلوں کو کام سپرد کردیے جائیں تو قیامت کا انتظار کرو کہ اہل نہیں ہے اور اس کو کام دیدیا گیا۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ حدیث پڑھانے کا وہی اہل ہے جو سنت پر عمل کرتا ہو۔ صرف لچھے دار تقریر کرنے والا حدیث پڑھانے کا اہل نہیں ہے۔ جو سنت پر عمل کرتا ہو وہ اہل ہے۔ بہرحال صحبت کا اثر کہیں جاتا نہیں ہے۔

اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اس کو سوچ لینا چاہئے کہ اس نے کس سے دوستی کی ہے۔ کیوں کہ اثرات پڑتے ہیں اور آپ ﷺ نے بہت سی حدیثوں میں یہ بات بیان فرمائی ہے کہ آپس میں محبت کرنے والوں کے لئے میری محبت ہے۔ ان کو جنت میں اونچا مقام ملے گا، عرش کے سایہ میں رہیں گے۔ اس کا ایک واقعہ بھی پیش آیا، ایک بزرگ ہیں ابو ادریس خولانیؒ وہ دمشق کی مسجد میں داخل ہوئے انھوں نے دیکھا کہ ایک بہت خوبصورت نو جوان جس کے دانت آبدار، چہرہ چمکتا ہوا اللہ نے اسے علم سے نوازا ہے۔ بیٹھا ہوا درس دے رہا ہے، جہاں رائے میں اختلاف ہوتا ہے لوگ اس کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ جناب کیا ارشاد ہے۔ وہ بہت متاثر ہوئے اور کہنے لگے کہ میں ان سے الگ ملوں گا، دوسرے دن وہ بہت سویرے پہونچ گئے تا کہ اکیلے میں ملاقات ہو جائے، دیکھا تو وہ حضرت پہلے ہی آچکے تھے، نماز پڑھ رہے تھے، انھوں نے سلام پھیرا تو میں سامنے سے آیا اور میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھے آپ سے محبت ہے تو انھوں نے کہا واقعی اللہ کے لئے تم کہہ رہے ہو۔ میں نے کہا واقعی اللہ کے لئے محبت ہے۔ دو تین دفعہ انھوں نے پوچھا پھر میری چادر کا کونا پکڑا اس کو اپنی طرف کھینچا اور کہا کہ میں خوشخبری سنا تا ہوں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری محبت واجب ہوگئی آپس میں محبت کرنے والوں کے لئے، آپس میں ایک ساتھ بیٹھنے والوں کے لئے، ایک دوسرے کی زیارت کرنے والوں کے لئے اور ایک دوسرے پر خرچ کرنے والوں کے لئے، یہ ہیں حضرت معاذ بن جبلؓ جو حرام وحلال کے سب سے زیادہ جاننے والے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو حسن و جمال بھی عطا فرمایا تھا کہ جب بیٹھ کر پڑھاتے تھے تو لوگ دیکھا کرتے تھے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ اگر کسی کو کسی سے محبت ہو تو اس کو بتا بھی دے، بتانے سے محبت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور محبت سے توجہ ہو جاتی ہے، توجہ سے محبت کا فائدہ ہوتا ہے۔ جب محبت سے آدمی دیکھتا ہے تو محبت بھی عجیب چیز ہے، اس کے اثرات پڑ کر

رہتے ہیں یہاں تک کہ بعض دفعہ چہرہ میں بھی مشابہت پیدا ہو جاتی ہے، جب آدمی کو زیادہ محبت ہو جاتی ہے کسی اللہ کے نیک بندہ سے تو اخیر میں اس کے چہرے پر بھی اثرات پڑنے لگتے ہیں۔ محبت کرتے کرتے، ساتھ رہتے رہتے بعض دفعہ لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں کہ وہی آرہا ہے۔ جب دوطرفہ محبت ہوتی ہے تو یہ چیز پیدا ہو جاتی ہے۔

اہل ایمان کی صحبت کا فائدہ

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ صحبت میں رہو تو مؤمن ہی کی رہو "لا تصاحب الا مؤمنا" (سنن أبی داؤد فی باب من یؤمر أن یجالس) صاحب ایمان کی صحبت میں رہا کرو۔ جو لوگ مؤمن نہیں اور کھلم کھلا فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں، ان کی صحبت سے تو حتی الامکان بچنا چاہئے۔ جیسے کہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ لوگ دفتر میں کام کرتے ہیں، کافروں اور مشرکین کے درمیان رہتے ہیں۔ فسق و فجور کے اڈوں میں بیچاروں کو رہنا پڑتا ہے۔ اس طرح وہاں پر بیٹھیں کہ ہر وقت جی یہ چاہے کہ یہاں سے بھاگیں، یہ نہیں کہ وہاں طبیعت لگے بلکہ بس مجبوراً آگئے ہیں رزق حلال کے لئے، اب یہاں سے بھاگنا ہے اور کسی اللہ والے کی صحبت میں بیٹھنا ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جب وہ ریٹائر ہوں گے تو بہت خوش ہوں گے۔ ہمارے ایک عزیز ہیں وہ جب ریٹائر ہوئے تو اتنا خوش ہوئے کہ اب کہتے ہیں کہ جب صبح سو کر اٹھتے ہیں تو یہ خوشی ہوتی ہے کہ آفس نہیں جانا ہے۔ ورنہ آفس والے جب ریٹائر ہوتے ہیں تو بیچارے زندگی سے ریٹائر ہو جاتے ہیں اور چکر میں رہتے ہیں کہ کہیں سے پیسہ کمانے کا کوئی دھندہ مل جائے، پھر فاسق و فاجر کی صحبت میں جا کر بیٹھیں۔ اس لئے کہ دل رنگے جاتے ہیں اور پھر ویسا ہی مزاج بن جاتا ہے۔ رشوت لیتے ہیں، رشوت کھاتے ہیں، رشوت کے اڈوں میں رہتے ہیں۔ الٹی سیدھی باتیں وہاں پر ہوتی ہیں اسی کو وہ پسند کرنے لگتے ہیں اور وہی مزاج بن جاتا ہے۔ آدمی جیسی صحبت میں رہے گا وہی مزاج بن جائے گا۔ اسی لئے ایسی صحبت سے بچنے کی ہر وقت فکر کرنی چاہئے کس طرح

اللہ چھٹکارا دے۔ اسی فائدہ کے لیے آپ ﷺ نے فرمایا بھی کہ تمہارا کھانا اہل تقویٰ کھائیں اس لئے کہ اس میں بھی صحبت کا معاملہ ہے، جب آپ کے گھر میں نیک بندے آئیں گے، اس میں آپ کو فائدہ ہوگا وہ آپ کو دیکھیں گے آپ ان کی صحبت میں بیٹھیں گے اور آپ کو دعا ملے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسے لوگوں کو کھلانے کی فکر ہونی چاہئے۔ اچھے لوگ ہمارے دستر خوان پر کھائیں، یہ بات بھی آج کل ختم ہوگئی ہے، بڑے بڑے عہدہ داروں کو بلایا جاتا ہے اور الٹے سیدھے لوگوں کو بلایا جاتا ہے اور اگر کسی بڑے کو بلاتے بھی ہیں تو فخر اتنا کہ دوسروں سے کہیں کہ میرے یہاں فلاں فلاں آتے ہیں۔ نیت خراب کر لی، خوب سمجھ لیں کہ صحبت اخلاص کے ساتھ ہونی چاہئے اور کھانا بھی حلال کا کھلانا چاہئے۔ ایسا نہیں کہ الٹا سیدھا کھلا دے اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا خود جس نے کھلایا ہے اس کو بھی نقصان ہوگا اور جس نے کھایا ہے اس کو بھی نقصان ہوگا۔ کھانا حلال کھلانا چاہئے اور اخلاص کے ساتھ کھلانا چاہئے۔

جمع کرنے کی چیز کیا ہے؟

حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ﴾ (التوبۃ: ۳۴) کہ جو لوگ سونا اور چاندی کو اکٹھا کرتے ہیں۔ آیت کے نزول کے وقت ہم لوگ تو سفر میں تھے بعض صحابہؓ نے عرض کیا آیت تو سونا اور چاندی کے بارے میں نازل ہوئی ہے اگر ہم کو معلوم ہو جائے کہ کون سا مال اچھا ہے جسکو ہم جمع کر سکتے ہیں تو ہم وہی مال جمع کیا کریں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے افضل جمع کرنے کی چیز ایسی زبان ہے جو ذکر کرنے والی ہو، ایسا قلب ہے جو شکر کرنے والا ہو اور ایسی بیوی ہے جو ایمان میں اسکا تعاون کرنے والی ہو، یہ ہے اچھی صحبت، اچھی بیوی ہوگی تو اچھے کام میں تعاون کرے گی، خراب بیوی ہوگی تو آپ بھی پریشان گھر والے بھی پریشان، جو آج کل ہر جگہ ہو رہا ہے۔ اس لئے کہ عورتوں کی تربیت کرتے نہیں ہیں اور لڑکی کے دل و دماغ میں وہی ساری باتیں ہوتی ہیں۔ رسم و

رواج کی، پیسے کی، تو اس کے نتیجہ میں سب پریشان۔ اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ عورت سے چار چیزوں کی وجہ سے شادی کی جاتی ہے۔ مال کی وجہ سے، مال کا سب سے پہلے ذکر کیا آج کل دیکھ لیجئے جہیز اور مال کہاں پر زیادہ ملے گا اسی کو ترجیح دیتے ہیں، اسی لیے اس کو اول نمبر پر رکھا، دوسرے نمبر حسب کو رکھا۔ بہت اونچے خاندان کی ہے، بڑے پیسے والے کی بیٹی ہے، مشہور خاندان کی لڑکی ہے، اس سے شادی کرنا چاہتے ہیں، تیسرے یہ کہ حسن و جمال، بہت خوبصورتی دیکھ کر گھر میں لانا چاہتے ہیں۔ اور اخیر میں بیچارہ دین آتا ہے کہ دیندار ہے تو لانا چاہئے۔

حالانکہ آپ ﷺ نے فرمایا: "فاظفر بذات الدين" دین والی کو لے کر کامیاب ہو جاؤ، مزے رہیں گے۔ مال، جاہ، حسن یہ تو ظاہری ہیں سب ختم ہو جانے والا ہے۔ دیندار بڑی مشکل سے ملے گی لیکن اگر مل جائے گی تو مزے ہی رہیں گے "تربت يداك "ترجمہ بڑا مشکل ہے۔ اگر محاورہ سے اس کا ترجمہ کریں اور بے ادبی نہ ہو تو یوں کہیں کہ پانچوں انگلیاں گھی میں اور سر کڑھائی میں۔ گھر میں برکت ہی برکت رہتی ہے۔ اور پھر پورا گھر جنت کا نمونہ بن جاتا ہے۔ نیک بیوی آگئی پورا گھر سنور گیا اور اگر بری بیوی آگئی تو پورا گھر برباد ہو جاتا ہے۔ اس میں بہت احتیاط کرنی چاہئے عام طور پر لوگ پیسہ دیکھتے ہیں پھر کچھ نہیں دیکھتے۔ یا دیکھتے ہیں تو کسی کا چہرہ دیکھ کر قائل ہو گئے، کسی کا خاندان دیکھ کر قائل ہو گئے۔ یہ نہیں دیکھا کہ نماز پڑھتی ہے کہ نہیں، عقیدہ صحیح ہے کہ نہیں، یہ دیکھنے کی چیزیں ہیں انھیں دیکھا ہی نہیں جا رہا ہے۔ اور جو دیکھنے کی نہیں ہیں انکو خوب دیکھا جا رہا ہے۔ اس قدر دنیا کی محبت غالب آگئی کہ اچھے اچھے لوگ اس میں مبتلا ہیں۔

دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے

حدیث میں ہے کہ "الدنيار أس كل خطيئة" (كنز العمال) دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ دنیا کی محبت نکل جائے۔ دنیا کی محبت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نکلتی ہے، اسلئے کہا گیا ہے کہ کثرت سے ذکر کرو، ورنہ آج کل سارے دل

دنیا کی محبت میں چور ہیں اور اس کی وجہ سے پریشان ہیں۔ چاہے بوڑھا ہو، چاہے جوان ہو یہاں تک کہ دیندار طلباء جو فارغ ہوتے ہیں اور دین کا کام کرنا چاہتے ہیں ان کے والدین دیکھتے ہیں دیندار لیکن ان کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تم ہم کو کما کر لا کر دو، کتنے بے چارے آ کر شکایت کرتے ہیں کہ ہم کیا کریں والدین پریشان کئے ہوے ہیں کہ زیادہ پیسہ کما کر لاؤ ہم نہیں جانتے کہ کہاں سے لاؤ، ہم کو پیسہ چاہئے اور اسی لئے کتنے لوگ پڑھاتے ہی نہیں، جو لوگ جاہل ہیں یا معمولی کاشتکار ہیں وہ تو بیچارے کسی کام کے نہیں، نہ روٹی ملتی ہے نہ دین ملتا ہے، بھینس چرانے میں لگا دیا، کسی معمولی کام پر بیٹھا دیا ۱۵/روپے دن بھر میں لا کر دیتا ہے بس اسے میں خوش ہیں۔ جب دنیا کی محبت دل ودماغ پر چھا جاتی ہے تو پھر بڑے ہوں یا چھوٹے بس معاملہ یہ ہوتا ہے کہ روپئے کا فرق ہوتا ہے۔

ایک بڑے عالم دین نے ایک مرتبہ کہا، ہم گومتی کے پل پر کھڑے ہوتے تھے، ہمارے ایک بزرگ آئے انہوں نے کہا کہ دیکھو یہ آدمی جا رہا ہے یہ کس چیز سے جا رہا ہے؟ سائیکل سے، یہ کون ہے؟ آدمی ہے۔ دوسرا موٹر سائیکل سے گزرا تو وہ کہتے رہے کہ نہیں یہ دو روپیہ جا رہا ہے، یہ پانچ روپیہ جا رہا ہے، یہ دس روپیہ جا رہا ہے بعض پانچ میں خوش ہیں، بعض دس میں خوش ہیں، بعض دس ہزار میں خوش ہیں، انھیں دس لاکھ چاہئے لیکن فکر ایک ہی ہے چاہے بڑے سے بڑا سیٹھ ہو یا معمولی درجہ کا بیڑی پینے والا آدمی ہو سب کا دل ودماغ بس ڈوبا ہوا ہے پیسے میں۔ اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ دین میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھو اور دنیا میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھو اگر دنیا کے بارے میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھو گے تو اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری کرو گے ۔اکثر معاملہ الٹا ہے۔ دین میں تو نیچے والے کو دیکھتے ہیں، ارے وہ بھی تو نماز نہیں پڑھتے ،وہ بھی تو تراویح نہیں پڑھتے ۔ارے وہ نہیں پڑھتے تو تم پڑھو، اس میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھیں گے۔ اور دنیا کے معاملہ میں اوپر والے کو دیکھیں گے کہ فلاں موٹر سے چل رہا ہے، اس کا گھر بن گیا ہے اور آپ ابھی تک کوٹھری میں رہ رہے ہیں۔

اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خود بھی پریشان اور دوسرے بھی پریشان اس طرح ہر وقت پریشان رہے گا اور نہ جانے کن کن امراض میں مبتلا رہے گا۔ اس لئے اچھوں کی صحبت میں جب آدمی رہتا ہے تو اس کا دل اچھا ہو جاتا ہے۔ دنیا کی محبت نکل جاتی ہے اور اللہ والا وہی ہے جس کے دل میں دنیا کی محبت نہ ہو۔ یہ اللہ والوں کی نشانی ہے۔ جھوٹ نہ بولتا ہو، نماز کی پابندی کرتا ہو، یہ موٹی موٹی علامات ہیں اس لئے پہچاننا آسان ہے۔ سب سے پہلے دیکھ لیں کہ جھوٹ تو نہیں بولتا، نماز کی پابندی کرتا ہے اور تیسری چیز اپنی خواہش کے چکر میں تو نہیں پڑا رہتا ہے۔ کھانا، کپڑا، پیسہ بس اسی کی فکر یا شہرت و ناموری کی۔ اللہ کے جو نیک بندے ہوتے ہیں ان کو پیسہ کی پرواہ نہیں ہوتی ہے، سونے کا ڈلا اور مٹی کا ٹھیکرا دونوں برابر ہو جاتے ہیں۔ پیسہ ان کے پاس آتا ہے لیکن سب بانٹ دیتے ہیں نہ شہرت کے لیے بھاگتے ہیں نہ ناموری کی ترکیبیں کرتے ہیں۔ بس اللہ کے نیک بندوں کی صحبت کی فکر کرنی چاہئے۔

اور اسی صحبت کی برکتوں کے لیے ہمارا پورا نظام اجتماعیت کے ساتھ مربوط کر دیا گیا ہے کیوں کہ اجتماع میں ہر شخص کو دوسرے سے فائدہ پہونچتا ہے، اس اجتماعیت کی ایک اچھی شکل نماز با جماعت ہے سب نماز پڑھنے والے ہیں، سب ماشاء اللہ اللہ والے ہیں اس کا فائدہ ایک دوسرے کو پہنچتا ہے۔ نماز سب ساتھ میں پڑھتے ہیں اس میں صحبت کا فائدہ ہوتا ہے، اور اسی طرح جب حج کرتے ہیں تو ایک ساتھ رہنے کا فائدہ ہوتا ہے، اسی لئے ہماری ہر چیز اجتماعیت کے ساتھ رکھی گئی ہے۔ روزہ ایک ساتھ رکھنا ہے، نماز ایک ساتھ پڑھنی ہے، حج ایک ساتھ کرنا ہے اسی طرح ایک ساتھ رہنے کا حکم ہے جب اچھے لوگوں کے ساتھ ہم ملیں گے جلیں گے تو ہمارے اندر بھی اچھائی پیدا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح صحبت عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

جسم کے ساتھ روح کی فکر کیجئے!

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدالمرسلین محمدو آلہ وأصحابہ أجمیعن أمابعد!

اللہ تعالیٰ کا بے پناہ احسان وکرم ہے کہ اس نے ہماری تمام تر نالائقیوں، نافرمانیوں، گناہوں اور خطاؤں کے باوجود ہم کو کچھ کار خیر کرنے کی توفیق عطا فرمائی، یوں تو قرآن مجید سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتا ہے اور کچھ دنیاوی تکلیفیں ہوتی ہیں جن کو وہ بخشش کا ذریعہ بنادیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اگر صرف ایک گناہ پر پکڑ فرمالے تو شاید ہم میں سے کوئی باقی نہ رہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات اتنے بے شمار، اتنے بے حساب و بے کراں ہیں کہ بڑے سے بڑا بندہ جو ہمہ وقت اللہ کی عبادت میں لگا رہتا ہے، وہ بھی اللہ کا شکرادا نہیں کرسکتا، انسان کو اللہ نے جو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں آپ ذرا ایک نگاہ ڈالیں تو خود اندازہ ہوجائے گا کہ اس کے احسانات کتنے بے شمار ہیں۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے: ﴿وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا﴾ (ابراھیم: ٣٤) اگر آپ اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہیں تو نہیں کرسکتے، آپ ذرا اپنے نظام جسمانی ہی پر غور کرلیں کہ اللہ نے کان دیئے، ناک دی، سوچنے کے لئے عقل دی، دھڑکتا ہوا دل دیا، محبت دی، پیٹ دیا اور پیٹ کے اندر نہ جانے کیا کیا رکھا، ذرا سا خراب

ہو جائے تو اسپتالوں کو دوڑتے دوڑتے پاؤں بھی تھک جائیں اور جیب بھی خالی ہو جائے ، ذرا سا مسئلہ ہوتا ہے تو آدمی کتنا پریشان ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس کے آگے غور کرنا چاہیں تو سب سے بڑی دولت ایمان کی دولت عطا فرمائی، مسلمان بنایا اور جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا کیا، انبیاء علیہم السلام میں بھی ایسے ہوئے جنہوں نے آپ کا امتی ہو کر شرف حاصل کرنے کی تمنا کی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ تمنا پوری کر دی گئی ، چنانچہ اب وہ آپ کے امتی کی حیثیت سے دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے اور جناب رسول پاک علیہ السلام کی شریعت کے مطابق ہی فیصلے فرمائیں گے، ہم کو ایسی امت میں پیدا کیا گیا یہ اللہ تعالیٰ ہی کا تو کرم ہے۔

عبادت کا مطلب

اب اس نے حکم فرمایا: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ﴾ (الذاریات: ٥٦) کہ انسانوں اور جناتوں کو پیدا ہی اس لئے کیا گیا ہے کہ وہ اس کارخانۂ عالم کے پیدا کرنے والے کی عبادت کریں اور اس کے سامنے ہمہ وقت سجدہ ریز رہیں اور کوئی لمحہ اس کی عبادت سے خالی نہ ہو؛ لیکن انسان کا پیٹ بنایا اور اس میں بھوک رکھ دی ، بچے اور بیویاں بنائیں اور محبت رکھ دی ، نتیجہ یہ ہوا کہ کبھی پیٹ کچھ کہتا ہے اور ملازمتیں کچھ کہتی ہیں ، اہل وعیال کی محبت اور ضروریات کچھ اور چاہتی اور کہیں اور لے جانا چاہتی ہیں ، یہ ہوتا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ یہ ساری چیزیں رکھیں ، مگر ان کو کنٹرول کیسے کیا جائے ان کو صحیح سمت میں کیسے لگایا جائے؟ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شریعت دے کر بھیجا اور اس شریعت کے اندر دونوں باتوں کا خیال رکھا گیا یعنی جو اصل چیز ہے اس کا بھی اور ان کے تقاضوں کا بھی ، ان دونوں کے صحیح امتزاج واعتدال سے کام کرنے والوں کو کامیابی و کامرانی کا مژدہ سنا دیا گیا ، جو بھی ان دونوں تقاضوں کو صحیح انداز سے شریعت کے

سائے میں رہتے ہوئے پورا کرے گا وہ عبادت میں شمار کرلیا جائے گا، مطلب یہ ہوا کہ ہم اپنی زندگی کے سانچہ کو اللہ رب العزت کے قانون اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے مطابق ڈھالیں، اس سانچے میں ڈھالنے کا نام ہی عبادت ہے یعنی نماز فلاں وقت پڑھی جائے، روزہ فلاں مہینہ میں رکھا جائے، حج فلاں مہینہ میں کیا جائے، زکوٰۃ اتنا مال ہونے پر ادا کی جائے۔

اس کے علاوہ بیوی کا کیا حق ہے؟ ماں باپ کے کیا حقوق ہیں؟ پڑوسیوں اور رشتہ داروں کے کیا حقوق ہیں؟ بچوں کے کیا حقوق ہیں؟ کھیتی کھلیان کے کیا حقوق ہیں؟ ان تمام حقوق کو جان کر شریعت کے مطابق عمل کرنا عبادت ہے، ان حقوق میں ظاہر ہے کہ فرق ہوگا جیسے آپ کا پورا بدن جس میں پیر بھی ہیں اور آنکھ بھی ہے؛ لیکن آپ کبھی نہیں کہیں گے کہ ایڑی اور آنکھ برابر ہے، ایڑی میں پتھر لگ جائے تو تھوڑی سی تکلیف محسوس ہوتی ہے اور آنکھ میں تنکا بھی پڑ جائے تو بات خراب ہوجاتی ہے، یہ ساری چیزیں عبادت ہیں؛ لیکن کوئی آنکھ ہے، کوئی پیر ہے، کوئی ہاتھ ہے، کوئی پیٹ ہے، کوئی پیٹھ (کمر) ہے، اس کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے، مثلاً نماز ہے، اس کی حیثیت آنکھ کی ہے، اسی لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جعلت قرة عيني في الصلوٰة" (السنن الكبرى للنسائي) میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے اور ایک موقع پر فرمایا: "من ترك الصلوٰة متعمداً فقد كفر" جس نے جان بوجھ کر قصداً نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا۔

اسی طرح عقیدۂ توحید کا معاملہ ہے وہ دماغ کی حیثیت رکھتا ہے، اگر دماغ نہیں تو آدمی بالکل بےکار ہے، کتنی ہی اچھی آنکھیں ہوں، کتنے ہی اچھے ہاتھ پیر ہوں، کتنا ہی اچھا پیٹ اور کتنی ہی مضبوط پیٹھ (کمر) ہو، سب بیکار ہیں، اسی طرح اور دیگر اعضاء کی حیثیت ہے، معلوم ہوا کہ ان دونوں کے جوڑ اور امتزاج کا نام اسلام ہے۔

بغیر روح کے کچھ بھی نہیں

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو پہلے ان کا پتلا بنایا اور وہ

پتلا مٹی کا تھا اور وہ مٹی صرف کسی ایک علاقہ سے نہیں لی گئی، بلکہ ساری زمین سے لی گئی تھی، جس میں سخت بھی تھی نرم بھی اور جس میں آندھرا کی بھی تھی اور دوسرے صوبوں کی بھی، یورپ کی بھی تھی اور حجاز ویمن کی بھی اور حضرت آدم علیہ السلام کو بنادیا گیا تاکہ ساری مٹیوں میں جو اوصاف ہیں، وہ حضرت آدم علیہ السلام کے اندر جمع ہوجائیں، کیونکہ مٹی اپنے علاقہ سے زیادہ تعلق رکھتی ہے، کہا جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت سے سری لنکا میں اتارے گئے اور وہیں سے اور جگہ گئے اور ان کی اولاد مختلف علاقوں میں آباد ہوتی گئی، کچھ آندھرا میں آگئے، کچھ سعودی عرب میں رہ گئے، کچھ یمن پہونچ گئے، کچھ مصر میں اور کچھ یورپ چلے گئے، اس پر ایک قصہ بھی سنایا جاتا ہے کہ سری لنکا کے ایک صاحب تھے ان سے پوچھا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام آپ ہی کے یہاں اترے تھے؟ انہوں نے کہا ہاں! ہمارے یہاں اترے تھے، پھر ان سے بڑی سنجیدگی سے پوچھا گیا کہ اچھا وہاں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد بھی ہے، انہوں نے جواب دیا کہ اولاد تو کوئی نہیں ہے (بھولے سے آدمی تھے)۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ لسلام کا پتلا بنایا، آنکھ بنائی، مگر دیکھتی نہیں تھی، ہاتھ بنایا، مگر اٹھتا نہیں تھا، پیر بنایا مگر چلتا نہیں تھا، دماغ بنایا مگر سوچتا نہیں تھا، دل بنایا؛ لیکن دھڑکتا نہیں تھا، پیٹ بنایا اس میں گرمی نہیں تھی، قوت ہاضمہ نہیں تھی، جیسے ہی اللہ تعالیٰ نے روح پھونکی آنکھیں دیکھنے لگیں، دماغ سوچنے لگا، دل دھڑکنے لگا، اب یوں سمجھ لیں جیسے بجلی کا پلک لگا دیا گیا ہو کہ اس سے فریج بھی چلنے لگا، ہیٹر بھی کام کرنے لگا، ایک ٹھنڈا کر رہا ہے دوسرا گرم۔

معلوم ہوا کہ اصل روح ہے چنانچہ اگر روح نہ ہو تو ساری چیزیں بیکار ہیں اور جب روح اصل قرار پائی تو کیوں ہماری توجہ اس طرف نہیں جاتی؟ اسلئے کہ وہ نظر نہیں آتی، چنانچہ اگر بجلی چلی جائے تو احتجاج کیا جاتا ہے، کیوں؟ اس لئے کہ ہم بجلی کی اہمیت سے واقف ہیں، چنانچہ آج جتنی محنت ومشقت کی جاتی ہے وہ سب جسم کیلئے کی جاتی ہے اور روح کو ہم نے پیچھے ڈال دیا ہے۔

روح کی حقیقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء علیہم السلام جانتے تھے، اسی لئے انہوں نے اس کی زیادہ فکر کی، یہاں تک کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم رحمت عالم بن کر آئے اور آپ کو ''رحمۃ للعالمین'' کہا گیا، آپ ﷺ نے دیکھا کہ جس چیز کے اندر بھی روح ہو اس پر رحم کیا جانا چاہئے تو آپ ﷺ نے حکم فرمادیا کہ ہر جاندار کی خدمت پر ثواب ہے، چنانچہ آپ کسی پیاسی بکری کو، کسی پیاسی بھینس کو، گائے کو یہاں تک کہ کتے اور بلی کو بھی پانی پلادیں تو وہ آپ کی بخشش کے لئے کافی ہوسکتا ہے۔

انسان مخدوم ہے مخلوق خادم

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک بدکار عورت تھی، اس نے دیکھا کہ ایک پیاسا کتا پیاس کی شدت سے گیلی مٹی چاٹ رہا ہے، تو اس نے اپنا موزہ نکالا، کنویں میں ڈال کر اس میں پانی بھرا اور اس کتے کو پلایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے جنت الاٹ کردی ،اس کے برخلاف ایک شخص تھا، اس نے بلی کو باندھ رکھا تھا، نہ اس کو چھوڑتا تھا کہ جائے اپنا پیٹ بھرے اور نہ خود دیتا تھا، اس بناء پر اس کو جہنم رسید کردیا، تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ایسا ''رحمۃ للعالمین'' بنا کر بھیجا کہ آپ نے سب کے لئے احکامات صادر فرمائے، اسی لئے فرمایا کہ وہ جانور جن کا گوشت کھانے کی اجازت دی گئی ہے، اگر ذبح کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو چھری وغیرہ اس طرح رکھو کہ زیادہ دیر رگڑنا نہ پڑے اور جلد کام ہوجائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ساری مخلوق کا آقا بنایا اور وہ خود چونکہ ساری مخلوقات کا آقا و مولیٰ ہے، اس لئے اس کائنات کے آقا کو حکم دیا کہ اپنے سر کو ہمارے آگے جھکاؤ، چونکہ سب کو تمہارے لئے مسخر کیا اور خادم بنادیا اور تم کو اپنے لئے چن لیا، کیونکہ تم آخرت کے لئے بنائے گئے ہو، اس لئے اپنا سر صرف ہمارے آگے جھکاؤ اور کسی کے آگے نہ جھکاؤ اور یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ آقا اپنے غلام کے سامنے سجدہ نہیں کرتا اور کائنات کا ذرہ ذرہ ہمارا خادم ہے، دریا ہمارا خادم، سمندر ہمارا خادم، بادل ہمارے خادم، یہ لہلہاتے ہوئے کھیت ہمارے خادم، کنویں ہمارے خادم، یہ پتھر اور پہاڑ ہمارے

خادم،اس کائنات کی ہر چیز انسان کی خادم ہے،اب انسان ان کے سامنے اگر اپنا سر جھکائے تو یہ اس بڑے آقا کی نافرمانی ہے جس نے حکم دیا تھا:﴿ اِنَّ الدُّنیا خُلِقَتْ لَکُمْ وَاَنْکُمْ خُلِقْتُمْ لِلآخِرَۃِ﴾(شعب الایمان،البیقھی)

روح کی پیاس بجھانے کے لیے

اب تم کو سب سے زیادہ فکر اس بات کی ہونی چاہئے کہ آخرت میں تم کو کامیابی وکامرانی ہو اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب آدمی اپنی روح کی فکر کرے، چنانچہ انبیاء کرام جب اس دنیا میں آئے تو انہوں نے پہلی فکر جو انسانوں کے اندر پیدا فرمائی وہ یہی تھی کہ آدمی اپنی روح کی پیاس بجھائے اور اپنی روح کو ترقی دینے کی کوشش کرے، اس لئے کہ اگر خدانخواستہ روح مرگئی تو جسم کوئی چیز نہیں ،اسکے بعد جب جسم کو زمین میں گاڑ دیا جاتا ہے تو وہاں وہ سڑگل جاتا ہے، زمین کھودی جاتی ہے تو ہڈیاں ملتی ہیں، ہڈیاں بھی بوسیدہ ہوجاتی ہیں یہاں تک کہ ہڈی اٹھایئے تو بھربھرا جاتی ہے، اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی ؛ لیکن انبیاء کرام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کے برعکس معاملہ فرمایا ہے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ "ان اللہ حرم علی الأرض أن تاکل أجساد الأنبیاء"(سنن أبی داؤد فی باب الاستغفار) اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء کرام کے جسموں کو کھائے یا جو انبیاء کرام سے جتنا قریب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو چاہتے ہیں تو باقی رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ یہ حکم دیا کہ روح کی فکر کی جائے اور جب روح کی فکر کی جائے گی تو اللہ تعالیٰ اس کو ترقی عطا فرمائیں گے، اس کے لئے ضروری ہے کہ آدمی وہ طریقہ اختیار کرے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا اور وہ تنہا طریقہ ہے علم کا، چونکہ علم سے اور ذکر سے روح کی پیاس بجھتی ہے اور جسم کی پیاس اس چیز سے بجھتی ہے جو دنیا میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے بکھیر رکھی ہے یعنی کوئی نبی، کوئی ولی ایسا نہیں کہ کھانا نہ کھائے اور زندہ رہے، تو معلوم ہوا کہ کھانا بھی ضروری ہے اور کھیتوں کا استعمال بھی ضروری ہے۔

اوراس کے ساتھ علم و ذکر بھی ضروری ہے تا کہ روح تروتازہ رہے، اس کے اندر زندگی کی شادمانی اور روانی باقی رہے، ورنہ روح مرجائے گی تو جسم بیکاراور اگر جسم مرگیا تو روح کو بھی ترقی نہیں دے سکتے، کیونکہ دنیا میں بغیر روح کے جسم نہیں اور بغیر جسم کے روح نہیں، اس لیے دونوں پر محنت ضروری ہے، قرآن میں فرمایا گیا: ﴿وَاعْلَمْ أَنَّه لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ﴾ (محمد:١٩) یعنی تم یہ علم حاصل کرو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ۔﴿أَلَا لَـهُ الْـخَـلْقُ وَالْأَمْرُ﴾ (الأعراف:٥٤) اسی کے ہاتھ میں ہے پیدا کرنا اور اسی کے ہاتھ میں ہے چلانا، آپ کو دنیا کا جو یہ جھمیلا نظر آرہا ہے، یہ کاروبار دکھائی دے رہا ہے، یہ سب اللہ ہی نے پیدا کیا ہے، کوئی اس کا شریک اور ساجھی نہیں اور کسی کے اندر یہ سکت بھی نہیں کہ چلا سکے، اللہ تنہا ہے، اب اس پر نہ کسی بندہ کو قیاس کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کے برخلاف کیا جاسکتا ہے (خواہ وہ نبی ہو یا بڑے سے بڑا ولی) کہ ان کو اتنا بڑھایا جائے کہ اللہ کی جگہ ان کو بیٹھایا جائے، کہ اللہ ان کے اندر حلول کر گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کو وہاں سے ایسا نیچے لایا جائے کہ بندہ کی سطح پر پہونچا دیا جائے، یہ دونوں باتیں غلط ہیں اور یہی شرک ہے، اللہ تعالیٰ بلند وبالا ہے، وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے بیان کیا، چنانچہ نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے اور نہ صفات میں کوئی شریک، نہ اس کے ہم پلہ کوئی اور نہ اس کا ہمسر کوئی، نہ اس کے مقابل کوئی، نہ اس کا رتبہ والا کوئی، بس وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے بیان کیا ہے، لہٰذا کوئی اللہ کا بندہ الوہی صفات سے متصف نہیں ہوسکتا، بندہ بندہ ہے اور خدا خدا ہے، آپ ذرا تاریخ شرک پڑھیے تو معلوم ہوگا کہ ہمیشہ یہی ہوا ہے کہ یا تو اوپر والے کو نیچے لایا گیا یا نیچے والے کو اوپر اٹھایا اور اس کو اتنا بڑھایا گیا کہ اللہ کی صفات میں ان کو شریک سمجھ لیا گیا، آپ ذرا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کا عقیدہ دیکھیں تو معلوم ہوگا، انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ بیٹا بنادیا؛ لیکن جب بیٹے سے بھی جی نہ بھرا (کیونکہ بہرحال بیٹا کچھ کم ہوتا ہے) تو کہدیا کہ نہیں، بلکہ وہ خود ہی اللہ ہیں، یہ سب جہالت اور علم نہ ہونے کہ وجہ سے ہوا، اسی لئے فرمایا گیا: "اطلبوا العلم" علم حاصل کرو اور علم نہ ہونے ہی کی وجہ سے

یہ کہا جاتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے تھے کہ ان کی تعریف نہیں کی جاسکتی بلکہ وہی خدا تھے، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں آگئے اور لوگوں نے ایسے شرکیہ اشعار بھی کہے ہیں، مثلاً ایک شعر سناتا ہوں ۔

پردۂ انسان میں آکر دکھانا تھا جمال
رکھ لیا نام محمد تاکہ رسوائی نہ ہو

ایسا عقیدہ رکھنے والے ہمارے ہندوستان میں موجود ہیں تو سب سے پہلے تو اسی بات کا علم حاصل کرنا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، معبود برحق وہی ہے، پھر اسکے بعد علم کی جتنی ضرورت ہوگی، اس علم کا اتنا زیادہ حاصل کرنا انسان کے لئے بھی مفید ہوگا اور ضروری بھی، اس میں سب سے افضل علم قرآن کا ہے، جس کے بارے میں فرمایا گیا: "خیر کم من تعلم القرآن وعلمه" (صحیح البخاری فی باب خیر کم من تعلم القرآن وعلمه) تم میں سب سے زیادہ افضل وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے، قرآن تا قیامت زندہ رہے گا، تابندہ رہے گا اور ہمیشہ نیا رہے گا، جس طرح کہ سورج کی روشنی میں کبھی کمی واقع نہیں ہوئی، اسی طرح قرآن کی روشنی میں بھی کبھی کمی واقع نہیں ہوسکتی: "لا تبلی جدته ولا تنقضی عجائبه" اس کا نیا پن کبھی پرانا نہیں ہوگا اور اس کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوسکتے، قرآن کے عجائبات برابر لوگوں کے سامنے آتے رہیں گے، اس کے عجائبات ہر زمانے، ہر صدی، ہر سال سامنے آتے رہیں گے۔

دلچسپ واقعہ

یمن کے ایک بہت بڑے عالم شیخ عبدالمجید زندانی کی ایک کتاب ہے، جسکا نام ہے "انہ الحق" انگریزی میں "This is The Truth" کے نام سے، اس میں انہوں نے قرآن کے سائنسی پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے اور جن چیزوں کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی ان کے سلسلے میں بھی انہوں نے تحریر فرمایا ہے، اس کی ایک مثال یہ ہے کہ انہوں نے سعودی عرب میں ایک بہت بڑی

کانفرنس منعقد کی تھی جس میں سے سائنسداں اور بڑے بڑے ڈاکٹر جمع ہوئے تھے، ماحولیات کا اس وقت جو سب سے بڑا سائنس داں ہے، اس کو بھی اس کانفرس میں دعوت دی گئی، وہ آئے ان سے جو پہلا سوال کیا گیا وہ یہ تھا کہ آپ اپنی Latest معلومات کے مطابق کوئی نیا انکشاف کیجئے ،انہوں نے بتایا کہ اس وقت سب سے عجیب وغریب بات یہ سامنے آئی ہے کہ قطب جنوبی میں جو برف کے پہاڑ ہیں وہ چیخ گئے ہیں اور اپنی جگہ سے بہہ رہے ہیں، اس سے ایک عجیب انقلاب آنے والا ہے، پوچھا گیا کیا انقلاب آنے والا ہے؟ تو اس نے کہا کہ آئندہ سالوں میں موسم بالکل تبدیل ہو جائے گا اور سعودی عرب کے اندر جہاں آج کل صحراء ہے سرسبز وشاداب ہو جائے گا، باغات اور ہریالی پیدا ہو جائے گی، اس نے کہا کہ یہ کام شروع ہو گیا ہے اور پہاڑ ٹوٹ کر بہہ رہے ہیں اور جزیرۃ العرب کی طرف جارہے ہیں، وقت تو لگے گا مگر آئندہ بارشیں ہونگی، ان کو بتایا گیا کہ یہ بات تو آج سے چودہ سو برس پہلے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی تھی، اس نے کہا کہ دنیا کی کوئی طاقت یہ بات کہہ نہیں سکتی ، یہ تو اب شروع ہوا ہے اور ہم نے دیکھا ہے تو بتا رہے ہیں ،ان کو بتایا گیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا تھا: "لاتقوم الساعة حتى تعود جزيرة العرب مروجاً وأنهاراً" (كنز العمال) قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوسکتی جب تک کہ یہ جزیرۃ العرب نہروں اور باغات کا علاقہ نہ بن جائے ، کہنے لگا کہ آپ غلط کہتے ہیں، اس کو بتایا گیا کہ یہ حدیث مسلم شریف میں ہے، اسی وقت انگریزی میں مسلم شریف منگائی گئی، اس نے پڑھی اور پڑھنے کے بعد کہا: "أشهد أن لا اله الا اللّٰه وأن محمداً رسول اللّٰه" انہوں نے اس کتاب میں اسی طرح کے واقعات ذکر کئے ہیں۔

اس کا اعجاز ختم نہیں ہوتا

قرآن کریم کے عجائبات کبھی ختم ہونے والے نہیں ہیں، یہ آخری کتاب ہے اور

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے اور اس کا نام ہی قرآن ہے جس کے معنی ہیں پڑھی جانے والی کتاب، قرآن مجید دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے، پھر دنیا میں کوئی کتاب نہیں جس کو حفظ کیا جاتا ہو سوائے قرآن مجید کے، ہر ہر نبی کو معجزہ دیا گیا؛ لیکن انبیاء کرامؑ کی نبوت محدود تھی اور علاقہ وار تھی، لہٰذا انبیاء کرامؑ کو جو معجزے دیئے گئے وہ بھی علاقائی تھے، انبیاء کرامؑ دنیا سے تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے وہ معجزے بھی باقی نہیں رکھے؛ لیکن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت دائمی ہے، قیامت تک باقی رہنے والی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو معجزہ عطا فرمایا وہ بھی ہمیشہ باقی رہنے والا ہے اور وہ ہے قرآن، دس دفعہ آپ کوئی کتاب پڑھیں، گیارہویں دفعہ پڑھنے میں دل نہیں لگے گا اور قرآن سو سو مرتبہ، ایک ایک ہزار مرتبہ آدمی پڑھتا ہے؛ لیکن ہر دفعہ نئی بہار، نئی لذت اور نیا مزہ محسوس ہوتا ہے۔

یہ وہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے ہم کو عطا فرمایا، اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل ترین آدمی وہ ہے جو قرآن کو پڑھے اور پڑھائے، یہ جو ہمارے مدارس ہیں، اصل میں قرآن پڑھنے اور پڑھانے کے لئے قائم کئے جاتے ہیں، اس لئے ان کا جو مقام ہے، وہ سب سے اعلیٰ وارفع ہے، پھر اس کے علاوہ اور علوم ہیں جو انسانیت کے لئے نافع بھی ہیں اور ضروری بھی ہیں، خواہ وہ انجینئرنگ ہو یا ڈاکٹری یا اس کے علاوہ دنیا کے علوم، ان کو اپنی ضرورت کے مطابق دنیاوی حیثیت سے پڑھنا ضروری ہوگا، مثلاً بعض مسائل ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں مسلمان ڈاکٹر یا نرس کا ہونا ضروری ہوتا ہے اور کوئی مسلمان نرس یا ڈاکٹر نہیں تو وہاں ڈاکٹری پڑھنا ضروری ہوگا، علم بہرحال ہر اعتبار سے علم ہے؛ لیکن تنہا علم کافی نہیں، اس کے لئے قرآن میں فرمایا: ﴿اقرأ﴾ پڑھو سب کچھ؛ لیکن ﴿باسم ربك﴾ اپنے پروردگار کے نام کے ساتھ پڑھو، آج امریکہ میں، یورپ میں، جرمن اور جاپان میں کالجز کی بھرمار ہے؛ لیکن ان کا علم ان کو نفع نہیں پہونچا رہا ہے، ان کا علم ان کے لئے نقصان دہ

ثابت ہو رہا ہے، اس لئے کہ وہاں اس علم سے بم بنا رہے ہیں، اس علم سے وہ زہریلی گیس تیار کر رہے ہیں، اس علم سے وہ اخلاق کو برباد کر رہے ہیں، اس علم سے انسانیت کو تباہ کر رہے ہیں، اس علم سے انہوں نے پوری کائنات کو بازیچہ اطفال بناڈالا، علم ہے ان کے پاس، مگر وہ علم ان کے لئے سانپ بن گیا۔

علم را برتن زنے مارے بود
علم رابردل زنے یارے بود

علم برائے معرفت ضروری ہے

علم اگر جسم کے لئے استعمال کیا جائے گا تو سانپ بن جائے گا، اگر دل کے لئے استعمال کیا جائے گا تو یار بن جائے گا، علم اپنے اعتبار سے بلند ہے، مگر علم کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اللہ کے نام کے سائے میں ہو، اس کو یوں سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ نے آپ کو دیکھنے کے لئے آنکھ عطا فرمائی، اس میں دیکھنے کی صلاحیت رکھی، اگر آدمی آنکھیں بند کر لے تو کتنا ہی دیکھنے والا ہو نہیں دیکھ سکتا اور جو قوت بصارت ہے وہ عقل ہے اور آنکھ یہ علم ہے، آپ نے عقل کا استعمال علم کے ساتھ نہیں کیا، آنکھیں کھولیں اور غور کرنا شروع کیا تو اندھیرا چھایا ہوا رہے گا، ہزار آنکھیں ہوں تو بیکار ہیں، اسی طرح آپ کے پاس علم بھی ہے؛ لیکن اندھیرا چھایا ہوا ہے اس لئے دیکھ کچھ نہیں رہے ہیں، تو اس کے لئے شریعت کے سورج کی ضرورت ہے، اگر یہ سورج شریعت کا نہیں ہے تو آپ کو بھائی نہیں دے گا، اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل عطا فرمائی اور اگر علم بھی حاصل کرے تو اس کو علم مل جاتا ہے؛ لیکن اگر اس کو شریعت حاصل نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین سے واقفیت نہیں تو قوت بصارت اس کے لئے فائدہ مند ثابت نہیں ہو سکتی، اس کے لئے علم بھی ہو، مدرسے بھی ہوں، کالجز بھی ہوں، یونیورسٹیز بھی ہوں اور مراکز علمیہ بھی ہوں؛ لیکن ان سب کا تعلق اللہ کے نام کے ساتھ ہو، رسول اللہ کی شریعت سے ہو تو وہ علم نافع ہوگا۔

اس کی مثال یہ ہے کہ ڈاکٹر کو ڈاکٹر اس لئے بنایا گیا کہ اپنی ڈاکٹری سے انسان کو نفع پہونچائے، پیٹ میں یا سر میں درد ہوا، ڈاکٹر کے پاس گئے، حال بتایا، اس نے دوا دے دی، آپ سے ہمدردی کا معاملہ کیا، دوا بھی سستی دی، درد بھی ماشاء اللہ جاتا رہا، آپ نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب بڑے صاحب اخلاق ہیں، ایک دوسرے ڈاکٹر کے پاس گئے اور دردسر کی شکایت کی اس نے کہا کہ آپ ذرا ایکسرے (X.RAY) کرالیں، ایکسرے مشین خود لگا رکھی ہے، ذرا بلڈ بھی ٹیسٹ کرالیجئے، اب وہ نسخہ جو پانچ روپے میں ہوسکتا تھا وہ اس نے پانچ ہزار روپے میں بنادیا، اب یہ ڈاکٹر نہیں بلکہ ڈاکو ہے، اس سے علم کا مقصد فوت ہوگیا، ڈاکٹری کا علم اسلئے رکھا گیا تھا کہ انسان کے جتنے جسمانی امراض ہیں ان کو نفع ہوجائے، ایسے ہی انجینئر نگ کا مسئلہ ہے کہ اسکو پل بنانا ہے، گھر کا نقشہ بنانا ہے تو وہ پہلے آپ کی جیب دیکھے گا، اس سے اندازہ لگایئے کہ ہمارا ذہن ودماغ کتنا فاسد ہوچکا ہے، علم تو اچھا ہے؛ لیکن ہم نے اسے خراب کرلیا، اگر اللہ کے لئے انجینئر بنا ہوتا، اللہ کے لئے ڈاکٹر بنا ہوتا تو سارے علوم نافع ہوتے، مگر جب اللہ کے لئے نہیں رہا تو یہ انسانیت کے لئے ظلم وزیادتی کا ذریعہ بن گیا۔

اگر آپ کے سر یا پیٹ میں درد ہوتا ہے تو آپ نرسنگ ہوم بھاگے پھرتے ہیں، ایک نرسنگ ہوم میں آرام نہیں تو دوسرے میں، دوسرے میں نہیں تو تیسرے میں جاتے ہیں، کیوں جارہے ہیں؟ آپ کا فائدہ نہیں ہوا تو چھوڑ دیجئے نہیں، ایک بھی ڈاکٹر کو نہیں چھوڑتے ہیں اور بورڈ دیکھتے ہیں، اگر اس میں لکھا ہے B.U.M.S. تو چھوٹا ہے اور اگر M.B.B.S. تو کہتے ہیں ہاں یہ ہے ڈاکٹر، یہ کان کا ماہر ہے، یہ پیٹ کا ماہر ہے، اگر پیسے نہیں تو قرض لیا جارہا ہے، کیوں آخر؟ اس لیے کہ جسم کی اہمیت ہے، حالانکہ ہماری روح بیمار ہے اور کسی کو فکر نہیں، روح پر ڈاکہ ڈالا جارہا ہے تو ڈاکٹر نہیں بدلتے، یہاں ایک ڈاکٹر سے فائدہ نہ ہوا تو دوسرے کے پاس چلو، دوسرے سے فائدہ نہیں تو تیسرے کے پاس چلو، یہ شفاخانہ اچھا نہیں تو وہاں چلو، بڑی فکر ہورہی ہے جسم کی۔

اور عقیدہ خراب ہے، بیمار ہے، مولوی نہیں بدلتے، ایک ڈاکٹر نے آپ کو

اگر غلط گولی دیدی تو فوراً ایکشن لیتے ہیں اور ڈاکٹر بدل لیتے ہیں؛ لیکن ایک مولوی نے غلط گولی دیدی تو آپ اس کے ظاہر کو دیکھ کر ایمان وعقیدہ قائم کر لیتے ہیں، جب کہ اس نے آپ کو غلط گولی دے کر قتل کر دیا ہے، دو چار کے پاس جاتے تو پتہ چل ہی جاتا کہ کون صحیح ہے کون غلط، کیوں نہیں جاتے؟ یہ اصل میں فکر کی بات ہے، اگر ہم کو فکر ہوتی اپنے عقیدہ کی، اپنے اخلاق کی، اپنے معاملات کی، اپنی شریعت کی اور اللہ کے بتائے ہوئے راستہ کی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی، تو آدمی بھاگا پھرے اور اس میں یہ نہ ہو کہ مولوی صاحب نے غلط بتایا تو ان کے سر، صحیح بتایا تو ان کے سر، قرآن کہتا ہے: تم کو عقل نہیں تھی سوچتے کیوں نہیں؟ ابھی حافظ صاحب نے جو آیت پڑھی تھی: ﴿لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ﴾ (الملك: ١٠) اگر ہم سنتے ہوتے اور عقل کا استعمال کرتے تو جہنم میں نہ جاتے، یہاں پر عقل کو تالا چڑھا دیا جاتا ہے اور عقلیں کام نہیں کرتیں، ایسا کیوں؟ جب عقل جسم کے لئے کھول رکھی ہے تو روح کیلئے کیوں بند کر رکھی ہے؟

ایک متبع سنت کا واقعہ

میں آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں، ہمارے یہاں رائے بریلی میں ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں حضرت شاہ علم اللہ صاحبؒ وہ بڑے سنت کے پابند تھے، جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت اورنگ زیبؒ نے خواب میں دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا، حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ گھبرا گئے، انہوں نے اس رات کی تاریخ لکھ دی اور جو خواب کی تعبیر دیتے تھے، ان سے پوچھا کہ اس طرح خواب دیکھا ہے، کچھ سمجھ میں نہیں آرہا، انہوں نے تعبیر بتائی کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو سب سے بڑے متبع سنت بزرگ تھے، ان کا انتقال ہو گیا ہے، پتہ لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ حضرت شاہ علم اللہ صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔

میں یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ انکے پاس ایک صاحب آئے اور ایک سال تک ان

کے پاس رہے، ایک سال رہنے کے بعد بیعت ہوئے ، انہوں نے کہا کہ میں ایک سال اسلئے رہا کہ دیکھوں آپ سنت کی کتنی پابندی کرتے ہیں؟ آپ نے ایک سال میں ایک سنت بھی نہیں چھوڑی ، اسلئے اب میں بیعت ہوتا ہوں، تو ہم کس طرح دیکھیں؟ ہم جس کا بھی دامن پکڑنا چاہیں تو کتاب وسنت کو اٹھا کر دیکھ لیں کہ اس کا عمل اس کے مطابق ہے کہ نہیں ،قرآن پڑھ کر دیکھ لو، رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی حدیثیں ہیں، انکے مطابق اسکی زندگی ہے تو وہ سچا ہے، اگر اسکے مطابق نہیں تو وہ کتنا ہی آسمان پر اڑتا پھرے سب بے کار، اسلئے کہ جناب رسول پاک علیہ السلام نے فرمایا:'ترکت فیکم أمرین لن تضلوا ماتمسکتم بھما کتاب اللّٰه و سنة رسولہ'(مؤطا مالك) ایک اللہ کی کتاب دوسرے رسول ﷺ کا طریقہ یعنی میری سنت، یقیناً یہ دو چیزیں ایسی ہیں کہ ہمیشہ مناروں کی طرح قائم رہیں گی اور ان کے ذریعہ راستہ معلوم ہوتا رہے گا، جو دیکھے ان کے بیچ سے چلا جائے۔

سب سے اہم چیز

آپ کتاب اور سنت کی روشنی میں دیکھ لیجئے اور اس میں سب سے اہم ترین چیز نماز ہے ، چونکہ نماز ایسا معیار ہے کہ اچھوں اچھوں کے بھرم کھل جاتے ہیں، جو منافق اور غلط قسم کے لوگ ہیں ان سے پانچ وقت کی نماز نہیں پڑھی جاتی یعنی جو رہنما اور رہبر ہیں، پھر نماز نہ پڑھنے کا کیا مطلب؟ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جو رہنماؤں کے رہنما، آقاؤں کے آقا اور قائدوں کے قائد ، رحمۃ للعالمین ، بخشے بخشائے اور سارے درجات پر فائز، سارے مراتب پر سر بلند تھے، ان کا حال تو یہ ہے کہ اتنی نمازیں پڑھیں کہ پاؤں پر ورم آجائے اور ان کے ماننے والے ایک وقت کی نماز نہ پڑھیں یہ کون سی بات ہوئی؟ جو نماز نہ پڑھے اسکو قائد کیسے بنایا جاسکتا ہے؟ پہلا معیار تو یہ ہے کہ نماز پڑھتا ہے کہ نہیں؟ اس کے بعد اور چیزیں دیکھئے ،قرآن موجود ہے، حدیث موجود ہے، اس میں سب لکھا ہوا موجود ہے، اس کو پڑھنے کے

لیے ضرورت ہے علم کی، علم اتنا آجائے کہ موٹی موٹی باتیں تو سبھی کو معلوم ہو جائیں۔

اسی لیے جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "طلب العلم فریضة علی کل مسلم" (سنن ابن ماجة فی باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم) علم دین کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے چاہے مرد ہو کہ عورت، چاہے بوڑھا ہو کہ جوان، چاہے بچہ ہو کہ ادھیڑ، چاہے دور کا ہو کہ قریب کا، اپنا ہو کہ غیر اور جب اتنا علم حاصل ہو جائے گا تو کوئی بڑا دھوکہ نہیں دے سکتا، ایک قصہ میں نے سنا تھا کہ جب موٹریں نئی نئی ایجاد ہوئی تھیں تو ایک آدھ موٹر کسی راجہ مہاراجہ کے پاس ہوتی تھی، ایک راجہ صاحب نے موٹر خریدی، پہلے موٹریں سمندر پار سے آتی تھیں اور چلانے والا بھی وہیں سے آتا تھا، اسلئے کہ یہاں چلانا کوئی نہیں جانتا تھا، وہی اسکا میکینک بھی ہوتا تھا، چنانچہ موٹر آگئی، مہارانی صاحبہ کو ایک روز کہیں جانے کی ضرورت پڑی، ڈرائیور کو اطلاع کرائی گی، ڈرائیور نے کہا کہ مہارانی صاحبہ گاڑی خراب ہوگئی ہے، اس نے کہا کیا خرابی آگئی؟ وہ تو بے چاری صرف بیٹھنا جانتی تھی، اس زمانہ میں لوگ واقف بھی نہیں تھے، کہا کہ ذرا سا مسئلہ ہے، پوچھا کیا مسئلہ ہے، کہا پانچ سیر گھی اور دس سیر دودھ کی ضرورت ہے اور گاڑی ٹھیک ہو جائے گی، آپ یہاں پر جتنے بھی بیٹھے ہوئے ہیں یہاں تک کہ بچے بھی ہنس رہے ہیں، اس بات پر کہ عجیب بات ہے کہ موٹر سائیکل میں کہیں بھی گھی اور دودھ ڈالا جاتا ہے؟

تو میں یہی کہنا چاہتا ہوں کہ آپ ہنس کیوں رہے ہیں، اس لئے کہ موٹر سائیکل کا علم اتنا عام ہو گیا ہے کہ اب اتنا بڑا دھوکہ کوئی نہیں دے سکتا، میکینک دھوکہ دینے میں مشہور ہیں تو وہ پانچ کی جگہ پچاس اور سو کی جگہ دو سو لے لیں گے، مگر اب دودھ نہیں ڈلوا سکتے تو اتنا علم تو سب کو آجانا ہی چاہئے کہ عقیدہ ختم نہ کیا جا سکے اور عقیدہ پر ڈاکہ نہ ڈالا جا سکے اور آپ میکینک ہو جائیں تو کوئی دھوکہ بھی نہ دے سکتا، یہ مدرسے جو قائم کئے جاتے ہیں، یہ میکینک پیدا کرتے ہیں اور یہ شفاخانے بھی ہیں اور روحانی

اوراخلاقی کارخانے بھی ، یہاں اخلاق بنائے جاتے ہیں، یہاں روحانی علاج کیاجاتاہے، یہاں عقیدہ کودرست کیا جاتا ہے ، یہاں انسانیت سکھائی جاتی ہے، یہاں انسانیت کاسبق دیاجاتاہے، یہاں کااصل سبق جوجناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیاتھاوہ سکھایاجاتاہے،لوگوں کےاندرروحانی باتیں پیدا کی جاتی ہیں،حضورصلی اللہ علیہ وسلم نےفرمایاتھا: ”کلکم من آدم و آدم خلق من تراب “ سارےانسان آدم کی اولاد ہیں اورآدم مٹی سے بنائے گئے ہیں، یہ انسان اللہ کا کنبہ ہےاوراللہ کوتم میں سب سےزیادہ پیاراوہ لگتاہےجواس کےکنبہ کےساتھ اچھاسلوک کرتاہے۔

لہٰذااللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانیت کے احترام کو بتانے کے لئے یہ طریقہ اختیارفرمایاکہ تم میں سب سےاعلیٰ وہ ہے جوانسان کی خدمت کرے، جب جانورکی خدمت کرنے سے بیڑا پار ہوسکتاہےتوانسان کی خدمت میں تو نہ جانے کیا مقام حاصل ہوجائے گا، پھراس کے لئےضروری ہے کہ اپنے اندردوباتیں پیدا کی جائیں اول تو بندگان خداسے محبت، دوسرے اللہ کا خوف اورخوف یہ ہے کہ وہاں حساب وکتاب پیش کرنے کی تیاری کی جائے۔

خوف خدااصل ہے

حضورپاک علیہ السلام نےایک قصہ سنایاکہ تم سےپہلی امت میں ایک صاحب تھے ،انہوں نے بہت غلط کام کئے تھے؛لیکن ان کے اندر خداکاخوف تھا، ان کے اندراتنی بےچینی پیداہوئی کہ اپنے بیٹوں کووصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تومجھ کوجلا ڈالنااورمیری راکھ بکھیردیناتاکہ اللہ تعالیٰ کی دسترس سےنکل جاؤں اوراللہ تعالیٰ مجھ کوپکڑہی نہ سکیں، بہرحال انکی وصیت کےمطابق جلایاگیاپھرراکھ بکھیردی گئی،ان کویہ نہیں معلوم تھاکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اس سےکہیں آگےہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نےہواؤں کوحکم دیاکہ راکھ جمع کردو،ایک لمحہ میں راکھ جمع ہوگئی، پھرفرمایا:﴿كُنْ فَيَكُونُ﴾ کھڑےہوجاؤبندۂ خدا!وہ کھڑاہوگیا،اللہ تعالیٰ نےپوچھاکہ تم نےایسا

کیوں کیا اب تو تم میرے سامنے آ گئے، اس نے بڑے ادب سے کہا کہ رب کریم آپ ہی کے ڈر کے مارے یہ کیا تھا، تو اللہ تعالیٰ کو بھی ترس آ گیا، حکم فرمایا کہ اسے جنت میں پہونچاؤ، پہونچو گے وہیں، اب تو یہ عقیدہ کا مسئلہ نہیں رہا، کیونکہ اس زمانے میں لوگ جانتے نہیں تھے، اسلئے اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا، اب اگر کوئی یہ کرے گا تو بات نہیں بنے گی، اب تو اللہ کا خوف ہونا چاہئے اور ہاتھ جوڑ کر سچے دل سے معافی مانگنی چاہئے کہ اے اللہ! میں بڑا سیہ کار، بڑا خطا کار، بڑا گناہ گار ہوں؛ لیکن معافی مانگنے آیا ہوں، مجرم ہوں؛ لیکن اقراری ہوں اور تجھ سے معافی کا طلب گار ہوں، آپ تو اکرم الاکرمین اور ارحم الراحمین ہیں، معاف فرمائیں تو ان کو تو ترس آ ہی جائے گا اور پھر صحیح راستہ پر اپنی زندگی کو ڈال دے، اللہ تعالیٰ نے ابھی توبہ کا دروازہ کھول رکھا ہے۔

حصول علم فرض ہے

دوسری بات یہ کہ جب یہاں علم کا مرکز قائم کرنے کا ارادہ کر لیا گیا تو اب ہم میں سے ہر شخص اس میں لگ جائے اور جن لوگوں کو علم نہ آتا ہو وہ علم حاصل کریں اور جن کو پڑھنا نہ آتا ہو وہ پڑھنا سیکھیں، جناب رسول پاک علیہ السلام کے دربار میں ایسا نہیں تھا کہ صرف بچے ہی پڑھتے ہوں، وہاں بوڑھے تھے، عورتیں بھی تھیں، بچے بھی تھے اور جوان بھی تھے اور جتنے طبقے تھے سب علم حاصل کرتے تھے، اسی طرح ہم نے بچوں کے لئے تو انتظام کیا ہے، مگر جو بوڑھے ہیں وہ بھی علم حاصل کریں اور اسکے لئے محنت کریں، اللہ تعالیٰ اس محنت کے طفیل ان کو عالم بنا کر اٹھائے گا، اس لئے کہ حدیث شریف سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو حفظ کرتا ہوا اور دنیا سے رخصت ہو جائے، اللہ تعالیٰ اسکو حافظ بنا کر اٹھائے گا۔ حدیث شریف میں آتا ہے: "من سأل اللہ الشهادة بصدق بلغه منازل الشهداء وان مات على فراشه" (السنن الكبرى للنسائي) جو شخص اللہ تعالیٰ سے سچائی کے ساتھ شہادت مانگے گا، اللہ تعالیٰ اسکو درجہ شہادت عطا فرمائے گا، اگرچہ وہ بستر ہی پر کیوں نہ مر جائے، تو بندہ محنت میں لگ

جائے، اسی پر اللہ تعالیٰ محبوب فرمادیتا ہے۔

رحمت کے دروازے بند نہیں رہتے

آپ نے وہ قصہ بھی سنایا پڑھا ہوگا کہ ایک شخص ننانوے قتل کر کے توبہ کرنے چلا، ایک صاحب سے پوچھا جو عالم نہیں تھے کہ میرے اس جرم کی توبہ ہے؟ انہوں نے اسکو دھتکار دیا اور کہدیا کوئی توبہ نہیں، اس نے کہا کہ اچھا تو پھر پورے سو ہی کیوں نہ کردیئے جائیں، اٹھا اور اسکو قتل کردیا؛ لیکن دل میں ایک کسک تھی، ایک دوسرے صاحب کے پاس پہونچے جو عالم تھے، ان سے کہا کہ میں نے سو قتل کئے، کیا اسکی توبہ ہے؟ انہوں نے کہا بالکل توبہ ہے، مگر تم یہ کرو کہ جہاں تم رہتے ہو وہ جگہ چھوڑ کر ایک اچھی جگہ میں بتارہا ہوں، وہاں چلے جاؤ، وہ وہاں سے فوراً اس جگہ کی طرف چلدیا، راستہ میں موت کا فرشتہ آگیا اور وہیں انتقال ہوگیا، اب جو اسکی روح قبض ہوئی تو جہنم کے فرشتوں اور جنت کے فرشتوں میں بحث ومباحثہ شروع ہوا، جہنم کے فرشتے کہتے تھے کہ اسکو جہنم لے جائیں گے، جنت کے فرشتے کہتے تھے کہ توبہ کر کے آیا ہے اللہ نے اس کو معاف فرمادیا، اللہ تعالیٰ نے ایک تیسرے فرشتہ کو فیصلہ کرنے کے لئے بھیجا، اس نے کہا کہ جہاں جارہا تھا (اچھوں کی زمین) اگر وہ زمین قریب ہے تو جنت کے فرشتے اٹھائیں اور اگر وہ کم ہے تو جہنم والے اٹھائیں اب جو نپائی شروع ہوئی تو جدھر جارہا تھا وہ زمین ذرا کم تھی، اللہ نے زمین کو حکم فرمایا کہ اے زمین کھسک جا، زمین ادھر سے قریب ہوگئی، اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کی بخشش کا فیصلہ فرمادیا، تو ہم کتنے ہی مجرم، کتنے ہی پاپی، کتنے ہی نالائق، کیسے ہی غلط کام کرنے والے ہوں؛ لیکن آج سے ہم تہیہ کرلیں کہ اب سے علم حاصل کرنا ہے اور علم حاصل کرنے کے راستہ پر چلنا ہے اور اپنے ہر بچہ کو علم حاصل کروانا ہے ورنہ ان بچوں کی پوچھ اللہ کے یہاں آپ سے ہوگی اور یہ بچے قیامت میں آپ کا دامن پکڑلیں گے اور کہیں گے یہ میرا باپ ہے جس نے مجھکو علم سے روکا اور علم حاصل کرنے نہیں دیا، اے اللہ! تو اس کو سمجھ لے، تو اپنے بچوں

کوعلم حاصل کروائیں اور خود کو بھی اچھے راستہ پر ڈالیں اور مدرسہ کی قدر کریں، دیکھئے قدر بہت بڑی چیز ہے، اللہ تعالیٰ جب قدر کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے تو اس کے ساتھ برکتیں بھی نازل فرماتا ہے اور ناقدری سے محرومی بھی ہوتی ہے۔

کامیابی کیسے حاصل ہو؟

اللہ نے اتنے دور مقام پر جہاں علم کا کوئی چرچا نہیں ، ایسا علمی مرکز قائم فرمایا، تو آپ حضرات ہر اعتبار سے اس کا تعاون فرمائیں، دامے، درمے، قدمے، سخنے اور دعاؤں کے ذریعہ بھی، اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے، آمین۔ اور قبول فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ اسکو صحیح رہنمائی عطا فرمائے، اسکے ذمہ داروں کا حق ہے چلانے کا حکمت کے ساتھ، دانائی کے ساتھ، تدبیر کے ساتھ، اچھے طریقے کے ساتھ اور آپ کا حق ہے تعاون کا، خیر خواہی کا، انہوں نے حق ادا نہ کیا تو انکی پکڑ، آپ نے حق نہ ادا کیا تو آپ کی گرفت، ایک بات اور یاد رکھنی چاہئے کہ یہ دور زیادہ باتوں کا نہیں، کام کا زیادہ ہے، پریکٹیکل زیادہ ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہمیں یہی سکھایا ہے، ہم میدان میں آئیں اور نمونہ پیش کریں، اسلئے کہ ؂

کامیابی تو کام سے ہوگی
نہ کہ حسن کلام سے ہوگی

دعا فرمائیں کہ اے اللہ! اسکو ہمارے لئے باعث خیر بنا، پورے علاقہ کے لئے منارۂ نور بنا، اس کی برکتیں، اسکے انوار دور دور تک پھیلا دے، اس علاقہ کو جگمگا دے، ظلمتیں کافور فرما دے، تاریکیاں چھانٹ دے، دل منور کر دے، دماغ روشن کر دے، ہم سب کو اپنا بنالے اور اپنی مرضیات پر چلنے والا بنا دے اور منہیات سے بچنے کی توفیق عطا فرما، آمین یا أرحم الراحمین۔

''ذکر'' قرآن وحدیث کی روشنی میں

قرآن میں ذکر کا بیان

''سوتم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کیا کروں گا اور میرا احسان مانتے رہنا اور ناشکری نہ کرنا''۔[البقرہ/۱۵۲]

''اے ایمان والو !اللہ کو بکثرت یاد کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح پڑھو۔[الاحزاب/۴۱،۴۲]

''مومنو!تمہارا مال اور تمہاری اولاد تم کو خدا کی یاد سے غافل نہ کردے ، اور جو ایسا کرے گا تو وہ لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں''۔[المنافقون/۹]

حدیث میں ذکر کا بیان

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:''اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں ، جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے، جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے، تو میں اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں، اگر وہ مجھے محفل میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو اس سے بہتر محفل میں یاد کرتا ہوں''۔[بخاری ومسلم]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''مفرّدون سبقت لے گئے، صحابہؓ نے پوچھا مفرّدون کون لوگ ہیں، آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کثرت سے اللہ کو یاد کرنے والے مرد اور عورتیں"۔[مسلم]
حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: "سب سے افضل ذکر "لا الہ الا اللہ" ہے"۔[ترمذی]

ذکر کی اہمیت و مقام

ذکر کس کو کہتے ہیں، ذکر کا مقام کیا ہے؟ قرآن وحدیث سے واضح ہے، ذکر سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں، قرآن میں فرمایا گیا: "وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ" [العنکبوت]۔ (اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے)۔ قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بندوں کے لیے آخرت میں سب سے زیادہ پسندیدہ چیز اور سبقت کرنے والی چیز اللہ کی ہے، بندگان خدا جو جنت کے لائق ہوں گے جب جنت میں پہنچ جائیں گے اور نعمت ہائے جنت سے ہمکنار ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کہے گا، اور کچھ مانگو، وہ حیرت سے پوچھیں گے کیا اس کے بعد بھی کوئی چیز ہو سکتی ہے؟ سب کچھ تو مل گیا، آپ کا دیدار بھی مل گیا، سب سے لطف اور مزے والی چیز اللہ کا دیدار ہے، پھر اللہ فرمائے گا تم پر میں اپنی رضا واجب کر رہا ہوں، اور میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔[بخاری]

اللہ کی رضا سب سے بڑی دولت ہے، اسی لیے قرآن میں ارشاد فرمایا گیا: "وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ أَكْبَرُ" [سورہ توبہ/۷۲]۔ (اور اللہ کی خوشنودی بہت بڑی چیز ہے) تو ظاہر ہے جب اللہ کی رضا سب سے بڑی چیز ہے تو یہ بڑی چیز ملے گی، سب سے بڑی چیز، اور وہ ہے اللہ کا ذکر، اللہ کی رضا بھی بڑی چیز اور اللہ کا ذکر بھی بڑی چیز، اور بڑی چیز بڑی ہی چیز سے ملتی ہے۔

ذکر کی حقیقت

ذکر کی جمع اذکار ہے، ذکر کے ایک معنیٰ یاد کرنے کے ہیں، اس کی مختلف شکلیں ہیں: ۱-لسانی یعنی زبان سے اللہ کو یاد کرنا، ۲-قلبی یعنی دل سے اللہ کو یاد کرنا، ۳-تیسرا مرحلہ چرچا کرنے کا ہے کہ خود بھی ذکر کریں، اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیں۔

ذکر کا غیبی وفطری انتظام

ذکر جب اتنی بڑی چیز ہے تو اللہ نے اس کے لیے انتظام بھی کیا کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے کان میں اذان دی جاتی ہے، اور اقامت کہی جاتی ہے۔ [بیہقی عن ابن عباسؓ] جو ذکر بھی ہے اور علم بھی، گویا علم وذکر کان میں ڈال دیا گیا، دونوں کا رس دل ودماغ میں گھول دیا گیا، تا کہ دل ٹھیک رہے جس کا تعلق ذکر سے ہے، اور دماغ سے بھی ٹھیک رہے جس کا تعلق علم سے ہے، اور دونوں اسی وقت صحیح رخ پر لگ جائیں اور چلنے لگیں، قرآن میں اللہ نے جابجا ذکر کا حکم دیا ہے: ''سو تم مجھے یاد کرو میں تمھیں یاد کیا کروں گا۔ [البقرہ/۱۵۲] انسان کی فطرت میں ہے کہ کوئی احسان کرے تو اس کا شکر ادا کیا جائے ورنہ وہ احسان فراموش کہلاتا ہے، اللہ تعالیٰ انسان کو بچپن ہی سے بے شمار نعمتوں سے مالا مال کرتا رہتا ہے، اگر وہ اللہ کو یاد نہ کرے، تو کتنی بے وفائی کی بات ہے، کتنی بے شرمی، بے غیرتی اور احسان فراموشی کی بات ہے، تو ذکر انسان کی طبیعت میں داخل کر دیا گیا ہے، اگر کسی کے اندر یہ بات نہ ہو تو وہ احسان فراموش ہے۔

ذکر کا طریقہ

پھر اللہ نے یاد کرنے کا طریقہ بھی بتا دیا کہ اگر کوئی اس کو یاد کرنا چاہے تو اس طرح یاد کرے، عام طور سے خط پر پتہ لکھا جاتا ہے تو اسی زبان میں لکھا جاتا ہے، جو زبان چل رہی ہو، اگر اردو میں پتہ لکھیں تو گم ہو جائے گا، ہندی میں لکھیں تو جلدی پہنچے گا، اگر انگریزی میں لکھیں تو ساری دنیا میں پہنچتا ہے، اسی طرح ذکر کا معاملہ ہے کہ عربی میں اس تو اس کا فائدہ غیر معمولی ہوگا، یوں تو اللہ تعالیٰ ہی زبانوں کا خالق ہے، جو جس زبان میں چاہے اللہ کو یاد کرے، اور جس طرح چاہے یاد کرے، اس کو فائدہ تو ہوگا، لیکن جو اللہ کا دیا ہوا ہے، اس کا جو فائدہ ہوگا وہ ترجمہ میں نہیں ہوسکتا، جیسے السلام علیکم کہنے پر ۱۰ نیکی، ورحمۃ اللہ کہنے پر ۲۰ نیکی اور برکاتہ پر ۳۰ نیکی لیکن اس کا ترجمہ کر دیں تو نہ دس، نہ بیس، نہ تیس، میں آداب بجا لالایا، آپ پر سلامتی ہو، اس

سے وہ فائدہ نہیں ہوگا جو السلام علیکم کہنے کا ہوگا، اسی لیے اللہ نے سلام کو اتنا آسان کردیا کہ ہر شخص کہہ سکتا ہے خواہ کسی علاقہ کا رہنے والا ہو، اللہ کا دستور ہے کہ وہ ہر عام اور مفید چیز کو آسان کردیتا ہے، اسی طرح ذکر کو بھی آسان کردیا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے''۔ [ترمذی]

یہ کلمہ اذکار میں سب سے افضل ہے، اسی لیے تصوف کے حلقوں میں جو زیادہ ترکرایا جاتا ہے وہ یہی ہے، اور اس کو خاص انداز میں بھی کردیا جاتا ہے، لیکن اس میں جو گردن وجسم کا ہلانا اور سر کا جھکانا ہے یا اسی طرح کی اور چیزیں، یہ سب تدابیر کی طرح ہیں، یہ اصل نہیں، لیکن اب معاملہ الٹا ہوگیا ہے، سب لوگ انہیں تدابیر میں الجھ گئے، اصل بھول گئے، ''لا الہ الا اللہ'' کی ضرب لگانے کا یہ فائدہ ہے کہ ہمارے اندر جو لاابالی پن ہے اور غفلت ہے، وہ دور ہو، جیسے آدمی بہرا ہوتا ہے، اس کو بلانا ہوتا ہے تو زور سے بلاتے ہیں، یہ اسی طرح ہم بہرے ہیں تو دل کو جگانے کے لیے دل پر ضرب لگانی پڑتی ہے اور زور سے کہنا پڑتا ہے، اگر ہمارا دل بیدار ہو تو ان تمام چیزوں کی ضرورت نہیں ہی نہیں، خود بخود وہ چیزیں حاصل ہوجائیں گی، اسی لیے عربوں اور عجمیوں میں فرق ہے، عربوں کا معاملہ یہ ہے کہ وہ براہ راست عربی سمجھتے ہیں، اور صبح و شام اتنا اللہ کا نام لیتے ہیں کہ ان کا ذکر خود ہوجاتا ہے، اور ہم لوگ گونگے عجمی ہیں، ہمارے منھ سے سلام تک نہیں نکلتا، یا تو پان کھاتے ہوتے ہیں تو منھ بند ہے، ہاتھ ہلا رہے ہیں، اشارہ کررہے ہیں، حالانکہ یہ یہودیوں اور عیسائیوں کا طریقہ ہے، صبح سے شام تک کی دعائیں ان کو یاد ہیں اور عربی جاننے کی وجہ سے سمجھ کر وہ اس کو کہتے ہیں، اسی لیے ان کو خاص طور پر تسبیحات کی ضرورت نہیں، اور ہم کو تسبیحات کی ضرورت پڑتی ہے، ہم چلتے پھرتے نہیں کرپاتے تو ایک جگہ بیٹھ کر کرنا پڑتا ہے۔

صرف زبان سے ذکر کافی نہیں

صرف زبان سے ذکر کافی نہیں، بلکہ اس کی معرفت بھی ملنا چاہیے، لوگوں نے

آج الفاظ کا نام ذکر رکھ دیا ہے، پتہ چلا کہ دس دس ہزار تسبیحیں ہیں، بیٹھ کر سر ہلا رہے ہیں، کوئی فائدہ اس کا نہیں ہو رہا ہے، کیونکہ وہ غفلت سے کہہ رہے ہیں، حضرت مجدد الف ثانیؒ لکھتے ہیں: جب آدمی سبحان اللہ (اللہ سب عیب سے پاک ہے) کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فوراً حکم دیتا ہے، اس بندے کے عیب دور کر دو، اور جب کہا الحمد للہ (سارے کمالات اور تعریفات آپ کے لیے ہیں) تو اللہ نے اوپر سے کہا، اس کو کمال دو، اب جس درجہ میں ہمارا سبحان اللہ الحمد اللہ ہوگا اسی درجہ میں ہمارے عیب دور ہوں گے گویا سبحان اللہ عیبوں کو دور کرنے کا ورد ہے، حدیث میں آتا ہے ہر نماز کے بعد "سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر" دس دس دفعہ کوئی پڑھ لے تو اس کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے، لیکن شیطان بھلا دیتا ہے، کوئی اس کی پابندی نہیں کر پاتا۔ [ابوداؤد]

ذکر کوئی معمولی چیز نہیں، بہت اعلیٰ درجہ کی چیز ہے، لیکن ذکر ذکر کی طرح ہونا چاہیے، زبان سے جب ذکر ہو تو دھیان بھی ہو اور جب دھیان ہوگا، تو کام بنے گا، ہاں یہ الگ بات ہے کہ بعض دفعہ آدمی پر جب حملہ کا زور کا ہوتا ہے، تکلف سے کام لینا پڑتا ہے، اسی لیے قرآن میں ہے: " اِنَّ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا اِذَا مَسَّهُمۡ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيۡطٰنِ تَذَكَّرُوۡا" [الاعراف/۲۰۱] (جو لوگ خدا ترس ہیں جیسا ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آجاتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں) سو یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں، اہتمام و مبالغہ اور تکلف سے کام لے کر تفعل میں اہتمام بھی ہے، اور تکلف بھی ہے، جب شیطان حملہ آور ہو تو نہ چاہتے ہوئے بھی اللہ کا ذکر ہو، اور اللہ کا نام لیجیے، اس لیے کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب اذان ہوتی ہے، تو شیطان بہت بری طرح بھاگتا ہے، یعنی اس کی گت بن جاتی ہے تو اس سے ظاہر ہے کہ اذان دینے والے کے ذہن میں ہو یا نہ ہو لیکن لفظ جو اس سے ٹکرا رہے ہیں، تو اس کی حالت خراب ہو جاتی ہے تو اس لیے تکلف سے کام لے کر ذکر کیا جائے اور اللہ کا نام لیا جائے تو شیطانی کیفیت ختم ہو جاتی ہے۔

قرآن کی تلاوت بھی ذکر ہے

قرآن کے بہت سے اوصاف ہیں، قرآن، فرقان، شفاء، کفایہ وغیرہ ہے، اسی طرح اس کو ذکر بھی کہا گیا: "اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" [الحجر/۹] (ہم نے ہی ذکر (قرآن) کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے، اس سے معلوم یہ ہوا کہ قرآن کی تلاوت ہم اس انداز سے کریں کہ ذکر کا غلبہ ہو تو ہماری حفاظت ہوگی، یہاں "نزلنا القرآن" یا "نزلنا الفرقان" نہیں کہا گیا بلکہ "نزلنا الذکر" کہا گیا کیوں کہ قرآن میں سب سے بڑی خصوصیت ہے وہ ذکر کی ہے، ہر آیت میں اللہ کا نام آتا ہے، اور اللہ نے اپنی یاد کے سلسلہ کی جو آیات ذکر کی ہیں، وہ بہت ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ قرآن سراپا ذکر ہے تو جب ذکر کے طور پر قرآن کی تلاوت کریں گے تو ہماری حفاظت ہوگی، صوفیاء اور بزرگان دین نے بھی یہ بات لکھی ہے کہ قرآن سے جو ترقی ہوتی ہے، وہ اذکار سے نہیں ہوتی، اذکار سے ہونے والی ترقی محفوظ نہیں، اور قرآن سے ترقی کرنے والے کبھی واپس نہیں ہوتے، اور ذکر سے ترقی کرنے والا گر جاتا ہے، اس کی مثال بھی دی کہ بالو جمع کر کے دیوار بنائیں وہ ہے ذکر کی ترقی، اور اینٹ کی دیوار وہ ہے قرآن کی ترقی، بالو کو جمع کرنا اور بنانا آسان ہے، روڑیاں اور اینٹ سے بنانا اور چننا مشکل ہے اور جو مشکل ہوتا ہے وہ مضبوط ہوتا ہے۔

ذکر میں مرشد کی ضرورت

حضرت تھانویؒ نے فرمایا: بغیر ذکر کے کچھ نہیں ہوتا، ایک صاحب نے کہا جب بغیر ذکر کے کچھ نہیں ہوتا تو ہم ذکر کر لیں گے، تو انہوں نے کہا: ذکر کے لیے ضروری ہے کہ کوئی سرپرست ہو، فرمایا ذکر تلوار کی طرح ہے، کبھی اپنا بھی سر کٹ جاتا ہے، ایسے ذکر بھی ہے، فائدہ تو اس کا غیر معمولی ہے، لیکن سنبھالنے والا چاہیے، کبھی آواز سنائی پڑنے لگتی ہے، کبھی بجلی دکھائی دینے لگتی ہے، بس آدمی اس میں گم ہو جاتا ہے، سمجھتا ہے خدا کو دیکھ لیا، جب کہ یہ ہو ہی نہیں ہوسکتا، اگر کوئی یہ دعویٰ کرے تو وہ شیطان

ہے، بہرحال ذکر غیر معمولی چیز ہے، اور حدیث میں آتا ہے، ذکر کرنے بہت آگے نکل جاتے ہیں۔[مسلم]

ایک صحابیؓ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، راستے تو بہت ہیں، کوئی ایسی چیز آپ بتائیں جس کو مضبوطی سے میں تھام لوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بس تمہاری زبان ذکر سے تر رہے“ [ترمذی] تر اسی وقت ہوگی جب اس کا تعلق دماغ سے ہوگا، زبان، دل، دماغ کے ساتھ ہو تب ذکر ذکر ہوگا، اس زمانہ میں یہ بات مفہوم تھی، اب یہ الٹا ہوگیا، شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے لکھا ہے، اگر صرف زبان کا ذکر ہے تو کچھ فائدہ نہیں، جتنا دھیان قوی ہوگا فائدہ ہوگا، سارا مسئلہ ذہن سے تعلق رکھتا ہے۔

اذکار ماثورہ کی فضیلت

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم کو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ نہ بتاؤں ؟! انہوں نے کہا ضرور، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بتائیں، آپؐ نے فرمایا: ”لاحول ولاقوۃ الا باللہ“ [بخاری شریف] طاقت وقوت کسی چیز سے بچنے کی، کسی چیز کے کرنے کی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے، حضرت ایوب انصاریؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمایا: ”جس نے ”لا الہ الا اللّٰہ لاشریك له ، له الملك و له الحمد و هو علی كل شيء قدير“ دس مرتبہ پڑھا تو اس شخص کے برابر ہوگیا جس نے حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے چار شخصوں کو آزاد کیا“۔[بخاری شریف]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی حکیم نہیں، جو نسخے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیے ہیں، جو اذکار آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، اس میں جو فائدہ ہے، وہ کسی اور چیز سے حاصل نہیں ہوسکتا۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

صحابہ کرامؓ کی چند امتیازی خصوصیات

اور ہمارا معاشرہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت وہ پاکیزہ مقدس اور معیاری جماعت تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام انسانی کمالات اور معیاری صفات سے حصہ وافر عطا فرمایا تھا مربی اعظم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تربیت فرمائی، ایمان ویقین سے ان کے دل ودماغ منور ومعمور ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی صلاحیتوں کو جو آپسی خونریز جنگوں، قبائلی منافرت، شرک وکفر کی آلودگیوں میں ضائع ہو رہی تھیں، ٹھکانے لگایا اور ایسی قوم کو جو دنیا سے کنارہ کش تھی اور دنیا بھی ان کو کسی طرح کی اہمیت دینے کو تیار نہ تھی، قیادت وسیادت، عظمت وسربلندی کے اس مقام پر فائز کر دیا جس سے زیادہ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

اس پیکر حسن وجمال، تربیت نبوی سے آراستہ وپیراستہ، اوصاف انسانی اور کمالات بشری سے متصف بلکہ اس کے لئے نمونہ اور معیاری جماعت کی چند نمایاں اور امتیازی خصوصیات درج کی جاتی ہیں، تاکہ ایک طرف ان کی عظمت واہمیت کا اندازہ اور ضرورت معلوم ہو اور دوسری طرف معاشرہ کے افراد اپنی کوتاہیوں اور عیوب کا ازالہ کر سکیں اور اس آئینہ شفاف سے اپنی صورت گری کر سکیں۔

۱-صحبت بابرکت

پہلی صفت جوصرف اورصرف انہی کا حصہ ہے جس کے ذریعہ وہ ایمان ویقین کی ان بلندیوں اور اوصاف وکمالات کی ان رفعتوں تک پہونچے جس کا مقابلہ پوری انسانیت بھی مل کرنہیں کرسکتی، وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت اورآپ کی مجلس نشینی کی سعادت اورایمان کے ساتھ آپ کا دیداراورزیارت ہے۔ یہاں تک کہ صحابہ کرام پر(متنوع اورمختلف بلکہ متضاد صفات کے حامل ہونے کے باوجود) صحبت کی صفت غالب آئی اوران کا لقب قرار پاگئی، گویا صحبت نبوی ان کی ایک ایسی انفرادی صفت تھی کہ اس جماعت کا نام ہی صحابہ پڑگیا رضی اللّٰہ عنہم وأرضاہم وارزقنا اتباعہم وحبہم، جس سے صحبت کی اہمیت اوراسکی اثرانگیزی کا اندازہ کیاجاسکتاہے، جو جتنا کامل ہوگااس کی صحبت وہم نشینی اتنی ہی اثرانگیز، معنی خیزاورانقلاب انگیز ہوگی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کرکون کامل ہوسکتاہے، آپ کاملوں کے سردار، انبیاء کے امام، اوراہل نبوت ورسالت، اہل ولایت اورمعرفت، اہل صدق وصفا، ارباب جودوعطا، اوراصحاب تأثیروانقلاب کے سرگروہ اورسرخیل تھے، اس لئے آپ کی صحبت میں جوبیٹھا، کندن بن کرنکلا اورایمان کی نظروں سے جس نے زیارت کرلی، وہ ایمان ویقین کی آخری منزلوں تک جاپہونچااورچشم زدن میں معراج ولایت حاصل ہوگئی۔

حضرت موسی علیہ السلام نے جب ساحران فرعون کے سامنے وعظ کہااوراللہ کا خوف دلایااورانہوں نے اپنی جادوگری کا تماشہ دکھاکرحقیقت کاعلم حاصل کرلیااور تھوڑی ہی دیرمیں حضرت موسیٰ کے سامنے اللہ تعالیٰ پرایمان لانے کا اعلان کردیا، اسکوفرعون نے ان کی ملی بھگت بتاکرسخت ترین سزا کی دھمکی دی جواب میں ان جادوگروں نے جوایمان والے ہوچکے تھےاس دھمکی آمیز بھبکی کوکچھ اہمیت نہ دی اور کسی طرح ایمان سے دستبردارہونے سے صاف انکارکردیا بلکہ پوری ایمانی قوت

سے اس سے کہہ دیا: ﴿فَاقْضِ مَاأَنْتَ قَاضٍ﴾۔

یہ وہ ایمانی قوت ہے جو بڑے بڑے مجاہدوں اور ریاضتوں کے بعد حاصل ہوتی ہے؛ لیکن ایک عالی مرتبت پیغمبر خدا کی تھوڑی دیر کی ایمان کے ساتھ صحبت نے ان کو اس مقام پر پہونچادیا کہ بڑی سے بڑی طاقت بھی ان کو زیر نہیں کرسکی۔

اس سے ظاہر ہوجاتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا اثر صحابہ کرام پر کیا پڑا ہوگا، ان کے ایمان ویقین کی طاقت کن بلندیوں پر پہونچ گئی ہوگی جس کا کچھ اندازہ صحابہ کرام کے واقعات سے ہوسکتا ہے جو بکثرت کتابوں میں موجود ہیں۔

صحبت کی اہمیت وافادیت

اس لیے تمام علمائے اسلام صحبت کی اہمیت اور افادیت کے قائل رہے ہیں، صحابہ کرام کے بعد تابعین کا درجہ ہے اور ان کے بعد تبع تابعین کا، صحابہ کی خدمت میں آنے جانے والے تابعین ہیں اور ان کی صحبت اور علم سے استفادہ کرنے والے تبع تابعین ہیں۔ یہ وہ صدیاں ہیں جن میں خیر کا پہلو غالب تھا، بھلائی کا چرچا تھا اور اچھے لوگوں کی کثرت تھی، اسکے بعد ایسے لوگ پیدا ہونے لگے جنھوں نے اپنی فہم پر اعتماد، اپنی رائے پر اصرار اور اپنے علم پر ناز وغرور شروع کردیا جنکی عقل ودانش سطحیت کا شکار اور غلط وبیجا استدلال واستنباط ان کا شعار ہونے لگا، رسول اللہ ﷺ نے جن کی طرف اشارے مختلف مجلسوں میں فرمائے ہیں، ایک موقع سے فرمایا: اخیر زمانے میں ایسے لوگ پیدا ہونگے جو اعلی ترین اور بہترین قول (قرآن) سے استدلال کریں گے؛ لیکن دین سے ایسا نکل جائیں گے جس طرح تیر ہاتھ سے نکل جاتا ہے، ایک مرتبہ ارشاد ہوا کہ جب دیکھو کہ دنیا ہی سب کچھ ہوگئی ہے، ہوا وہوس کا دور دورا ہے اور ہر رائے والا اپنی رائے کو پسند کرتا ہے اور عجب میں مبتلا ہے تو ایسے حالات میں اپنی فکر کرو۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ کے مشاہدہ اور ایسے لوگوں کی غلط روش کو دیکھ کر یہ بات اصول تفسیر کے مقدمہ میں لکھی ہے کہ جتنے گمراہ وکج راہ فرقے اور

جماعتیں وجود میں آئی ہیں، وہ سب کی سب اپنی عقل وعلم پر زیادہ اعتماد اور علماء ومشائخ کی صحبت وہم نشینی سے دوری کا نتیجہ ہیں۔

آج اس دور میں مختلف افراد اور گروہ ایسی ہی غلطیوں کا شکار ہو گئے ہیں۔ نہ ان کو سلف کے فہم وبصیرت پر اعتماد رہ گیا ہے، نہ علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں اور نہ راسخین فی العلم اور علماء ربانیین کی خدمت ومجلس میں حاضری کو ضروری اور بصیرت افروز تصور کرتے ہیں، جس کے نتیجہ میں جابجا ڈیڑھ اینٹ کی مسجدوں کی کثرت، فکری انحراف اور شذوذ کی گرم بازاری، اسلاف پر طعن وتشنیع کا فیشن اور دینی نصوص اور مسلم الثبوت عقائد وحقائق کی من مانی تشریحات کی فراوانی اور ارزانی ہے۔

غرض کہ صحبت کا کوئی بدل نہیں جس طرح رمضان کے مہینہ میں عبادت کا ثواب کئی کئی گنا بڑھ جاتا ہے جو غیر رمضان میں حاصل نہیں ہوسکتا اور مسجد حرام، مسجد نبوی اور بیت المقدس میں نماز پڑھنے کا جو مخصوص ثواب ہے وہ کسی اور مسجد میں حاصل نہیں ہوسکتا ہے، اسی طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت، برکت کا جو فیض اور سعادت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حاصل ہوگئی وہ کسی غیر کو حاصل ہو ہی نہیں سکتی۔

اس طرح صحبت کی جو برکتیں اور فیوض ہیں وہ کسی اور طریقہ سے حاصل ہو ہی نہیں سکتے، اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی شرط ایمان تھی اور علماء ربانی اور مشائخ حقانی کی صحبت کی شرط اخلاص ہے اس لئے بہت سے وہ لوگ صحبت میں رہ کر بھی اسکی برکات وفیوض سے محروم رہ جاتے ہیں جو اخلاص سے محروم رہ کر صحبت اختیار کرتے ہیں۔

۲- ایمان وتصدیق

دوسری صفت جو صحابہ کرام کو دوسروں سے ممتاز اور ان کو جداگانہ حیثیت عطا کرتی ہے، وہ ان کی صفت ایمان اور دل کا یقین اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق ہے، انھوں نے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور

آپ کو مان لیا تو پھر دل و جان سے تصدیق کی۔ ہر طرح کے شکوک وشبہات اور اعتراضات واشکالات سے ان کے قلب ودماغ محفوظ ہو گئے، قرآن مجید کی آیتیں نازل ہوتی تھیں، ان کے دل کے دروازے اور دماغ کی گرہیں کھل چکی تھیں، شکوک وشبہات کی جگہ ایمان ویقین نے لے لی تھی اور اعتراضات کے بادلوں اور لشکروں کو معرفت وتصدیق نے چھانٹ دیا تھا اور زیر کر لیا تھا اور ان کو آیات قرآنی اور تعلیمات نبوی کے لیے دلائل کی ضرورت نہ رہ گئی تھی اگر کوئی منکر اسلام اور منافق، اشکال و اعتراض نکال کر ان کو تذبذب اور ارتیاب کا شکار بنانا چاہتا تو اس کو چپ اور مطمئن کرنے کے لئے اسطرح دلیل پیش کر دیتے کہ کسی قسم کا کوئی اعتراض واشکال باقی نہ رہ جاتا گویا وہ دلائل کے محتاج نہ تھے بلکہ دلائل میں پھنسی اور اُلجھی طبیعتوں کو مطمئن کرنے کے لیے دلائل پیش کر دیا کرتے تھے، کیونکہ دلائل کی احتاجی اکثر انہی کو پیش آتی ہے جو پہلے سے تذبذب کا شکار اور شکوک وشبہات سے زار و نزار ہوتے ہیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج پر تشریف لے گئے، آسمانوں اور وہاں کے مکینوں کے عجیب وغریب مشاہدات سے سرفراز ہوئے اور آپ نے صبح یہ واقعات ومشاہدات اہل مکہ کے سامنے بیان کیے تو صحابہ کرام کو کسی قسم کا تذبذب اور شک پیش نہیں آیا؛ لیکن مکہ کے کافروں میں ہلچل مچ گئی؛ کیونکہ ان کی طبیعتوں میں پہلے سے ہی شکوک وشبہات کے کانٹے چھپے ہوئے تھے تو انھوں نے اس کا خاکہ اڑانا شروع کیا اور بھاگے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے؛ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر یہ شخص شک میں پڑ جائے تو معاملہ آسان ہو جائے گا۔ ان سے کہا: سنا سنا آج رات تمہارے ساتھی آسمانوں کی سیر کر کے آئے ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نہایت سکون واطمینان سے جواب دیا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو سچ فرمایا۔ وہ حیرت میں پڑ گئے اس پر حضرت ابوبکرؓ نے دلیل پیش کی کہ جب ہم یہ مان چکے ہیں کہ حضرت جبرئیلؑ دن میں کئی کئی مرتبہ آتے جاتے ہیں تو اس میں کیا تعجب کی بات ہے کہ

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان کا مالک دن و رات کی کسی بھی گھڑی میں سیر کرادے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی تصدیق کے لئے کسی خارجی دلیل کی ضرورت نہیں پیش آئی کہ حضرت سلیمانؑ کا واقعہ بیان کرتے، چودہویں صدی کے خلائی سفروں کا انتظار کرتے؛ بلکہ ان کی تصدیق نے دلیل فراہم کی۔

آج کل کے ہمارے پڑھے لکھے اور تعلیم یافتہ حضرات نئی نئی ایجادات اور سائنسی دنیا کے انقلابات سے ایسا مرعوب ہو چکے ہیں کہ قرآنی نصوص اور صحیح نبوی تعلیمات کو بھی اس پر رکھ کر پرکھتے ہیں اور ایمان ایسا کمزور ہو گیا ہے کہ ان نصوص میں تبدیلی کے علمبردار بن جاتے ہیں، خود تو بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں۔

نہایت افسوس کی بات ہے نہ قرآن کا صحیح مطالعہ کیا نہ رسول اکرم صلی اللہ عیہ وسلم کی تعلیمات وارشادات سے اشتغال رکھا نہ ایمان و یقین سے آشنا ہوئے اور نہ تصدیق کی منزلوں سے گذرے؛ لیکن قرآن میں تبدیلی، ارشادات نبوی میں حذف و اضافہ؛ بلکہ ان کا سرے سے انکار کرنے لگتے ہیں؛ کیونکہ ان کے زعم میں زمانے کی روشن خیالی، ترقی اور نئی نئی ایجادات کا وہ ساتھ نہیں دے سکتے، وہ کہنے لگتے ہیں ایک زمانہ تھا جب انھوں نے بہت اچھا رول ادا کیا تھا؛ لیکن اب زمانہ بدل گیا ہے، حالات بدل گئے ہیں، انسان بدل گیا ہے؛ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سب بہانے ہیں نہ انسان بدلا ہے نہ زمانہ بدلا ہے؛ بلکہ اس وقت قرآن وسنت کی جتنی شدید ضرورت ہے اتنی کبھی نہیں تھی، پرانی جاہلیت نئے رنگ وروپ میں پھر پلٹ آئی ہے، شراب پرانی ہے جام نیا ہے، وہی سارے کھیل کھیلے جارہے ہیں جو دور جاہلی میں تھے، نام نئے ہیں، رنگ نئے ہیں، ڈھنگ نئے ہیں۔

مزید افسوس اس پر بھی ہے کہ ہمارے دینی حلقہ کے کچھ افراد جو تعلیم یافتہ حضرات کی ہم نوائی کرنے لگتے ہیں اور دبے پاؤں بعض اسباب کی وجہ سے یہ روگ ان میں بھی سرایت کرجاتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

ضرورت اسی ایمان کی ہے جو صحابہ کو حاصل تھا اور جو ان کی صحبت میں بیٹھ کر ہی مل سکتا ہے، ان کے ایمان افروز واقعات اور تصدیق وایقان کی کیفیات دیکھی جائیں اور ان کے اپنے ایمان کی چنگاری کو فروزاں اور تصدیق کو مہمیز کیا جائے۔

۳- اطاعت وفرمانبرداری

تیسری امتیازی صفت صحابہ کرام کا جذبہ اطاعت اور فرمانبرداری ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو آخری حکم، فیصلہ کو آخری فیصلہ سمجھنا اور اس کو دل وجان سے تسلیم کرنا ان کا ایسا شعار بن گیا تھا کہ انھوں نے اپنے جذبات کی لگام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دی تھی، آپ ﷺ کی زبان سے بات نکلی اور ادھر عمل کے لئے قدم اٹھے یہ امتیاز کرنا مشکل ہونے لگا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے لفظ پہلے نکلا ہے یا عمل کے لئے قدم پہلے اُٹھے ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مسجد میں داخل ہونے والے ہیں کہ اچانک کان میں یہ آواز آتی ہے کہ بیٹھ جاؤ! وہیں بیٹھ جاتے ہیں یہ گوارہ نہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سن لینے کے بعد آگے بڑھ جاتے جتنے قصے قضیے پیش آتے تھے وہ دربار رسالت مآب میں پہونچ کر فوراً ختم ہو جاتے تھے، اور یہ کیفیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی باقی رہی کہ جب کوئی مسئلہ پیش آیا اور اس میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مل گیا فوراً مسئلہ حل ہو گیا، کسی نے اچھی تصویر کشی کی ہے ؎

شریعت کے قبضہ میں تھی باگ ان کی
بھڑکتی نہ تھی خود بہ خود آگ ان کی
جہاں کر دیا نرم نرما گئے وہ
جہاں کردیا گرم گرما گئے وہ

سخت سے سخت محاذ پر، بڑی سے بڑی جنگ میں اور خطرناک سے خطرناک موقع پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جان ومال اور اہل وعیال کی پرواہ کئے بغیر کود

پڑنا ان کے لیے بائیں ہاتھ یا بچوں کا کھیل تھا؛ لیکن ان کا امتیاز یہ بھی ہے کہ جنگ آزمودہ ہوتے ہوئے اور جان جوکھم میں ڈال کر بڑے سے بڑا معرکہ سر کر لینے کی صلاحیت رکھنے کے باوجود جب برداشت کا موقع آیا اور خاموش رہ کر بلکہ ظاہری اعتبار سے دب کر صلح کرنے کا موقع آیا تو اس وقت بھی اطاعت وفرمانبرداری سے دست کش نہیں ہوئے جس کی کھلی مثال صلح حدیبیہ کا واقعہ ہے اگر اس نظر سے غزوات و سرایا کا مطالعہ کیا جائے اور صحابہ کی اطاعت وفرمانبرداری کو دیکھا جائے تو اس کی نظیر نہیں ملے گی کہ کس طرح صحابہ کرام نے سمع وطاعت کو نباہ کر دکھا دیا۔

لیکن ہمارا معاشرہ اس صفت سے بالکل خالی ہو چکا ہے۔ نہ اطاعت ہے نہ فرمانبرداری اگر قرآن مجید کی نصوص اور احادیث رسول ﷺ بھی پیش کر دی جائیں تو بھی ایک طبقہ قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوگا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام اور ظاہری اعتبار سے پیچھے چلنے والوں کی اطاعت کی جانے لگی، ان کے جذبات کا خیال کیا جانے لگا، جو مطاع تھے وہ مطیع ہو گئے، جو مقتدا تھے وہ مقتدی ہو گئے، جن کو حق کہنا چاہئے تھا وہ عوام سے ڈر گئے مصلحتوں کی آڑ لے کر حق کو چھپانے لگے، اسکا نتیجہ جو ہونا چاہئے تھا، وہ ہو کر رہا۔

۴- ذہنی پختگی اور عقلی بلوغ

صحابہ کرام کی چوتھی صفت ذہنی پختگی، عقلی بلوغ اور ذہنی ودماغی تربیت کا کمال ہے۔ اگر ایک طرف وہ سرافگندگی، سپردگی، اطاعت وفرمانبرداری اور تسلیم ورضا کے امام تھے تو دوسری طرف ذہنی وعقلی صلاحیتوں سے پورا پورا استفادہ کرتے تھے اور ان کا صحیح استعمال جانتے تھے؛ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی غیر معمولی تربیت اور نگرانی میں ان کے ذہن ودماغ کو اسطرح تیار کر دیا تھا کہ اندھے بہروں کی طرح زندگی نہ گزاریں جابیجا، حق ناحق، تقلید وپیروی کی راہ نہ اپنائیں۔ ذہن کو کھلا رکھیں، عقل ودانش کا استعمال کرتے رہیں، شاہراہ شریعت اور جادہ سنت پر بصیرت کے

ساتھ گامزن ہوں تاکہ کوئی شیطانی وسوسہ یا غلط سازش ان کی راہ کھوٹی نہ کرنے پائے جس کا اصول آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر بیان کردیا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے کسی بھی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں، کوئی انسان اس لائق نہیں کہ اس کے ساتھ خدا کا سا معاملہ کیا جائے اور اسکی بات کو خدائی حکم کا درجہ دیا جائے، بڑوں کی اطاعت چاہے امیر ہو یا شیخ، پیر ہو یا فقیر، حاکم ہو یا عالم اس حد تک کی جائے جسکی اجازت اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔

حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جحشؓ کی امارت میں ایک قافلہ السریہ روانہ کیا، تمام قافلہ والوں کو امیر کی اطاعت کا حکم دے دیا، کسی بات پر امیر صاحب کو ناراضگی ہوگئی، انھوں نے تمام ہم رکاب لوگوں کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی بابت حکم یاد دلایا، سب نے اقرار کیا، اس پر لکڑی لانے اور اس میں آگ لگانے کا حکم دیا اور سب نے حکم مانا اور لکڑیوں میں آگ لگادی، اس کے بعد امیر نے حکم دیا کہ آگ میں آپ لوگ کود جائیں سب نے انکار کردیا، واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے معاملہ پیش ہوا، آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ کود جاتے تو ہمیشہ اسی میں رہتے۔اسی طرح ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم۔زمانہ جاہلیت سے یہ بات پورے معاشرہ میں تسلیم کی جارہی تھی کہ ہر حال میں اپنے برادر، اپنی قوم اور اپنے خاندان کا ساتھ دینا ہے، اس میں حق وناحق کی تمیز نہ تھی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حق کی بالادستی اور اسکی نصرت کی ترغیب دی، صحابہ کو اس پر تیار کیا، ان کی تربیت کی اس کے بعد ایک موقع سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے درمیان یہ بات دہرائی کہ اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم۔صحابہ کرام نے اس جملہ کا پرانا مفہوم قبول کر لینے میں تردد محسوس کیا، اسلئے فوراً اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرلیا کہ مظلوم کی مدد تو ہم کر سکتے ہیں؛ لیکن ظالم کی مدد کیسے اور کس بنیاد پر کریں؟ اسکے جواب میں اللہ کے رسول صلی

اللہ علیہ وسلم نے ظالم کی مدد کا مفہوم واضح فرمایا کہ اسکو ظلم سے باز رکھو، ہاتھ پکڑ لو، ظلم نہ کرنے دو۔ ان واقعات سے صحابہ کرام کی ذہنی پختگی، عقلی بلوغ اور بیدار مغزی معلوم ہوتی ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تربیت ہی اس انداز سے فرمائی تھی کہ ایک طرف کامل اطاعت، مکمل انقیاد، بے مثال تابعداری اور فرمانبرداری پائی جاتی تھی تو دوسری طرف بیدار مغزی، عقلمندی دانشمندی اور بالغ نظری اپنی تمام خوبیوں اور کمالات کے ساتھ پائی جاتی تھی۔ ایک واقعہ سے مزید اس کی وضاحت ہو جاتی ہے: دو حضرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنا قضیہ لے کر پہنچے، آپ ﷺ نے ایک صاحب کے حق میں فیصلہ فرما دیا، جن کے خلاف فیصلہ ہوا تھا جب وہ واپس جانے لگے تو کہنے لگے: ﴿ حَسْبُنَـا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس بلوا کر فرمایا: ایسی عاجزی قابل ملامت ہے، اللہ اس کو اچھا نہیں سمجھتا پوری طرح ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے اس کے بعد بھی کام نہ بن سکے تو کہنا چاہئے: ﴿حسبنا اللّٰه و نعم الوکیل﴾۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تمام مسلمانوں کی عام طور سے اور ارباب حل و عقد کی خاص طور سے ایسی ذہنی تربیت ہونی چاہئے کہ عقل و دانائی، فہم و فراست کا استعمال صحیح انداز سے کر سکیں؛ لیکن افسوس ہے کہ ہم مسلمانوں کا حال یہ ہو گیا ہے کہ پڑے سوتے رہتے ہیں، دشمن اپنی چالوں و جالوں سے گھیر لیتا ہے، راستے مسدود کر دیتا ہے، اسباب و وسائل منقطع کر دیتا ہے، ہم اپنے ذاتی اختلافات اور فروعی مسائل میں الجھنے اور تفسیق و تکفیر کا بازار گرم کرنے میں لگے رہتے ہیں، حکومتیں بھی اس کا شکار ہیں، جماعتیں اور افراد بھی اس میں مبتلا ہوتے جا رہے ہیں اور جب کوئی بڑی مصیبت آ پڑتی ہے تو صرف زبان سے ﴿حسبنا اللّٰه و نعم الوکیل﴾ کہنے لگتے ہیں۔

نہ ذہنی تربیت، نہ صحیح شعور اور نہ فکر و نظر میں گہرائی ہے۔ کہاں کیا کرنا چاہئے کہاں کیا نہ کرنا چاہئے کس محاذ پر کس چیز کی ضرورت ہے اس وقت زمانے کا تقاضہ کیا ہے، کس چیز کے مقابلہ میں کون سی چیز اہم ہے، اس کے نتیجہ میں جو خسارہ اور نقصان

پوری امت کو پہنچ رہا ہے، وہ غیر معمولی اور صدیوں پیچھے کر دینے والا ہے، اللہ تعالیٰ اس خسارہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۵-اخلاص اور خواہشات پر قابو

صحابہ کرام کی پانچویں صفت اخلاص وللّٰہیت، خواہشات نفس پر قابو ہے، اس پاکیزہ وممتاز جماعت کو یہ امتیاز بھی حاصل تھا کہ کوئی کام بھی ذاتی غرض اور منفعت کے پیش نظر کسی نیت بد کے نتیجہ میں نہیں کرتے تھے، وہ ہر کام اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے کرتے، اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے جو خود مخلصوں کے سردار تھے، ان کے دل ودماغ کو اخلاص کے سانچے میں ڈھال دیا تھا اور وقتاً فوقتاً ان کے سامنے اس کی اہمیت اور عنداللہ مقبولیت واضح فرماتے رہتے تھے، بنیادی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان فرمادیا تھا کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے، تنہا ظاہری اعمال چاہے وہ کتنے ہی بھلے اور اچھے معلوم ہوتے ہوں، کیسے ہی خوشنما ہوں اگر وہ روح اخلاص سے خالی، نیت بد سے داغدار کئے جاچکے ہیں تو عنداللہ ذرا بھی قابل قبول نہ ہوں گے ،صحابہ کرام کو اس میں خاص امتیاز حاصل تھا جسکو سمجھنے کے لئے ایک واقعہ کافی ہے جو بہت مشہور اور اپنی اثر انگریزی ودل پذیری میں بے مثال ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقابلہ ایک یہودی سے پڑ گیا، حضرت علیؓ نے اسکو زیر کر کے قتل کا ارادہ کیا، اس نے چہرہ مبارک کو سامنے پا کر اس پر تھوک دیا، حضرت علیؓ فوراً اس کو چھوڑ کر الگ کھڑے ہوگئے، وہ اس عمل کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا، پوچھنے پر حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے قتل کر رہا تھا جب تم نے تھوکا تو نفس اس میں س شامل ہوگیا اور مجھے غصہ آگیا اس لئے میں نے چھوڑ دیا۔ یہ سن کر یہودی کی دنیا بدل گئی کہ اللہ اکبر نفس پر ایسا قابو، جنگ وجدال میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کا ایسا حال، کلمہ شہادت پڑھ کر دین اسلام کی حقانیت کا اعلان کر دیا۔

اسی طرح خواہشات ایجابی ہوں یا سلبی، باہری دنیا دیکھ کر پیدا ہوئی ہوں یا

اندرونی جذبات کا عکس ہوں، دونوں ہی میں صحابہ کرام کی بے مثال ثابت قدمی اور استقامت اور راہ سنت وشریعت پر استواری ان کا شعار رہا ہے۔ حضرت علیؓ کا واقعہ گزر چکا ہے کہ یہودی کے تھوک دینے سے اندرونی انتقامی جذبہ پیدا ہو گیا اور نفس کا شدید تقاضہ ہوا کہ اسکو فوراً تہ تیغ کر دیا جائے، حضرت علیؓ نے اس پر قابو پا کر ایک جان کو جہنم سے بچا لیا اور خود کو انتقامی جذبہ اور نفس کے تقاضہ پر عمل سے بچا لیا جو اکثر وبیشتر شیطانی وسوسہ اندازی اور نفس امارہ کا نتیجہ ہوتا ہے۔

غرض یہ کہ اندرونی تقاضے سے جذبات اور خواہشات پیدا ہوئی ہوں یا بیرونی دنیا کی کارفرمائی ہو جس کی مثال یہ ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت یمن پہونچی، وہاں انھوں نے ایک عجیب منظر دیکھا جو اس سے قبل نہ دیکھا تھا اس لئے دل میں کبھی اس کا خیال بھی نہ آیا، دیکھا کہ وہاں کے لوگ اپنے سردار وآقا کو سجدہ کرتے ہیں، ان کو خیال آیا کہ اس سردار کی کیا حقیقت اور کیا حیثیت؟! ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو سرداروں کے سردار ہیں اور سرور عالم ہیں، وہ اس مقام پر ہیں کہ ان کو سجدہ کیا جائے ؛ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ایسی تربیت فرمادی تھی کہ مکہ اور مدینہ میں ان کو خیال بھی نہ آیا کہ وہ سجدہ کو سوچیں اور اس کا خیال بھی لائیں؛ لیکن جب ان کی نظر پڑی کہ سجدہ روا رکھا جا رہا ہے اور لوگ اپنے سرداروں کو سجدہ کرتے ہیں تو ان کو بھی اس کی خواہش ہوئی، انھوں نے یہ نہیں کیا کہ آتے ہی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سجدہ میں گر جاتے اور آپ ﷺ کے منع کرنے پر رکتے: بلکہ دربار رسالت میں پہونچے اور پورا واقعہ بیان کیا اور اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ ہم بھی آپ کو سجدہ کرنا چاہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس سے روک دیا اور آئندہ بھی قبر پر سجدہ کرنے سے صاف منع کر دیا۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور صحابہ کرام کی ایک جماعت حاضر خدمت تھی کہ ایک اونٹ آیا اور اس نے اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے سجدہ کیا، یوں

صحابہ کرام کو خیال نہیں ہوا تھا، اونٹ کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھ کر انہوں نے عرض کیا کہ اللہ کے رسولؐ! جانور بھی آپ کو سجدہ کرتے ہیں، ہم زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں۔آپ ﷺ نے منع فرمادیا اور کہہ دیا کہ کسی انسان کے لئے جائز نہیں کہ کسی دوسرے کو سجدہ کرے، اگر دنیا میں کسی کو اجازت ہوتی تو عورت کو حکم ہوتا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔

صحابہ کرام کا امتیاز یہی ہے کہ دل پر شدید داعیہ سجدہ کا بیدار ہوا؛ لیکن انھوں نے عمل کرنے سے پہلے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ ﷺ کیا فرماتے ہیں، دوسرے یہ کے از خود یہ خواہش اور داعیہ نہیں پیدا؛ بلکہ غیروں کو دیکھ کر دوسرے علاقوں کا دورہ کر کے پیدا ہوا۔

آج ہمارا حال یہ ہے کہ خواہشات پر ہی عمل کرنا ہمارا شیوہ ہے، جذبات کی پیروی ہمارا شعار ہو گیا ہے، جی چاہی زندگی ہم گزارنے میں لگے ہوئے ہیں، نہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کی فکر نہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا خیال اور نہ شریعت کا پاس ولحاظ، نہ جانے کیسی کیسی نیتیں ہمارے نہاں خانہ دل میں چھپی رہتی ہیں؛ بلکہ اب تو معاملہ یہاں تک پہونچ گیا کہ اعلیٰ سے اعلیٰ کام جو ظاہر میں بہت اچھے ہیں بری نیت سے کرتے ہیں، ورنہ یہ تو عام مرض ہے کہ استحضار نیت کا ہوتا ہی نہیں، بڑے سے بڑا دینی کام، دعوتی کام اور تدریسی کام کریں گے لیکن نیت ندارد۔

دوسری بات یہ ہے کے جو جی میں آتا ہے کرتے ہیں، کسی نے کچھ بتادیا، کسی نے کچھ پڑھادیا کرنے لگے کہیں کچھ نظر آگیا اور بھا گیا اسکے پیچھے دوڑ پڑے نہ اللہ کی مرضی معلوم کرنا نہ اللہ کے رسول کی تعلیمات سے روشنی حاصل کرنا، صحابہ کرام کے دور میں اس طرح کی غلط چیزیں نہ ہونے کے برابر تھیں، یمن گئے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تو بھی ان کی احتیاط کا عالم یہ تھا کہ اسکو بھی پوچھ لیا، ہمارے زمانے کا حال یہ ہے کہ ہر طرف غلط چیزوں کا طوفان برپا ہے پھر بھی ہم کو پوچھنے کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی حالانکہ اس وقت زیادہ قرآن وسنت کی طرف رجوع کی ضرورت ہے، اسکا نتیجہ

یہ ہے کہ اولیاء اللہ کی قبروں پر عرس اور میلے ٹھیلے کا بازار گرم ہے اور قبروں کے ساتھ وہ کیا جارہا ہے جو کسی صحابی کے خواب وخیال میں بھی نہیں آسکتا تھا؛ بلکہ گھوڑے اور گدھے کی قبروں پر بھی اچھے خاصے میلے اور عرس ہونے لگے ہیں، غرض یہ کہ ملت اسلامیہ کے فرزندوں میں ایسے مشرکانہ اور کافرانہ اعمال گھر کر گئے ہیں کہ ان میں سے ایک بھی ملت سے خارج کرنے کے لئے کافی ہے۔

دوسری طرف ہماری مغربی تہذیب میں ڈوبا ہوا طبقہ ہے، اس نے مغرب کی ہر ہر ادا کو سند کا درجہ دے رکھا ہے، اسکے سامنے نہ قرآن وحدیث کی کوئی قیمت ہے اور نہ صحابہ کرام اور سلف صالحین کی کوئی حیثیت، حالانکہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ دونوں طبقے ہر ہر بات جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے، قرآن وحدیث سے پرکھتے اور علماء حق سے معلوم کرتے اور پھر عمل کرتے، اللہ تعالیٰ سب کو اسکی توفیق عطا فرمائے۔

۶-توبہ وانابت

صحابہ کرام کی چھٹی صفت توبہ اور انابت الی اللہ ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صحابہ کرام بھی انسان تھے اور گناہوں کا صدور ان سے بھی ممکن تھا؛ بلکہ اسوہ کی تکمیل کے لئے ضروری اور معیاری توبہ رجوع وانابت الی اللہ کے لئے لازمی تھا۔

جن صحابہ سے گناہوں کا صدور ہوا پھر اس پر جو ان کو خلش اور اپنے کئے ہوئے پر جو ندامت ہوئی، وہ صرف انہی کا حصہ ہے۔ ماعز اور غامدیہ کے واقعات شاہد عدل ہیں کہ ان کو اپنے گناہ پر ایسی ندامت ہوئی اور اسکے لئے انھوں نے ایسی قربانی دی کہ رحمت الٰہی کو جوش آیا اور ان پر ایسی رحمت کی بارش ہوئی کہ اگر پورا شہر مدینہ اسکے ذریعہ اپنی بخشش کروانا چاہتا تو ہو جاتی۔ ع

یہ وہ بندہ ہے جس پر ناز کرتا ہے کرم میرا

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حد جاری کرتے وقت ایک صاحب کے نازیبا کلمات سن کر منع فرمایا اور ان کی توبہ کی قبولیت اور اس پر اللہ تعالیٰ کی مغفرت ورحمت کو

اسطرح بیان فرمایا کہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی توبہ کو معیار قرار دیا کہ انھوں نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اہل مدینہ پر تقسیم کردی جائے تو ان سب کو اپنے سایہ میں لے لے۔ حضرت ابولبابہ سے لغزش ہوئی، مسجد کے کھمبے سے اپنے کو باندھ دیا اور ایک ہفتہ اسی طرح رہے یہاں تک کہ قبول توبہ کا مژدہ سنا اور پروانہ رحمت پالیا، ایسا گنہگار بندہ جو اس انداز کی توبہ کرنے والا ہو وہ تو محبوب خدا بن جاتا ہے۔

وحشی جن کے سر پر حضرت حمزہؓ کے قتل کا بوجھ تھا، اگرچہ انہوں نے کفر کی حالت میں ایسا کیا تھا پھر بھی مارے شرمندگی وندامت کے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہ آتے تھے، وہ بوجھ اس وقت اترا جب انھوں نے مسیلمہ کذاب کو جو دشمن خدا و رسول تھا، قتل کیا اور مسلمانوں کو بڑے امتحان سے بچالیا رضی اللہ عنہ وأرضاہ، نہ جانے کتنے واقعات ہیں؛ ہمارے صحابہ کرام سے لغزشیں ہوئیں؛ لیکن ان پر ندامت کے ایسے آنسو بہائے اور اس کے کفارے کے لیے ایسے مجاہدات کیے کہ امت کے لئے قیامت تک کے لیے نمونہ چھوڑ گئے۔

ہمارا حال یہ ہے کہ گناہوں سے آلودہ ہیں، دن رات گناہوں میں پڑے رہتے ہیں توبہ کی توفیق بھی نہیں ہوتی اگر ہوئی بھی تو صرف زبانی۔ ع

توبہ برلب سبحہ درکف دل پراز ذوق گناہ

زبان پر توبہ، ہاتھ میں سبحہ اور دل میں گناہوں کی خواہش اور شوق ۔ یہ ہے ہماری کیفیت، اس پر طرہ یہ کہ اپنے گناہوں کا جواز پیدا کرنے کی تلاش میں رہتے ہیں بعض تو یہ کہنے لگتے ہیں کہ صحابہ بھی تو گناہ کرتے تھے ہم کرتے ہیں تو کیا؟ وہ تو خیر کا زمانہ تھا جب بھی گناہ ہوتے تھے یہ تو شر کا، فتنہ کا زمانہ ہے۔ گویا صحابہ کو اپنے گناہ کے لئے سند اور معیار قرار دیا ہے حالانکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے گناہ پر ندامت وشرمساری اور اسکے کفارہ کے لیے جو مجاہدات اور مشقتیں اٹھائی ہیں، وہ اس میں نمونہ اور معیار ہیں نہ کہ گناہ میں ۔ وہ انابت الی اللہ اور رجوع الی الحق میں اسوہ ہیں نہ کہ اپنے گناہوں پر

اصرار کرنے اور اسکا جواز ڈھونڈنے میں، اس تبدیلی کو صحابہ کرام نے محسوس کرتے ہوئے اپنے شاگردوں کے سامنے یہ بات کہی کہ تمہارا حال یہ ہے کہ بڑے بڑے گناہوں کو بس اتنا سمجھتے ہو کہ ناک پر مکھی بیٹھی اور اُڑ گئی، ہم معمولی گناہوں کو بھی ہلاک اور برباد کردینے والا سمجھتے تھے جب تک توبہ نہ کرلیتے چین نہ آتا تھا اور اس طرح گھبرائے رہتے تھے کہ پہاڑ ہمارے سروں پر ٹنگا ہے جو گرا ہی چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس اللہ والی، نبی کی چاہنے والی، پیغام خدا اور رسول کو بے کم وکاست پہونچانے والی جماعت پر اپنی بے حساب رحمتیں نازل فرمائے اور پوری امت کی طرف سے ان کو بہتر سے بہتر جزا عطا فرمائے، آمین۔

یہ ان کی چند خصوصیات کی طرف اشارے ہیں جو ایک خاکپائے صحابہ رسول رضی اللہ عنہم اجمعین بطور نذرانہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہے۔ ان کی تمام خوبیوں، خصوصیات اور امتیازات کو پیش کرنا ناممکن ہے، یہ چند امتیازی اوصاف اس لئے بیان کیے گئے ہیں کہ فی زمانہ ان اوصاف میں کھلی ہوئی کوتاہی محسوس کی جارہی ہے اور ان پر ایسے دبیز پردے پڑتے جارہے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ یہ اوصاف ڈھونڈنے سے نہ ملیں گے۔ دوسرے یہ بھی کہ ان چیزوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے ذہن بھی صاف نہیں ہیں اگر کسی اللہ کے بندے کا اس مبارک ومقدس جماعت کی طرف سے ذہن صاف ہوجائے اور ان کی محبت پیدا ہوجائے تو میں اپنے آپ کو بڑا خوش نصیب اور کامیاب سمجھوں گا۔ صحابہ کرام کی امتیازی خصوصیات کی فہرست بہت طویل ہے، ان کی جانثاری وفداکاری، محبت وشوق، علم وآگہی، اخلاق کریمانہ، تعلیم وتربیت، دعوت وارشاد، انسانی ہمدردی اور شفقت ومحبت غرضیکہ ان کے کمالات اور ممتاز اوصاف کی فہرست بہت طویل ہے، اگر توفیق ملی تو ان پر بھی آئندہ کچھ رقم کرکے سعادت میں اضافہ کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ توفیق عطا کرے اور آسان بنا کر قبول فرمائے، آمین۔

صالح معاشرہ کی بنیاد خواتین ہیں

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام علىٰ سيد الأولين والآخرين امام الأنبياء والمرسلين رحمة للعالمين محمد بن عبد الله الأمين وعلىٰ آله الطاهرين وصحبه الغر الميامين وعلىٰ من تبعهم ودعا بدعوتهم وانتهج بمنهجم واهتدىٰ بهداهم الىٰ يوم الدين، أمابعد!

میرے دوستو اور ہماری بہنیں اور عزیز بچیوں!

اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں کے ساتھ عورتوں کو مردوں کے ساتھ وابستہ کیا ہے، اور اس سلسلہ میں جو روابط ہونے چاہئیں، ان کو نہایت تفصیل کے ساتھ قرآن میں بیان کیا گیا ہے، کہ مردوں کو عورتوں کے ساتھ عورتوں کو مردوں کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیے؟ کیا سلوک کرنا چاہیے؟ اور اللہ تعالیٰ نے بہت ہی اعتبار سے عورتوں اور مردوں کو دنیا میں ساتھ بھیجا ہے، اور ان کا یہ بھیجنا ﴿ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ﴾ (الأنعام: ٩٦) کے تحت ہے، یعنی چونکہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ مردوں کو عورتوں کے ساتھ وابستہ رکھا ہے، تو اسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ عورتوں اور مردوں کو دنیا میں بھیج رہا ہے، قرآن مجید میں اس سلسلہ میں خود فرمایا گیا ہے، ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيراً وَنِسَاءً﴾ (النساء: ١) کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور

حضرت حوا کو بنایا، اور پھر ان کے ذریعہ سے مردوں اور عورتوں کے ساتھ کن چیزوں کا خیال رکھ کے تعلقات نبھانے ہیں۔

فطرت کے خلاف نہ کریں

اللہ تعالیٰ کا یہ انداز ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہم چلیں گے، تو ہم فطرت کے مطابق زندگی گذرانے والے ہوں گے، اور جب فطرت کے ساتھ زندگی گذاریں گے، تو اس کی غیر معمولی برکتیں ہم کو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا، کیونکہ فطری چیز فطری ہوتی ہے، اور جب اس فطری چیز کے خلاف کچھ کیا جائے گا، کوئی بھی کرے، تو اس کا معاملہ خراب ہوگا، یہاں تک کہ یہ معمولی گاڑیاں جو چلتی ہیں، سڑکوں پر دوڑتی ہیں، جب یہ بنائی جاتی ہیں، اور ان میں جو پرزے لگائے جاتے ہیں، یہ بننے کے بعد فطری ہو جاتی ہیں، اب اگر اس میں کوئی ادھر ادھر چیزیں جوڑنے لگے، اور بے جا ان کا استعمال کرنے لگے، تو وہ ٹوٹ جاتی ہیں، un natural ہو جاتی ہیں، تو پھر ان کا چلنا بھی مشکل ہو جاتا ہے، آواز بھی نکلنے لگتی ہے، یہ ہماری بنائی ہوئی چیزیں ہیں، ان میں جب تھوڑی سی خرابی ہو جائے، تو آواز نکلتی ہے، اللہ نے جو بنایا ہے، جب اس کے خلاف ہم کریں گے تو ظاہر ہے کہ ہماری پوری زندگی کی گاڑی ڈس بیلنس ہو جائے گی، اب جیسے اس وقت ساری دنیا میں عورتوں کے ساتھ جو سلوک کیا جا رہا ہے، وہ Unnatural ہے، کیونکہ عورتوں کو پردہ کے پیچھے رکھنے کا حکم ہے، اور اس کو پردہ کے باہر لایا جا رہا ہے، تو یہ un natural کام ہو رہا ہے، اور اس کے نقصانات پورا یورپ بھگت رہا ہے، اور یورپ کے توسط سے پورا عالم بھگت رہا ہے۔

ہر عمارت کو بنیاد کی ضرورت ہے

اور اس کے بعد مسئلہ یہ ہے کہ عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے بنیادی حیثیت دی ہے، اگر عورت اپنی اس بنیادی حیثیت کو سمجھ لے تو پورا نظام زندگی درست ہو جائے ، اور وہ بنیادی حیثیت بالکل ویسے ہی ہے، جیسے بڑی بڑی عمارتوں میں بنیاد کی ہوتی

ہے، بنیاد اگر باہر ہو تو وہ بنیاد نہیں ہے، دیوار ہے، تو ہم عورت کو اگر باہر لے آئیں گے، تو پھر وہ بنیاد نہیں رہے گی، بے بنیاد ہو جائے گی، اور دیوار گر جائے گی، دیوار پر تنہا عمارت قائم نہیں کی جاتی، اور جن قوموں کے اندر بنیاد نہیں رکھی جاتی، ان قوموں کی کوئی حیثیت نہیں رہ گئی، ان کا پورا نظام درہم برہم ہو گیا، اسی لیے آپ دیکھیں گے کہ یورپ جو بے بنیاد ہے، اس کا پورا نظام معاشرت درہم برہم ہو گیا، اور وہ خود اپنے نظام معاشرت سے تنگ آچکے ہیں، پریشان ہیں، اور اسی وجہ سے ان کے یہاں خود کشی کرنے والوں کی تعداد بہت ہے، اور بڑھاپے میں موت کو گلے لگانے کی خواہش رکھنے والے اس وقت بڑی تعداد میں ہیں، اور یہ بات آج ساری دنیا میں پھیلائی جارہی ہے، کہ اگر کوئی گھر میں بوڑھا ہے، تو اس کو اجازت ملنی چاہیے، کہ انجکشن لے لے اور دنیا سے رخصت ہو جائے، یہ سب بے بنیاد ہونے کی علامتیں ہیں، جب آدمی بے بنیاد ہوتا ہے، تو وہ اپنی عمارت کو بلند نہیں کرسکتا، اور جب عمارت بلند نہیں کرسکتا، تو کمرے نہیں بنا سکتا، اور جب کمرے نہیں ہوں گے تب رہے گا آدمی کیسے؟ یہ بات ہے کہ یہ بے بنیاد ہیں عمارت رکھتے ہی نہیں ہیں، جب اپنی ان کی عمارت نہیں ہے، تو وہ کرائے کے مکان میں رہتے ہیں، یا ہوٹلوں میں رہتے ہیں، اور وہاں ظاہر ہے کہ پوری زندگی نہیں گذاری جاسکتی، اس کے لیے بھی اپنا ہی مکان ہونا چاہیے، تو ایسے میں جب کوئی بوڑھا ہو جاتا ہے، تو پھر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہماری راہ پر روڑا ہے، وہ چلا جائے، رخصت ہو جائے، لیکن یہ بھی Unnatural ہے، کیونکہ اللہ نے جو نظام دیا ہے، وہ یہ ہے کہ مکان بنتا جائے اور آبادی بڑھتی جائے۔

والدین کے ساتھ صحیح حسن سلوک ہو

ان میں آبادی ہی میں ایک ہمارے والدین بھی ہیں، جن کو رہنا ہے تو ان کے رہنے کے لیے اچھا کمرہ ہونا چاہیے، جس کو قرآن مجید میں یوں کہا گیا ﴿فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا﴾ (بنی اسرائیل: ۲۳) کہ ان کو اف بھی نہ کہو، کہ جب وہ تم

کو کچھ کہیں یا ڈانتیں، یا ایسی بات کریں جو تمہارے مزاج کے خلاف ہو، تو اس کو اف نہ کہو، جھڑکو نہیں، جو بڑھاپے کو پہنچ جائیں، لیکن اس کے اندر یہ پیغام بھی ہے، کہ ان کو اس طرح رکھے کہ ایسا کام وہ نہ کریں، کہ اف کہنا پڑے، یعنی ان کا رہن سہن اچھا ہونا چاہیے، اور جو چیزیں ان کی راحت کی ہیں، وہ سب یہاں مہیا کی جائیں۔

اس میں ظاہر ہے کہ یہ چیز بھی بہت راحت کی ہے، کہ آپ خود ان کی خدمت میں آئیں جائیں، اور ان کی خدمت کریں، ایسا نہیں کہ ماں باپ بوڑھے یہاں پڑھے ہوئے ہیں، اور آپ اندر عیش کر رہے ہیں، یا آپ چھوڑ دیجئے جانے دیجئے، سعودیہ عرب میں بڑی بڑی تنخواہوں پر مزے کر رہے ہیں، اور آپ کے والدین یہاں بوڑھے ترس رہے ہیں، آپ کے دیدار کو، یہ بھی اس آیت کے خلاف ہے، بہت سے ہمارے دیندار حضرات بھی آج کل جن کا مزاج صحیح نہیں ہے، وہ بھی اس طرح کی حرکتوں میں مبتلا ہیں، دیکھنے میں بڑے دیندار ہیں، لیکن پیسے کی خاطر باہر پڑے ہوئے ہیں، اور ہمارے برادران وطن کے اثرات ان پڑ رہے ہیں، کہ یہاں کے والدین یہ سمجھتے ہیں، یا یہ کہہ لیجئے، کہ یورپ کے اثرات پڑ رہے ہیں، ہمارے بوڑھے ماں باپ یہ سمجھتے ہیں، کہ بیٹے کو وہاں رہ کر کمانا ہی چاہیے، ہم کسی طرح وقت کاٹ لیں گے، لیکن دن و رات میں ان کو نہ جانے کتنی مرتبہ یاد آتی ہے، اور پھر ایک دو دفعہ تو منھ سے ان کے نکل ہی جاتا ہے، کاش میرے بیٹے ہوتے میرے پاس، اور میرا سہارا بننے والا کوئی نہ کوئی ہوتا، یہ ان کے منھ سے نکلتا ہے، لیکن چونکہ سماج نے ایسا دبا دیا ہے، کہ وہ مجبوراً اس حالت میں رہتے ہیں۔

تو ہمارے دیندار حلقے کو یہ بات کہنا چاہیے، کہ یہ کوئی دینداری کی بات نہیں ہے، کہ آپ پیسے کی خاطر باہر کھڑے ہیں، اور آپ کے والدین یہاں پریشان حالی میں زندگی گذاریں، تو اس لیے ولا تقل لهما اف کا مطلب یہ بھی کہ آپ ان سے اف نہ کہیں، آپ نے ان کو سڑک پر ڈال دیا ہے، اور آپ نے ان کو پرشان کر رکھا

ہے، اور پھر اس پر آپ اف اف بھی کرتے ہیں، ان کی خلاف ورزی بھی کرتے ہیں، اوران کو پریشان بھی کرتے ہیں، یہ کون سی بات ہوئی۔

بنیادی حیثیت قائم رکھیں

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو بنیاد بنایا ہے، تو عورتوں کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے اس بنیاد پنے کو باقی رکھیں، اور جتنا اس کو باقی رکھیں گی اتنا ہی زیادہ ان صلاحیتوں سے پوری انسانیت فائدہ اٹھائے گی، جو اللہ نے اندر رکھی ہیں، یہ اللہ کا عجیب نظام ہے، کہ اس نے صلاحیتوں کو اندر رکھا ہے، ایک مرد بھی ہے، صلاحیتیں اس کے اندر چھپی ہوئی ہیں، جب ان صلاحیتوں کو جانتا اور پہچانتا ہے، تو اس کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں، ایسے ہی عورتیں جن کو اللہ تعالیٰ نے سراپا...... بنایا ہے، وہ بھی غیر معمولی صلاحیتیں رکھتی ہیں، اگر وہ اپنی صلاحیتوں کو پہچانیں اوراس کو بروئے کار لائیں، تو پھر غیر معمولی اس کے اثرات باہر مرتب ہوں گے۔

ہر شخصیت کے پیچھے کوئی خاتون ضرور ہے

میں تو یہ کہا کرتا ہوں، کہ حضرت آدم سے لے کر اس وقت تک جتنی شخصیات ہوئیں، ان کے پیچھے آپ کو کوئی نہ کوئی پردہ نشیں خاتون کھڑی ہوئی نظر آئے گی، کیونکہ اس کے کارنامے بہت ہیں، لیکن وہ سامنے نہیں ہیں، بنیاد کو کوئی دیکھتا نہیں، عمارت دیکھتا ہے، کہ کتنی اونچی کھڑی ہے، اور گرتی بھی نہیں، دارالعلوم عربیہ کی عمارت تین منزلہ کھڑی ہے، یہ سب نے دیکھ لیا، لیکن اس کی بنیاد کتنی گہری ہے اسے بالکل نہیں دیکھا، اور اگر اس کی بنیاد نہ ہوتی تو آج ۶۰/۷۰ سال تک کھڑی نہ ہوتی، اب تک یہ زمیں بوس ہو جاتی، یہ اس بنیاد ہی کے نتیجہ میں اتنی بڑی کھڑی نظر آرہی ہے، بنیاد جتنی مضبوط ہوگی، اتنا ہی زیادہ عمارت اوپر جائے گی، بلکہ کارنامے سامنے آئیں گے، آپ دیکھئے حضرت رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام سے بڑھ کر کوئی ہوسکتا

ہے؟ نہ ہوا ہے نہ ہوگا، لیکن آپ کے ساتھ بھی ایک پردہ نشیں خاتون ہیں، حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ وہ آپ کے پیچھے کھڑی نظر آئیں گی، تجارت میں آپ کی پشت پناہ ہیں، نبوت کا جب اعلان کیا تو آپ کی پشت پناہ ہیں، اور جب ساری دنیا آپ کے خلاف اٹھی ہوئی تھی، اس وقت وہ آپ کے ساتھ ہیں، ہر کام میں پوری طرح آمادہ تھیں، کہ آپ ﷺ کو اوپر سے حکم آیا، کہ خدیجہ کو جنت میں موتیوں کے گھر کی خوشخبری سنا دو، تو ظاہر ہے کہ ان کا اتنا اونچا مقام ہے، پھر اس طرح کی بنیادیں آپ کو ایک نہیں کئی کئی ملیں، حضرت عائشہ ملیں، اور اس کے بعد حضرت ام سلمہ ملیں، کتنی خواتین ہیں جو ساری امت کی مائیں ہیں، اور پھر اس کے بعد اللہ کے رسول ﷺ کی صاحبزادیاں بھی غیر معمولی ملیں، حضرت فاطمہ جیسی خاتون ملیں، جن کو جنت کی عورتوں کے سردار ہونے کا شرف ملنے والا ہے، آپ نے اس کا اعلان فرمادیا، کہ سیدۃ النساء اھل الجنۃ، اہل جنت کی عورتوں کی سرادر ہیں، اور اگر آپ پچھلی تاریخ میں جائیں گے، تو بھی آپ کو ایسا ہی ملے گا، فرعون جیسا متکبر اور فرعون جیسا دشمن انسانیت، اس کے گھر میں حضرت آسیہ علیہا السلام ان کے دل میں اللہ نے کیسی محبت ڈالی، حضرت موسیٰ کو پالا پوسا، انہیں کے ذریعہ سے سارے کام انجام پائے، اللہ نے ان کو ایمان کی دولت عطا فرمائی، تو اگر حضرت موسیٰ کو آپ دیکھیں گے، تو حضرت موسیٰ کے پیچھے ایک طرف اگر ان کی ماں ہیں، تو دوسری طرف فرعون کی بیوی تھیں، تو فرعون کی بیوی نے بھی ان کا تعاون کیا، اور ان کی والدہ نے جو کردار ادا کیا ہے وہ تو ظاہر ہے، کہ آج کل کی والدہ کوئی تصور بھی نہیں کرسکتی، کہ بچہ کو کہا جارہا ہے، صندوق میں ڈال کر دریائے نیل میں ڈال دو، یہ کوئی کرسکتا ہے؟ کلیجہ منھ کو آتا ہے سوچ کر، کہ اپنے بچے کو کوئی ماں اس کو اس طرح دابنے کے لیے ڈال دے گی، تو انہوں نے جو کردار ان کا تھا، وہ ادا کیا، پھر اللہ نے اس کے لیے حضرت آسیہ کو کھڑا کیا، تو حضرت آسیہ کا کیا مقام ہے، قرآن میں ان کا ذکر کیا گیا ہے، کہ تھیں تو وہ دشمن اسلام کی بیوی، لیکن وہ خود سراپا مسلم تھیں، اور

صاحب ایمان اور صاحب کردار تھیں، اللہ نے کتنا اونچا مقام ان کا کیا ہے، کہ رہتی دنیا تک ان کے سلسلہ میں جو آیتیں نازل ہوئی ہیں، وہ پڑھی جائیں گی۔

اپنی حیثیت کو پہچانیں

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو جو غیر معمولی صلاحیت عطا فرمائی ہے، اگر عورتیں ان کو سمجھ لیں، تو پھر کیا کہنے، پوری امت کہاں سے کہاں پہونچ جائے گی؟ اس لیے کہ آج امت بے بنیاد ہوتی چلی جارہی ہے، کیونکہ ہر گھر کی عورتیں جو ہیں، وہ اپنے فرض کو بھول چکی ہیں، اپنی ذمہ داریوں سے پہلوتہی کررہی ہیں، اور دوسروں کی ذمہ داریوں میں ہاتھ بٹانا چاہتی ہیں، جس میں اکثر نفس کا تقاضہ شامل ہوتا ہے، اور اندر کی چھپی ہوئی برائیاں ہیں، اور برے گندے جذبات ہیں، ان کو ابھارنے کا یہ موقع دیتی ہیں، اور پھر حالات خراب ہوجاتے ہیں، اس لیے یورپ والوں نے عورت کی آزادی کے نام پر اس کی بربادی کا سامان کیا ہے، اور عورتیں اس میں بے چاری ایسی کسمپرسی کی حالت میں پھنسی ہوئی ہیں، کہ اس سے نکلنا بھی مشکل ہوجاتا ہے، اس لیے کہ جب آدمی کو غلط راستہ پر ڈال دیا جاتا ہے، تو اس کو وہاں سے واپس بلانا مشکل ہوجاتا ہے، سوائے یہ کہ کوئی غیر معمولی چیز جو ٹرننگ پوائنٹ ہوتا ہے، کسی کی زندگی میں وہ اس کی زندگی میں آجائے، تو پھر حالات بدل جاتے ہیں، ایسا بھی اب ہورہا ہے، یورپ کی کچھ خواتین ہیں جو اسلام کے در پر آگئی ہیں، اور اسلام کی دولت سے مالا مال ہوگئی ہیں، اس لیے کہ جب انہوں نے اسلام کا مطالعہ کیا تب ان کو معلوم ہوا کہ اللہ نے ان کو کیا قیمت دی ہے؟ کیا درجہ رکھا ہے؟ کیا ذمہ داریاں سونپی ہیں؟ اور کیسے کیسے کارہائے نمایاں وہ انجام دے سکتی ہیں؟ مگر بس معلوم یہ کرنا چاہیے، کہ ان تمام چیزوں کو اور حقوق کو سمجھنے کے لیے اور ان کو تمام لوگوں کو دینے کے لیے جو اہل حقوق ہیں، قرآن وحدیث نے کیا کہا ہے؟ اور صحابیات نے اس سلسلہ میں کیا کردار ادا کیا ہے؟ اور اولیائے امت نے امت کی ماؤں نے اس سلسلہ میں کیا غیر معمولی کارنامہ انجام دیا ہے؟ پوری تاریخ اس سے بھری ہوئی ہے۔

خواتین اسلام

ہمارے مولوی اکرم صاحب نے ابھی ایک کتاب تیار کی ہے، جس میں صرف حدیث پڑھانے والی حدیث سے اشتغال رکھنے والی خواتین کا تذکرہ اس میں جمع کیا ہے، تو ۲۲؍جلدوں میں کتاب تیار ہوئی ہے، تو اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے، کہ خواتین کی کتنی بڑی تعداد ہے؟ لیکن وہی جو میں نے عرض کیا پردہ میں ہے، اور ان کو پردہ ہی میں رہنا چاہیے، جب ہی وہ کردار ادا کرسکتی ہیں، لیکن جب باہر آجائیں گی تو ان کا کردار خود بخود ختم ہو جائے گا، جیسا کہ میں نے شروع میں عرض کیا کہ اگر بنیاد اوپر آجائے تو وہ دیوار ہوجاتی ہے، بنیاد نہیں رہتی، تو ظاہر ہے کہ وہ بے بنیاد ہوجاتی ہے، بنیاد نہیں رہتی، جب بے بنیاد ہو جائیں گی تو پھر کس طرح کردار ادا کریں گی؟

دنیا تعاون سے چلتی ہے

میری ماؤں اور بہنوں! اس بات کا خیال رکھنا چاہیے اللہ نے جو کام ہمارے سپرد کیا ہے، وہ آپ کو کرنا ہے، سب کے کام بٹے ہوئے ہیں، اور اسی تعاون سے یہ کارخانہ چل رہا ہے، اور سماج باقی ہے، مدرسہ کو آپ دیکھ لیجیے، اس میں بھی کچھ پڑھانے والیاں ہیں، کچھ پڑھنے والیاں ہیں، اور پڑھانے والیوں میں بھی بعض اونچے درجہ کی ہیں، بعض نیچے درجہ کی ہیں، اور پڑھنے والیوں میں بھی بعض بہت اعلیٰ ہیں، بعض کم درجہ کی ہیں، بعض کا ذہن کسی اور چیز کی طرف چلتا ہے، بعض کا ذہن کسی اور چیز کی طرف چلتا ہے، تو اگر ان سب کو فرق مذہب کے ساتھ اگر ہم چلائیں گے، تو معاملہ خراب ہوجائے گا، سب کو دیکھنا پڑے گا، کس کا ذہن کدھر چل رہا ہے؟ کس لائن پر صحیح کام کس طرح ہوسکتا ہے؟ اس کو اسی پر لگانا ہوگا، پھر دیکھئے کیسے عمدہ پھل کیسے عمدہ نتائج سامنے آتے ہیں، کہ ہمارا گھر جنت کا نمونہ بن جائے گا، اور پوری دنیا جو ہے گلزار اور گلشن ہوجائے گی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

خواتین اسلام کی ذمہ داریاں

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام علىٰ سيد الأولين والآخرين محمد بن عبد الله الأمين وعلىٰ آله وصحبه الغر الميامين وعلىٰ من تبعهم ودعا بدعوتهم الىٰ يوم الدين ، أما بعد!

میری ماؤں اور بہنوں!

ابھی آپ کے سامنے جو باتیں کہی جارہی تھیں، وہ آپ نے بغور سنی ہوں گی، اور غور سے سننا ہی چاہیے، اور وہ باتیں ایسی تھیں، کہ ان باتوں کے بعد کچھ ضروت نہیں ہے کہ کچھ کہا جائے، اور کہا اسی لیے جاتا ہے کہ کیا جائے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اہل ایمان کے سلسلہ میں یہ بات فرمائی ہے، کہ ان کو یاد دلاتے رہو کیونکہ یاد دلانے سے اہل ایمان کا فائدہ ہوتا ہے، ﴿وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (الذاريات: ۵۵) یاد دہانی کرانے سے اہل ایمان کو نفع ہوتا ہے، یاد دہانی کرانا ان کو نفع پہنچاتا ہے، تو اس لیے یہ جلسے کیے جانے میں یاد دلایا جاتا ہے، نئی بات کوئی نہیں کہتا، بہت سے لوگ سمجھتے ہیں نئے مولوی صاحب آرہے ہیں نئی بات کہیں گے نئی بات کہاں سے کہیں گے جو قرآن میں ہے جو حدیث میں ہے جو باتیں ہمارے بزرگوں نے کہی ہیں، وہی بات کہی جائے گی، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا، ﴿مَا كُنتُ بِدْعاً مِّنَ الرُّسُلِ﴾ (الأحقاف: ۹) کوئی میں نیا انوکھا رسول تھوڑی ہوں، کہ

حضرت نوح نے کسی اور کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلایا، حضرت موسیٰ نے کسی اور کی طرف، عیسیٰ نے یہی کہا کہ ایک اللہ کی عبادت کرو، عقیدہ درست کرو، سب کے اچھے کام کی دعوت دی، یہی کام ہمیشہ سے ہوتا رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن نعمتوں سے مالا مال کیا ہے، اور جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے اندر رکھی ہیں، بہت سے لوگ ایسے ہیں، نہ وہ سمجھتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کتنا نوازا ہے، اور کم کرنے پر زیادہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔

اسلام میں مساوات ہے

عورتیں جو ہیں، وہ بڑے مزے میں ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کمزور بنایا ہے، تو ان کی ذمہ داریاں کم رکھی ہیں، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا کرم دیکھئے قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ دینی معاملات میں عورت مرد یکساں ہیں، کہ اگر مرد عورت اچھے کام کریں، تو دونوں کو بدلہ ملے گا، اچھے سے اچھا ایسا نہیں ہے کہ مردوں کی ذمہ داریاں زیادہ ہیں، اگر وہ ذمہ داریاں نہیں نہیں نبھائیں گے تو کم ملے گا، اور عورتوں پر ذمہ داریاں کم ہیں، اور وہ اگر کم کریں گی تو زیادہ ملے گا، اس لیے کہ آپ یہی دیکھ لیجئے کہ اگر مسجد میں نماز نہ پڑھیں، تو ان کو ثواب نہیں ملے گا، کم ملے گا، اور عورتیں گھر میں بیٹھ کر نماز پڑھ لیں تو ثواب مل جائے گا، اسی طرح عورتیں جو گھر میں کام کرتی رہیں، اور اچھی نیت سے کریں، تو اللہ تعالیٰ ان کو گھر میں بیٹھ کر وہ ثواب دے گا جو بڑی محنتوں سے مردوں کو باہر نہیں ملتا، اس لیے عورتوں کو اگر دیکھا جائے تو بڑا مزا ہے، اسی لیے جہاد بھی عورتوں کے لیے نہیں ہے، کہ وہ جہاد کا مسئلہ ہو، تو دوسرے جو دینی کام ہیں شعائر ہیں، ان کو بجالائیں، یہی ان کا جہاد ہے، اسی سے ان کو سب کچھ مل جائے گا، اور جو کام مرد بڑے مجاہدے اور مشقت سے کر رہے ہیں، وہ عورتوں کو گھر بیٹھے مل رہا ہے تھوڑی سی محنت سے۔

نیت درست کریں

مگر بات یہ ہے کہ نیت درست رکھیں، نیت اللہ نے ایسی رکھی ہے، جس کو اندر چھپا دیا ہے، اور خاص طور سے عورتوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے چھپا کر رکھا ہے، نیتوں کو بھی چھپا کر رکھا ہے، تو عورتوں کو چاہیے کہ اس سلسلہ میں سب سے آگے بڑھ جائیں، اپنی نیتوں کو درست رکھیں، تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ بہت کچھ عطا فرمائے گا، ہوتا یہ ہے کہ شروع میں تو بعض دفعہ نیت اچھی ہوتی ہے بعد میں نیت پھسل جاتی ہے، تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کام ویسا نہیں ہوتا جیسا کہ ہونا چاہیے تو جو بڑے بڑے لوگ پیدا ہوئے ہیں، اگر آپ دیکھیں گے تو ان کے پیچھے ان کی والدہ کی نیت ہے، ان کی والدہ کی نیت اچھی تھی والد کی نیت اچھی تھی، تو اللہ تعالیٰ نے نہایت اچھا لڑکا عطا فرمایا غیر معمولی اس کو نوازا اور غیر معمولی ترقی عطا فرمائی، بہت واقعات ہیں، اس سلسلہ کے، اگر آپ تاریخ اٹھا کر دیکھیں گے اتنے بڑے لوگ پیدا ہوئے ہیں، سب کے پیچھے ان کی ماں کھڑی نظر آئے گی، تربیت کے اعتبار سے اور سب سے پہلے نیت کے اعتبار سے کہ ان کی نیت ایسی ہوتی تھی کہ پھسلتی نہیں تھی، مضبوط نیتوں والی ہوتی تھیں، ہمارے حضرت مولاناؒ کی والدہ تھیں، ان کو اللہ تعالیٰ نے بہت نوازا تھا وہ شاعرہ بھی تھیں، اور اس کے ساتھ ساتھ دینی کتابیں بھی لکھی ہیں، اور حافظ قرآن بھی تھیں، انہوں نے خواب میں اللہ کے رسول ﷺ سے بیعت بھی کی تھی، ان کی نیت کا عالم سمجھنے کے لیے میں ایک واقعہ بتاتا ہوں، ایک زمانہ میں حضرت مولانا جب عربی تعلیم حاصل کر رہے تھے ندوہ میں پڑھتے تھے اور اس کے بعد ان کو کچھ شوق ہوا انگریزی سیکھنے کا، تو والدہ کو اطلاع ہوئی کہ ہمارا لڑکا جو ہے وہ انگریزی کی طرف مائل ہو گیا ہے، مولانا نے انگریزی اس لیے سیکھی تھی کہ دین کا کام کریں، اور اللہ نے ان سے دین کا بہت بڑا کام لیا، تو ان کی والدہ نے ان کو خط لکھا کہ سنا ہے کہ تم آج کل انگریزی کی طرف متوجہ ہو، دیکھیے میں یہ چاہتی ہوں، کہ تم عربی پڑھو، اور عربی میں

محنت کرو، اور اپنے بھائی اور اپنے چچا کو دیکھو، کہ اللہ نے عربی پڑھنے کے نتیجہ میں ان کو کیسا نوازا ہے؟ اور جب کہ تم اکیلی میری اولاد ہو میری تمنا تو یہ تھی کہ اگر میری سو اولاد ہوتیں، تو سب کو عربی پڑھاتی، اور جب کہ تم اکیلی میری اولاد ہو تو ان سو کی امیدیں تم اکیلے سے ہی وابستہ ہیں، تو اندازہ لگایئے، کہ انہوں نے جو تمنا کی تھی جو نیت کی تھی، اللہ نے پورا کر دیا کہ نہیں کر دیا؟ کہ حضرت مولانا سو نہیں ہزاروں کے برابر ہوئے، اور اللہ تعالیٰ نے پوری دنیا میں دین کا کام ان سے کتنا بڑا لیا؟ تو اگر عورت مضبوط ہو نیت کے اعتبار سے ارادہ کے اعتبار سے اور صحیح شوق کے اعتبار سے صحیح لگن اور تربیت کے اعتبار سے تو پھر اولاد بہت نیک ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کو بڑی ترقی عطا فرماتا ہے۔

حرام مال سے دور رہیں

ہاں بس یہ ضرور ہے جیسے بیج ڈالا جاتا ہے، کھیت میں تو سنچائی بھی صحیح ہونی چاہیے، یہ نہ ہو کہ پانی غلط ڈال دیا جائے، جو بچوں کو کھلایا جائے وہ مال حلال ہو، پاکیزہ ہو، تو وہ بیج پروان چڑھتا ہے، ترقی کرتا ہے، لیکن اگر خدانخواستہ آپ نے بیج تو اچھا ڈالا، لیکن سنچائی اچھی نہیں کی، ناپاک مال کھلا دیا، حرام مال کھلا دیا، تو ظاہر ہے کہ پھر ترقی نہیں ہوگی، اور اس کے بڑے اثرات پڑیں گے، تو اگر عورتیں اس پر بھی ذرا جم جائیں، اور ذرا ہمت سے کام لیں، تو اس کے فوائد بہت محسوس کیے جا سکتے ہیں، حضرت مولانا قاری صدیق صاحبؒ نے اپنے گھر کا ایک واقعہ سنایا ان کے گھر والے بعض بڑے عہدوں پر تھے، تو ایک مرتبہ مولانا نے فرمایا- میں نے یہ مولانا سے خود سنا- کہ ایک ہماری عزیزہ کی شادی ہوئی، وہ بڑی دیندار خاتون تھیں، تو ظاہر ہے کہ برادری میں ہوئی تھی، اور مولانا کے وہ بھی دوسرے بڑے رشتہ دار تھے، بڑے افسر تھے، اور جیسے کہ آج کل کے افسر ہوتے ہیں، ویسے ہی افسر تھے، کہ گھر میں مال بھی خراب آتا تھا، غرض کہ شادی ہوگئی، جب وہ گھر گئیں، تو انہوں نے اپنے شوہر سے کہا

دیکھئے آپ کا مال ہے حرام کا، آپ رشوت لیتے ہیں، غلط کام کرتے ہیں، پیسہ ناجائز ہے، بہت آتا ہے، اور میں الحمد للہ پیسے والی ہوں، میرے گھر میں حلال پیسہ ہے، تو آپ کی شادی ہوگئی ہے، میں آپ کی خدمت کروں گی، اور آپ کے ساتھ نباہ کروں گی، اور اچھا معاملہ کروں گی، لیکن ایک بات میری مان لیجئے، کہ میں اپنے پیسے سے کھانا پکاؤں گی اپنا، اور آپ کے پیسہ سے کھانا پکاؤں گی آپ کا، آپ کی ہانڈی الگ میری الگ، تھوڑی دیر وہ سوچتے رہے، پھر کہنے لگے اگر تم نے ایسا کیا تو میری تو پوری برادری میں ناک کٹ جائے گی، کہ عجیب عورت آئی ہے، شوہر کا پیسہ نہیں کھاتی، شوہر سے پیسے نہیں لیتی، تو کہنے لگی بڑی ٹھنڈی سانس لے کر آپ کو برادری میں تو ناک کٹ جانے کا بڑا ڈر ہے، جب محشر میں رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے سامنے ناک کٹے گی اس وقت کی فکر نہیں ہے آپ کو، بس اسی وقت وہ کہنے لگے آج سے رشوت نہیں آئے گی گھر میں، اور آج سے میں جتنا ناجائز مال لیتا تھا، وہ ناجائز مال نہیں لوں گا، تو ظاہر ہے کہ ایک عورت نے اس انداز سے بیان کیا تو کایا پلٹ گئی۔

کرنے کے کام

اگر ہماری یہ خواتین طے کرلیں، اور اچھے انداز سے کام کریں، تو گھر کا نقشہ بدل سکتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ہماری ان ہماری خواتین کو غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سی ایسی رعایات دی ہیں، کہ اگر یہ عورتیں اچھی طرح اس پر عمل کرنے لگیں، اور کچھ تھوڑا سا توجہ کرلیں، تو اللہ تعالیٰ ان کو بہت کچھ نوازے گا تھوڑے سے بہت ملے گا، اس لیے کہ جیسا میں نے عرض کیا اگر گھر میں بیٹھ کر نماز پڑھیں، تو جس طرح مرد مسجد میں جاتے ہیں، جماعت کے ساتھ شامل ہوتے ہیں، تب جا کے ان کو وہ ثواب پورا ملتا ہے، لیکن عورت اپنے گھر میں نماز کے اوقات کی پابندی کرتی ہے، کیونکہ جب گھر پر عورتیں ہوتی ہیں، تو پابندی نہیں کرتیں، اور وقت نکل جاتا ہے، بے وقت پڑھتی ہیں تو بلاوجہ اپنا ثواب مارتی ہیں، اپنے ثواب کو کھوٹا کرتی ہیں، اگر

وقت پر نماز پڑھیں، تو اللہ تعالیٰ ان کی اس نماز کا نہ جانے کتنا اجر بڑھا دے، اس لیے کہ گھر میں رہ کر نماز پڑھنا بعض دفعہ دشوار ہو جاتا ہے، کہ ابھی اٹھ کے پڑھ لیں گے، شیطان ٹالتا ہے، اور اس کو سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے، کہ اب کر لیں گے، اب کر لیں گے، ایسے ہی دیر ہوتی چلی جاتی ہے، تو اگر ہماری یہ مائیں بہنیں یہ طے کر لیں، کہ ہم کو کرنا ہے، تو پھر ان کو غیر معمولی ثواب ملے گا، اور اس کے علاوہ گھر میں پکاتے وقت کھانے میں کھلاتے وقت اور جو کام گھر کے ہوتے ہیں، اس میں کام بھی کرتی رہیں، کچھ زبان سے ذکر خیر بھی کرتی رہیں، اللہ کے جو کلمات ہیں، سبحان اللہ والحمد للہ لا الہ الا اللہ اللہ اکبر استغفر اللہ، یہ درود شریف ہے، اگر اس کو پڑھتی رہیں، تو ظاہر ہے کہ ثواب بڑھتا جائے اور نہ جانے معاملہ کہاں سے کہاں پہونچ جائے۔

ایک عورت کے اچھا ہونے سے......

ایسی عورت جہاں جاتی ہے، وہ پورے گھر کا نقشہ بدل دیتی ہے، کیونکہ عورت کو زمین سے تعبیر کیا گیا ہے، آپ اگر دیکھیں قرآن مجید میں تو عورتوں کو حرث کہا گیا ہے، اور جب زمین اچھی ہوگی تو بیج اس میں ڈالا جائے گا، تو ظاہر ہے کہ اس میں کھیتی بھی اچھی ہوگی، جب عورت اچھی ہوگی، تو گھر کا ماحول بھی اچھا ہوگا گھر کے بچے بھی اچھے ہوں گے، گھر میں آنے جانے والے بھی اچھے ہوں گے، ایک عورت کے اچھے ہونے سے یہ سب اچھے ہوتے ہیں، سب سے پہلے بچہ اچھا ہوتا ہے، پھر شوہر اچھا ہوتا ہے، پھر آنے جانے والے اچھے ہوتے ہیں، کیونکہ اچھی عورتیں وہ ہوتی ہیں جن کے پاس آنے والے بھی اچھے ہوں، اور جو بری عورتیں ہوتی ہیں، ان کے پاس آنے والے برے ہوتے ہیں، تو اچھی عورت وہ اچھی چیز لاتی ہے، اور بری عورت بری چیز لاتی ہے، اس لیے پناہ مانگی گئی ہے، کہ کوئی بری عورت گھر میں نہ آئے، پورے گھر کے ماحول کو بگاڑ دیتی ہے، خراب کر دیتی ہے، تو اگر ہم اور آپ چاہیں ہماری خواتین چاہیں تو آج اپنے گھروں کا نقشہ بدل سکتی ہیں۔

اپنی عقل کا صحیح استعمال کریں

آج دیکھ لیجئے ساری دنیا میں سارا فساد عورتوں کا ہے اس اعتبار سے کہ عورتوں کو مرد استعمال کرتے ہیں، اور عورتیں استعمال ہو جاتی ہیں، ان کو آزادی کا نام دے کر، مساوات کا نام دے کر ان کو ابھارا جاتا ہے، حالانکہ اسلام نے جو مساوات رکھی ہے کسی نے رکھی نہیں ہے، جیسے کہ میں نے ابھی عرض کیا، کہ عورت اور مرد دونوں میں سے کوئی بھی اچھا کام کرے گا، اس کو پورا بدلہ ملے گا، دین کے معاملہ میں اللہ نے دونوں کو برابر بنادیا، اور ذمہ داریاں مردوں پر زیادہ ڈال دیں، عورتوں سے ذمہ داریاں کم کر دیں، لیکن دین کے معاملہ میں دونوں کو برابر کیا، یہ ہے اصل مساوات، یہ مساوات تھوڑی ہے کہ عورت کو باہر نکال دیا، اور اس پر وہ ذمہ داریاں ڈال دیں جس کا کرنا اس کے لیے مشکل ہے، اللہ نے عورتوں کو وہ صلاحیتیں ہی نہیں دی ہیں، یورپ جو بہت ڈھنڈورا پیٹتا ہے وہاں حال یہ ہے کہ عورتیں جو ہیں قلی ہوتی ہیں، اور سامان اٹھانے والیاں ہوتی ہیں، اس کے نتیجہ میں بیچاروں کی گت بنتی رہتی ہے، اور مرد تو بڑے اطمینان سے چلے آرہے ہیں، عورت اٹھا کر بڑے بڑے بکس رکھ رہی ہے، اور بڑے بڑے سامان کو کھینچ رہی ہے، تو ظاہر ہے یہ عورت کا کام نہیں ہے، لیکن یورپ نے جو بے وقوف بنایا، عورتوں کو جب جوان رہیں، تو ان کو غلط استعمال میں لائیں، اور جب اس کے بعد وہ کسی کام کی نہیں رہ گئیں، تو ان کو بکس کھینچنے پر لگا دیا، اور محنت کے کاموں پر لگا دیا، تو یہ عورت کے ساتھ اچھا سلوک تھوڑی ہے۔

آزاد عورتوں کا مطلب

حدیث میں آتا ہے کہ جو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ سے پاک صاف ملے، تو اس کو چاہیے کہ آزاد عورتوں سے شادی کرے، فلیتزوج الحرائر، (سنن ابن ماجة فی باب تزویج الحرائر والولود) آزاد عورتوں سے شادی کرے، اب ظاہر ہے کہ آج کل اگر اس کا

ترجمہ کردیا جائے تو وہ اچھا ہونے کے بجائے برا ہوجائے گا، آزاد عورتیں اس زمانہ کی یعنی اس زمانہ کی آزاد عورتیں کون تھیں، جو سڑکوں پر ٹہلتی نہیں تھیں، اور دوستیاں اجنبیوں سے رچاتی نہیں تھیں، وغیرہ وغیرہ، ان عورتوں کو آزاد کہتے تھے، اور جو باندیاں ہوتی تھیں، وہی آتی جاتی تھیں، بازاروں میں گھومتی بھی تھیں، سودا سلف کے لیے بھی وہی جایا کرتیں تھیں، اور لوگ ان کو چھیڑا بھی کرتے تھے اور اس طرح کے کام سارے انہی کے ذمہ تھے، تو وہ آزاد عورتیں نہیں کہلاتی تھیں، وہ غلام عورتیں کہلاتی تھیں، لیکن آج تہذیب جدید نے الٹا کردیا، آزاد عورتیں ان کو کہا جانے لگا، جو پہلے غلام تھیں، اور اب ان عورتوں کو غلام کہنے لگے جو آزاد تھیں، تو اب یہ یورپ کا ایک بہت بڑا دھوکہ ہے، جس میں ساری دنیا کو یورپ نے مبتلا کردیا ہے، اور عورتیں اس کو سمجھتی نہیں ہیں، اور بے چاری وہ استعمال میں آجاتی ہیں، عورتوں کو اللہ نے عقل دی ہے، سوچنا چاہیے کہ کون ہمارے ساتھ اچھا سلوک کررہا ہے، کون برا سلوک کررہا ہے، کون ہمارا غلط استعمال کررہا ہے، کون ہمارا صحیح استعمال کررہا ہے، اس کو سمجھنا چاہیے۔

نمونہ کس کو بنائیں؟

ایک بات یاد رکھیں، کہ اللہ کے رسول ﷺ نے جو بات بتائی ہے اور اس کے بعد صحابیات نے جو کرکے دکھایا ہے، وہی ہمارے لیے نمونہ ہے، ہم کو حضرت خدیجہ کو دیکھنا چاہیے، حضرت فاطمہ کو دیکھنا چاہیے، اور جو دیگر صحابی خواتین ہیں، ان کو دیکھنا ہے، اور جو ہماری بڑی بڑی اللہ کی نیک بندیاں ہوتی ہیں، حضرت رابعہ بصریہ ہیں، جن کو اللہ نے کتنا نوازا، اولیاء اللہ کے ساتھ حضرت رابعہ بصریہ کا بھی نام نامی آتا ہے، اور ان کی ایسی ایسی باتیں آتی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو بہت زیادہ غیر معمولی اللہ تعالیٰ نے عقل عطا فرمائی تھی، ان کے بارے میں لکھا ہے، ایک شخص حضرت رابعہ بصریہ کے پاس آیا، اور دنیا کی برائی کرنے لگا، حضرت رابعہ نے کہا: تم میرے پاس سے چلے جاؤ، تمہارے دل میں دنیا کی محبت ہے، اس نے کہا میں تو برائی

کرر ہاہوں، تو انہوں نے کہا اگر محبت نہ ہوتی تو نہ برائی کرتے نہ اچھائی، محبت کی علامت یہی ہے کہ برائی کرے یا اچھائی کرے، یہ علامت ہے کہ تمہارے دل میں دنیا ہے، اور اگر نہ ہوتی تو اس کا ذکر ہی نہ کرتے، جیسے آدمی کسی چیز کو جب پسند نہیں کرتا، تو ذکر بھی اس کا نہیں پسند کرتا، ایسے ہی حضرت رابعہ بصریہ نے یہ بات سمجھائی، تمام لوگوں کو کہ تمہارا دل پاک صاف رہے دنیا کی محبت سے تو اس کا ذکر ہی نہ کرو، جو برے لوگ ہیں وہ جانیں، ان کا کام جانے، اور جو اچھے لوگ ہیں وہ کمار ہے ہیں، لیکن تم کیا کرر رہے ہو؟ تم نہ اچھا کام کر رہے ہو، اور بلا وجہ دوسروں کی برائی میں لگے ہوئے ہو، دنیا کی برائی میں لگے ہوئے ہو، دنیا تو جیسی پہلے تھی ویسے ہی ہے، اور ویسے ہی رہے گی، دنیا اور آخرت دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے، آخرت جو اپنی بنانا چاہے گا دنیا اس سے ناراض ہوجائے گی، ایک کو ہی راضی کیا جاسکتا ہے، آخرت کو راضی کرلیا جائے یا دنیا کو راضی کرلیا جائے، تو عقل مند وہ لوگ ہیں جو دنیا کو چاہے وہ ناراض ہوجائے، لیکن آخرت کو راضی کرنے کی کوشش میں لگ جائیں۔

دنیا ہی میں جنت کا مزا کب آئے گا؟

ہماری یہ خواتین جو یہاں آئی ہیں، یہ طے کرلیں، کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہم کو صلاحیتیں دی ہیں، ان کا صحیح استعمال کرنا ہے، اور اپنے آپ کو بہتر سے بہتر بنانا ہے، اور اپنی صلاحیتوں کو صحیح طور پر لگانا ہے، اور اسکو سمجھ کر صحیح رہنمائی کرنی ہے، صحیح تربیت کرنی ہے، صحیح ماحول بنانا ہے، اور گھر والوں کو بھی اور باہر والوں کو بھی جو بہتر سے بہتر راہ ہوسکتی ہے، وہ دکھانی ہے، اور اللہ نے جو کچھ ہم کو سکھایا ہے، جو بتایا ہے، جو علم دیا ہے، اس علم کے ذریعہ سے دوسروں کو بھی سکھانا ہے، اگر ہماری ساری مائیں بہنیں یہ طے کرلیں، تو انشاء اللہ حالات بہتر سے بہتر ہوتے چلے جائیں گے، اور ہمارا ماحول بہتر سے بہتر ہوتا چلا جائے گا، اور دنیا ہی میں جنت کا مزا آنے لگے گا، اگر ہماری یہ خواتین ٹھیک ہوجائیں، تو جنت کا مزا خود آنے لگے گا، کیونکہ عورت کے بارے میں قرآن مجید میں کہا

گیا ہے ﴿لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا﴾ (الروم: ۲۱) کہ جب مرد گھر میں آئے تو سکون محسوس کرے، جب اچھی عورت ہوتی ہے تو ظاہر ہے کہ گھر میں آنے والے سکون پاتے ہیں، اور جنت کا مزا ان کو محسوس ہوتا ہے، کہ گھر کا ماحول اتنا اچھا ہے، کہ گویا کہ دنیا کے جھمیلوں سے پریشان ہو کر اکتا کر گھر آئے تو یہاں سکون کا ماحول ملا، اور یہاں اچھی باتیں سننے کو ملیں، اچھے چہرے دیکھنے کو ملے، وغیرہ وغیرہ، تو ہماری یہ خواتین یہ طے کرلیں کہ یورپ کے پروپیگنڈہ کے چکر میں نہیں آئیں گی، اور جو آج کل میڈیا کے ذریعہ سے بربادی کی کوششیں ہو رہی ہیں، اس کے چکر میں نہیں آئیں گی، بلکہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام اور صحابیات کے بتائے ہوئے راستہ پر چلیں گی، تو پھر انشاء اللہ ہمارا ماحول بہتر سے بہتر ہوتا چلا جائے گا، سارے مسئلے حل ہو جائیں گے، ساری پریشانیاں دور ہو جائیں گی، اور ساری مصیبتیں ٹل جائیں گی، اور جو کچھ ہمارے اوپر خوف ہے طاری، وہ ساری چیزیں ختم ہو جائیں گی، اور نہایت اچھا اور خوشگوار ماحول اللہ تعالیٰ ہم کو عطا فرمائے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے، اور ہماری خواتین کو بھی اور ہمارے مردوں کو بھی اور تمام لوگوں کو صحیح فہم نصیب فرمائے، اور قرآن وحدیث کے راستہ پر جو رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے ذریعہ سے ہم کو ملا ہے، اور علماء وصحابۂ کرام نے اس پر چل کر دکھایا ہے اس پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

خدائی نظام کو سمجھنے کی ضرورت

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم،أمابعد!

اوپر والے نے سب کو انسان کی خدمت کے لیے رکھا ہے اور انسان کو جو ایک مخلوق ہے اگر چہ یہ اشرف ہے اور معزز ہے اکرم ہے، اور دوسری مخلوقات کے اعتبار سے البیلا اور اچھوتا ہے، لیکن بدصورت ہے، اور وہ بھی خداوند قدوس کے اندازے میں آتا ہے، تو پھر انسانوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے کچھ کو عورتوں کی صورت میں اس دنیا میں بھیجا، اور کچھ کو مردوں کی صورتوں میں بھیجا یہ بھی خداوند قدوس کا ایک اندازہ ہے، کہ اگر اس عزیز اور غالب کے اندازے کے مطابق ہم لوگ کام کریں، تو فسادات جو اس وقت بڑی دنیا میں پائے جا رہے ہیں، وہ خود بخود ختم ہو جاتے ہیں لیکن اس اندازے کا اندازہ ہم نے نہیں کیا، خداوند قدوس اور قادر مقتدر و قدیر کا اندازہ یا اس کی تقدیر کا اندازہ ہم نے نہیں کیا، اس وجہ سے ہم لوگ بہت سے کام ایسے کرنے لگے، کہ ہم یہ سمجھے کہ یہ کام ہم کر رہے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے کہ ہم ''ہم'' کا استعمال کریں، اور اپنے کو ہم اس میں دخل دیں، اور جب بھی ''میں'' اور ''ہم'' کا دخل ہوگا معاملہ درہم برہم ہو جائے گا، تو اس کے نتیجہ میں ہی ساری دنیا میں فسادات شروع ہو گئے، برائیاں شروع ہو گئیں، خرابیاں اور بربادیاں شروع ہو گئیں، پورے پورے خاندان اجڑ گئے، اور مردوں اور عورتوں کا جو نظام خداوند قدوس نے اپنے اندازے سے رکھا تھا وہ تہ وبالا

ہو گیا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اندازے کے مطابق بھیجا تھا، اور بھیجنے کے بعد جو حکم دیا تھا کہ جو ہم نے دی ہیں چیزیں اس کو اگر تم اس طرح استعمال کرو گے، تو پھر یہ چیز تمہارے لیے نہایت مفید ہوگی، اور اگر تم نے اس کا غلط استعمال کیا اور غلط طریقہ سے اس کو لیا تو پھر وہ تمہارے لیے صحیح نہیں ہوگی، بلکہ ڈس بیلنس ہو جائیں گی۔

فساد کا معنی توازن بگڑنا ہے

فساد کا مطلب ہی اصلاً ہوتا ہے کہ توازن بگڑ جائے، جس چیز کا توازن بگڑ جاتا ہے وہ چیز خراب ہو جاتی ہے، عورتیں کھانا پکاتی ہیں تو سالن روٹی اور دال پکاتی ہیں تو ظاہر ہے کہ اس پکانے سے کھانا اچھا ہوتا ہے، اور اس کا توازن چونکہ صحیح ہوتا ہے نمک آپ صحیح ڈالتی ہیں، اور چاول اور دال کا بھی تناسب صحیح ہوتا ہے، اور گوشت مسالے بھی صحیح ہوتے ہیں، جتنا توازن اس کا صحیح ہوتا ہے اتنا ہی اچھا ہوتا ہے، لیکن اگر اس کو فضا سازگار نہ ملے تو پھر اس کا توازن بگڑ جاتا ہے، اور اگر شروع ہی سے آپ غلط کر دیں یا نمک زیادہ کر دیں، تو سارا کھانا بے کار ہو جاتا ہے، توازن بگڑ گیا نمک کو اتنا ہی ہونا چاہیے جو کہ نمکین کر دے، نہ کہ یہ کہ وہ نمک کر دے، نمک کا کام ہے نمکین کرنا، نہ کہ یہ جو دوسری چیزوں کی حیثیت ہے وہ ختم کرنا۔

اس کا اندازہ کوئی معمولی نہیں ہے

خداوند قدوس نے جو اندازہ رکھا ہے اس کا صحیح استعمال جسے آپ اور ہم یوں سمجھ سکتے ہیں کہ عورتیں تو جانتی ہیں کہ مہینہ میں غلہ خرچ کتنا ہوتا ہے، دال کتنی خرچ ہوگی، چاول کتنے خرچ ہوں گے، اس کا اندازہ عورتوں کو ہوتا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ انسان کا اندازہ ہے تو اس میں بھی فرق ہوتا ہے، بعض انسان اتنا اچھا اندازہ لگاتے ہیں کہ لوگ حیرت میں پڑ جاتے ہیں، کہ تیس آدمیوں کا معاملہ ہے تو تیس آدمیوں کا پکائیں گے، اتنا ہی آٹا دیں گے، اتنی ہی دال اتنا ہی چاول، ان کا اندازہ بالکل صحیح ہوتا

ہے تو اس میں خراب نہیں ہوتا تو جس طرح یہ غلہ آتا ہے کہ مہینہ کا یہ غلہ ہے، اب تم کو چلانا ہے تو اگر کوئی عورت کہے پانچ آدمی گھر میں آئے اور اسی کے حساب سے غلہ آیا ہے، لیکن کھانا پکائے دس آدمیوں کا اور کھائیں گے پانچ ہی، تو پانچ کا پھینکا جائے گا، اور جو ایک مہینہ چلنا چاہیے تھا وہ پندرہ دن چلے گا، تو جس نے غلہ دیا تھا اس نے تو صحیح دیا تھا لیکن استعمال کرنے والے نے غلط استعمال کیا، تو اس کی عمر آدھی رہ گئی، ایسے ہی خدا کا اندازہ ہے، خدا نے کتنے مرد پیدا کیے کتنی عورتیں پیدا کیں، تو خدا کا اندازہ ہے اس نے دال چاول صحیح دیئے، لیکن اس کا استعمال اگر ہم صحیح نہیں کریں گے تو عمر گھٹ جائے گی، یعنی صحیح نکاح نہیں کریں گے صحیح تعلقات نہیں رکھیں گے، مرد اپنا صحیح استعمال نہیں کریں گے عورتیں اپنا صحیح استعمال نہیں کریں گی، تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جو چیز ساٹھ سال چلنے والی تھی ستر سال چلنے والی تھی وہ تیس سال میں چل کر ختم ہو جائے گی، اور لوگ پھر پریشان ہو جائیں گے تو ذلك تقدير العزيز العليم، تو بالکل صحیح ہے وہ تو بالکل صحیح پیدا کر رہا ہے، جس کو چاہتا ہے وہ جس کو بنا دیتا ہے، جتنے چاہتا ہے اتنے مرد پیدا کر دیتا ہے، اور جتنی چاہتا ہے اتنی عورتیں پیدا کر دیتا ہے۔

جہالت تب بھی اور اب بھی

جب سے ہم لوگوں نے جاہلیت والا کام شروع کیا کہ زندہ درگور بچہ ہونے پر ہی کر دیا تو یہ کرنا ہمارا غلط فعل ہے، اس لیے کہ جو بچی پیدا ہوتی تو جس طرح ہر دال کا دانہ کسی چاول کے ساتھ ہے اور ہر دال کا دانہ کسی روٹی کے ساتھ ہے اسی طرح ہر عورت کسی مرد کے ساتھ ہے، اور وہ اپنی تقدیر لے کر آتی ہے، لیکن ہم اس کو غلط استعمال کرتے ہیں ایک تو یہ کیا، کہ زندہ درگور کر دیا، اُس زمانہ میں کرتے تھے تو پورا معاشرہ برباد ہوا اور اس لیے اس زمانہ کو زمانہ جاہلیت کہتے ہیں یعنی نادانی کا دور، بے وقوفی کا دور، اس سب کے مجموعہ کا نام ہے جاہلیت، آج بھی یہی ہو رہا ہے پہلے ذرا کھلے انداز سے ہوتا تھا اب جو دور ہے وہ ابھی پیکنگ کا ہے اور دکھاوے کا ہے اچھے

لیول کا ہے، تو اب وہ کرتے ہیں دوسرے انداز سے تو مشینوں سے دیکھ کر وہ ختم کرنا چاہتے ہیں ابھی جو تعداد آرہی ہے جو عورتیں ماری جارہی ہیں، بچیاں ختم کری جارہی ہیں پیٹ میں الٹراساؤنڈ وغیرہ کے ذریعہ سے ان کو معلوم کرلیا جاتا ہے، اور اگر بچہ ہے تو ماردیتے ہیں، تو اب ظاہر ہے کہ آپ نے کتنے مردوں کی بیویوں کو ماردیا، اسی لیے قرآن شریف میں آیا ہے ﴿وَإِذَا الْمَوْؤُودَةُ سُئِلَتْ﴾ (التکویر: ۸۱) جس کو ماردیا گیا وہ پوچھے گا کیوں مارا؟ اور عورت اور مرد کے حقوق کے سلسلہ کی باہم جو تعلیمات ہیں اگر ان پر ہم غور کریں تو بہت کچھ اندازہ ہوجائے گا۔

اگر توازن بگڑا تو فساد برپا ہوگا

بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا ہے اور اس کا اندازہ غلط نہیں ہوتا، تو اللہ کا کیا ہوجائے گا تو اب جو ہم اس میں اپنا ہاتھ ڈال دیتے ہیں، تو وہیں معاملہ ڈس بیلنس ہوجاتا ہے، اور توازن اس کا بگڑ جاتا ہے، اور جب توازن بگڑتا ہے تو فساد پیدا ہوجاتا ہے اسی کو قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ﴾ (الروم: ٤١) کہ خشکی اور تری میں سمندر میں جو کہ دیکھنے میں کتنا بڑا ہے اس کے اندر بھی فساد پیدا ہوگیا اور فساد کا مطلب یہی ڈس بیلنس ہونا ہے یعنی سمند ڈس بیلنس ہوگیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو اوتاد بنایا کھونٹے، تو آپ نے پہاڑ کھود ڈالے اور زمین کو مسطح بنایا آپ نے اس کے اندر سے پتھر نکالے تو پہاڑ کی طرح گہرا کردیا یعنی وہ علاقہ جہاں پتھر نکلتا ہے اتنا گہرائی تک پہنچ گیا ہے کہ معلوم ہوا اب گورنمنٹ نے پابندی لگادی ہے، کیونکہ اگر اس سے زیادہ کھودیں گے تو زمین ڈس بیلنس ہوجائے گی تو اب دیکھنے میں فساد اسی کا نام ہے اللہ میاں نے کائنات کا بیلنس بنایا تھا آپ نے ڈس بیلنس کردیا، ابھی بارش نہیں ہورہی ہے تو بارش جو ہے یہ بہت سے علاقوں میں اس لیے نہیں ہورہی ہے ظاہری جو اسباب بیان کیے جاتے ہیں کہ وہاں جنگلات کاٹ دیئے گئے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے تو ان کے اندر درختوں کو اس لیے رکھا تھا کہ اس سے

اس کا اندازہ ہو معلوم ،لوگوں کو، کہ درخت کی وجہ سے بارش ہو رہی ہے، جانوروں کی وجہ سے بارش ہو رہی ہے تو آپ نے درخت ختم کردیئے، جانور ختم کردیئے تو بارش اوپر سے رک گئی، تو ایک تو یہ ہوا کہ آپ نے خدا کے اندازے میں دخل اندازی کی اور خدا نے جو کچھ بنایا تھا اس میں آپ نے بلاوجہ ٹانگ لگائی، آپ کو کیا حق تھا خدا کی مصنوعات میں بے جا تصرف کریں، ہاں پوچھ کر کرتے تو آپ صحیح کرتے، لیکن آپ نے بغیر پوچھے کیا صحیح طور پر کرتے تو بھی یہ سب باتیں تو پیش نہ آتیں، لیکن علی الٹپ کرتے چلے گئے اب جب ڈس بیلنس ہونے لگی دنیا تو اب کہتے ہیں یہ ہو گیا وہ ہو گیا۔

ڈس بیلنس کا دوسرا نام گناہ

جتنا ڈس بیلنس ہم اور آپ کریں گے اسی کا نام ہے دوسرا شرعی اعتبار سے گناہ، گناہ اس کو کہتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے اور اس کے بنائے ہوئے لائے ہوئے دیئے قانون کے خلاف کرتے ہیں تو وہ اس کو پسند نہیں وہی گناہ ہے، تو شرعی اصطلاح میں اس کو گناہ کہتے ہیں۔

بغاوت کا انجام

اگر ہم نے درخت کاٹ ڈالے، اسی لیے درخت میں ہرے درخت کو آپ نے کاٹنے سے منع فرمایا، آپ نے فرمایا ہرے درخت مت کاٹو، اور آخری حالت میں جب تم ہو اور پودا لگا سکتے ہو تو لگا دو یہ تک فرمایا آپ نے، اس میں بہت سے اشارے ہیں وہیں یہ بھی ہے کہ درخت لگاتے چلے جاؤ اس سے بہت سے فوائد وابستہ ہیں نہ کہ آپ درخت کاٹتے چلے جائیں، اگر ایک طرف آپ کو کاٹنے کی ضرورت ہے تو کچھ لگاتے بھی جایئے تاکہ کچھ کٹیں تو کچھ لگیں بھی، بیلنس رہے، لیکن نہیں لگائیں گے تو ڈس بیلنس ہو جائے گا، ایسے ہی معاملہ مردوں اور عورتوں کا ہے، کہ مرد اور عورت دونوں ایک ساتھ ہیں، اب اگر عورتیں ختم کردی جائیں مرد رہ جائیں تو ڈس بیلنس

ہو جائے گا معاملہ، اور بہت سے علاقوں میں ہو گیا، وہاں مرد زیادہ ہیں عورتیں کم، تو ظاہر ہے کہ نکاح بھی نہیں ہو سکتا مکمل اور جب نکاح نہیں ہو سکتا تو پھر ظاہر ہے کہ بے شادی کے رہنے پر دوسری خرابیاں ہیں، اسی طرح عورتیں بڑھتی چلی جائیں اور شادی نہ کریں، مرد نہ رہیں، تو ان کے اندر خرابی پیدا ہو جائے گی، تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو جوڑ دیا ہے، تو میٹریل تو خدا نے دے دیا، اندازہ کر کے دے دیا، دال ہے یہ چاول ہے، اب کھانا تمہارا کام ہے، مگر صحیح طریقہ سے کھاؤ، بھوک لگ کر کھاؤ پیٹ میں ٹھیک رہے گا، دال چاول ٹھیک رہیں گے، نہ آپ نے کھانے کا لحاظ رکھا نہ پیٹ کا لحاظ رکھا، تو پیٹ خراب ہو گیا زیادہ پکا لیا تو کھانا خراب ہو گیا، تو دوں غلط ہو گئے۔

اگر اپنی اپنی ذمہ داریوں کو سمجھ لیں

اس لیے عورتوں اور مردوں کا کام یہ ہے کہ عورتیں اور مرد دونوں ایک دوسرے کے حقوق کو جانیں، اور پہچانیں، اور دونوں ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کرنے والے بن جائیں، تو خدا کا اندازہ صحیح ہو جائے گا، اور ادھر عورتوں کا فساد، اور آج کل یہی ہوتا چلا جارہا ہے، اب اللہ نے مردوں سے کہا کہ تمہارا کام ہے دوڑنا بھاگنا جہاد مجاہدہ، ریاضت کھانا اور کھلانا، یہ تمہارے ذمہ ہے، اور عورتوں سے کہا تم کو گھر میں رہنا ہے گھر کو بنانا تعلیم حاصل کرنا بچوں کی تربیت کرنا اور گھر سے باہر نہ جانا حجاب کے ساتھ رہنا، اور اس کے علاوہ جب کہیں نکلنا پڑ جائے، تو پھر اس کی اجازت بھی بتائی ایسے نکلنا ہے۔

بنیاد کو اندر ہی رہنا چاہیے

اب ظاہر ہے کہ جب گھر بنتا ہے، تو وہ نیچے سے بنیاد رکھی جاتی ہے، اور بنیاد اوپر اٹھائی جاتی ہے، اور زمین کے برابر آجاتی ہے زمین کے برابر آنے کے بعد دیواریں ہوتی ہیں، اور پھر چھتیں ہوتی ہیں، تو جتنی بنیاد مضبوط ہوگی اتنی ہی عمارت مضبوط ہوگی، تو عورتوں سے کہا گیا کہ تم کو اندر رہنا ہے اور پردہ میں جب تک تم رہوگی تو تم

بنیاد رہوگی، بنیاد باہر نہیں اندر ہوتی ہے، اب اگر عورتیں باہر نکل آئیں گی تو بے بنیاد ہوجائیں گی، یعنی وہ بنیاد جس سے دیوار بنائی جاتی ہے اگر وہ باہر ہوجائے تو دیوار ہوجائے گی بنیاد نہیں رہے گی، ایسے ہی بے پردہ عورتیں گھر سے باہر نکل آنے پر بے بنیاد ہوجاتی ہیں، تو ظاہر ہے کہ جب بنیاد ''ب'' ہوجائے، تو عمارت کا کیا حال ہوگا، ذرا سی آندھی آئی عمارت گرگئی، لیکن اگر بنیاد مضبوط ہے پھر عمارت کھڑی کی گئی، تو ظاہر ہے کہ پھر وہ عمارت مضبوط ہوگی، ایک منزلہ دومنزلہ تین منزلہ۔

اندر رہنے کا فائدہ

اسی لیے جن کی عورتیں تعلیم کے زیور سے آراستہ ہوتی ہیں اخلاق ان کے مضبوط اور کردار پختہ ہوتا ہے، اور وہ بنیادی حیثیت سے رہتی ہیں، تو ان کا مقام بہت بلند ہوتا ہے، اسی لیے وہ خاندان جہاں ان سب باتوں کا بہت لحاظ رکھا جاتا ہے وہ خاندان بالکل صحیح چلتے ہیں، اور جہاں بنیاد باہر آئی معاملہ ڈس بیلنس ہوا، وہاں خاندان بکھرنے لگتے ہیں، محلے والے بھی پریشان ہوجاتے ہیں، بلکہ پورے علاقے والے، تو یہ جو اللہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں کا نظام رکھا ہے یہ خدا کا اندازہ ہے اور اللہ کا عطا کیا ہوا ہے اس کو ہمیں خیال میں رکھنا چاہیے، کہ ہم صحیح استعمال کریں تو ہماری ہ خواتین اگر اپنی حیثیت سمجھ لیں تو پھر دنیا کا کام ہوجائے، اور دنیا میں فقہ لغت جتنے فنون ہیں سب پر جو کام ہوا ہے اس کے پس پردہ کوئی نہ کوئی میں تو کہتا ہوں حجاب والی خاتون ہی کھڑی نظر آتی ہے، مولانا محمد اکرم صاحب ندوی نے تو اس کے اوپر لکھنا شروع کیا تو بائیس جلدوں کی کتاب تیار کی جس میں خواتین اسلام کے کارناموں کو شمار کیا ہے جن کا اشتغال قرآن وحدیث سے رہا ہے صرف ان کا، تو اندر صحیح ہونا چاہیے، لیکن آج کل یہی خراب ہے، تو بات کیسے بنے، اندر کے حقوق ادا نہیں ہوتے عورتیں تیار نہیں ہوتیں اس مقام پر نہیں ہوتی ہیں تو اس لیے ری ایکشن ہوجاتا ہے، اس لیے آدمی کو بہت سمجھدار ہونا چاہیے، تب جاکے اندر معاملہ درست ہوتا ہے اس کو آہستہ آہستہ ٹھیک کیا جائے۔

تعلیمات نبوی پر غور کریں

حدیث میں اسی لیے عورتوں کے سلسلہ سے روایات کو دیکھیں کیا اشارے کیے ہیں جناب رسالت مآب علیہ ازکی الصلوات والتسلیمات نے، اور مردوں کو سمجھایا ہے کہ عورتوں کے ساتھ تمہارا کیا معاملہ ہونا چاہیے، کہیں ان کو آب گینہ کہا گیا ہے کہ اوپر والے نے ان کی زبان کے اندر کچھ رکھا ہے، اور یہ اس لیے رکھا ہے کہ عورت کو شوہر کے لیے ایسا ہونا ہی چاہیے، اس لیے کہ اگر یہ بات نہ ہو تو شوہر کی زندگی میں مزا نہ رہے اور اس کی وجہ سے جو بڑا بوجھ ہوتا ہے گھر کا، وہ اس کو بھی اٹھا لیتی ہے، اگر اب یہ بات نہ ہوتی تو وہ بوجھ کو بھی نہ اٹھا پاتی، تو مردوں کو کہا گیا ہے کہ تم اچھا معاملہ کرو، تو یہ سمجھ کر کرو کہ آب گینہ ٹوٹ نہ جائے، اور ایک پسلی ہے جو ٹوٹ نہ جائے، دونوں ہی جگہ ہے یہ، اب یہ جو پسلی میں کجی کہا گیا ہے ٹوٹ نہ جائے اس کے اندر ان کے حسن کی علامت بتائی جا رہی ہے یہ، اور اگر عورتوں کے اندر یہ بات نہ ہو تو گویا کہ ان کے حسن میں کمی ہے، یہ تو خداوند قدوس کا ایک عطیہ ہے، جس کی وجہ سے مرد اور عورت میں اچھا نباہ ہوتا ہے، اور مرد کے لیے ایک طرح سے مجاہدہ بھی رکھا گیا ہے تا کہ وہ بھی اس مرحلہ سے گزرے، تو عورت کو یوں سمجھ لیں کہ نیبو کا شربت آپ اگر شکر گھولیں پانی میں اور پی لیں تو مزا آئے گا جو لوگ میٹھے کے چٹورے ہوتے ہیں، لیکن جو اچھے سے پئے گا تو وہ نیبو کی ترشی اس میں ڈالتے ہیں تو شربت کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے، ایسے ہی عورت کے اندر بھی خدا نے یہ بات رکھی ہے، جو کجی کہی ہے یہ ترشی ہے اس کی، جو کہ اس کے حسن کو دوبالا کرتی ہے، اور اس سے زندگی کا لطف بڑھ جاتا ہے، یہ نہیں کہ جناب والا تشریف لے گئے تو وہ پہلے ہی سے سر جھکائے بیٹھی ہوئی ہے، تو وہ تو باادب ہی ہے، بیٹھی ہوئی تو مزا کیا آئے گا؟ تو اس کو تو ویسا ہی ہونا چاہیے تا کہ بات کر سکے، آپ کا ذرا سا محاسبہ بھی کر سکے، یہ بھی ضروری ہے، برا نہیں سمجھنا چاہیے، تو گویا کہ اس کے اندر جمال کی علامت ہے، حسن کو دوبالا کرنے کے لیے، لیکن آپ کو یہ کرنا ہے، کہ اچھا معاملہ کریں۔

مرد وعورت اگر دونوں اپنا مقام پہچان لیں

بہر حال عورت کو اللہ نے بنیاد بنایا ہے، اگر مردوں کے پاس عورتیں نہ ہوں تو مرد بے بنیاد ہیں، اور عورتوں کے اندر حجاب نہ ہو تو عورتیں بے بنیاد ہیں، تو اس لیے وہ مرد ناقص رہتے ہیں، جن کے پاس عورتیں نہ ہوں، یعنی جو شادی شدہ نہیں ہیں ایمان ان کا ناقص کہا گیا ہے شادی ہونے کے بعد وہ گویا کہ بنیاد والا ہو جاتا ہے ان کی بنیاد مضبوط ہو جاتی ہے، اور عورتوں کو کہا گیا ہے اگر بے حجاب ہوں اور بے حیاء ہوں تو یہ بے بنیاد ہیں تو یہ جب بے بنیاد ہیں تو ان سے جو جڑ جائے گا وہ بے بنیاد ہو جائے گا، تو ہر شخص کو عورت اور مرد میں سے اپنی وابستہ چیزوں کو سمجھنا چاہیے، اور اس کو آگے بڑھانے کی کوشش کرنی چاہیے، اس لیے مرد کس بنیاد پر آگے جاتا ہے تو اندر عورت دعا کرتی ہے، بیٹھی ہوئی اس کی پشت پناہی کرتی ہے۔

خواتین نے کیا نہیں کیا؟

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کو آپ دیکھیں غیر معمولی خاتون ہیں جنہوں نے آپ کی ایک ایک لمحہ خدمت کی، اسی طرح سے حضرت عائشہ ہیں اور حضرت ام سلمہ ہیں، حضرت فاطمہ ہیں، اور اس کے علاوہ صحابیات میں ایک تعداد ہے، حضرت خنساء ہیں حضرت اسماء ہیں، سب کے الگ الگ رنگ ہیں، اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خواتین کیا کیا کر سکتی ہیں؟ اور ان کو اللہ نے کیسی کیسی صلاحیتوں سے نوازا ہے؟ اور ان کے ذمہ کیا کام رکھا ہے؟ اگر ان تمام خواتین کی سیرت کا مطالعہ کریں، تو خواتین کو بھی بہت کچھ ملے گا، اور اس کے بعد چونکہ خواتین گھر میں رہیں اور گھر بند رہتا ہے، اس لیے لوگوں نے جانا ہی نہیں کہ کتنی پڑھی لکھی تھیں، اب جب جھانکا محققین نے تو بہت خواتین ہمارے یہاں ملیں، کیونکہ یورپ والے تو بہت کہتے ہیں کہ خواتین گھر میں بند رہتی ہیں، جاہل رہ جاتی ہیں، لیکن مولانا اکرم صاحب نے کتاب لکھ کر ان کے منہ پر ماردی، کہ دیکھ لو جاہل کون ہے؟

ذوق کی بات ہے

ہم پردہ میں رہتے ہیں تم دکھاوے کے لیے کرتے ہو ہم اللہ کے لیے کرتے ہیں تم دنیا کی لذت چند روزہ کی خاطر کرتے ہو ہم آخرت کے لیے کرتے ہیں، اور تم لوگوں کے بگاڑ کے لیے کرتے ہو ہم بنانے کے لیے کرتے ہیں، تم بربادی کے لیے کرتے ہو ہم آبادی کے لیے کرتے ہیں، تم کجی پیدا کرنے کے لیے کرتے ہو ہم استقامت کے راستہ پر ڈالنے کے لیے کرتے ہیں، اور تم ایک کام کرتے ہو، تو دسیوں جگہ اس کا اعلان کرتے ہو، اور انعامات وصول کرتے ہو، ہم اللہ کے لیے کرتے ہیں، تو چھپاتے ہیں، تو ہماری چیزیں آج بھی اسی طرح باقی ہیں، اور اس کے فوائد ہم حاصل کر رہے ہیں، ہمارے گھر آج بھی جگمگا رہے ہیں، اور تمہارے گھر تباہ ہو گئے، تمہارے نہ باپ کا پتہ نہ ماں کا پتہ، نہ تمہارے بھائی کا پتہ نہ بہن کا پتہ، نہ تمہارے معاشرہ کا پتہ نہ تمارے بیٹوں کا پتہ، ایک دوسرے سے سب نالاں ہیں۔

اور ہمارے یہاں معاملہ بالکل برعکس ہے، جس کو ہمارے حضرت مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس صاحب ندویؒ کہتے تھے جنھوں نے یورپ میں تعلیم حاصل کی، وہاں پی ایچ ڈی کی تھی، تو صبح میں پالش کروانے گئے اور وہاں پالش بوڑھی عورتیں کرتی ہیں، تو جب کروائی کر کے وہ کہنے لگی، ارے تم وہیں کہ ہو جہاں عورتوں پر بڑا ظلم ہوتا ہے؟ کہاں جی ہاں، پھر مولانا نے اس سے کہا تمہارے کتنے بیٹے ہیں، کہا دو ہیں، کہا کیا کرتے ہیں؟ بولی کارخانے ہیں بہت بڑے بڑے، تو وہ آپ کو کھانے کو نہیں دیتے؟ یہ کیوں کر رہی ہو پالش یہاں بیٹھ کر عورت زاد ہوتے ہوئے؟ کہنے لگی نہیں وہ تو مجھ سے بس ملنے آتے ہیں کرسمس ڈے کو چرچ میں، تو میں تو بہت خوش نصیب ہوں، مولانا نے کہا ہمارے یہاں عورت کو اس عمر میں ملکہ بنا کر رکھا جاتا ہے اور پورا بتایا، تو وہ سکتہ میں آ گئی کہ ایسا بھی کیا جاتا ہے عورتوں کے ساتھ اتنا اچھا سلوک ہم کو کیا معلوم؟

تو یہ حال ہے، اب یہ ایسا ہی ہے جیسے روز صبح کو کوئی اٹھ کر پانچ جوتے کھائے تو

چونکہ وہ عادی ہے اس کے کھانے کا، اور ہمارے یہاں ظاہر ہے شفقت سے نوالا منھ میں دیا جاتا ہے، ہم سے وہ کہیں کہ بدنام کردیا جائے کہ ان کے گھر میں بہت مارتے ہیں جلا بھی دیتے ہیں، اور ملاقات ہوجائے ان سے، تو وہ یہی کہیں گے کہ آج کل ہم تو بڑے مزے میں ہیں اور تمہارے یہاں تو بہت برا حال ہے، تو بتایا جائے کہ مارنا کہاں ہم تو محبت سے ملتے ہیں، تو ظاہر ہے کہ ایک دم سے بے چارے کے کچھ سمجھ میں ہی نہیں آئے گا، ایسے ہی غیر مسلموں کا جو حال ہے وہ اتنا خراب ہے کہ تصور سے باہر ہے ، ان کی عورتوں کے سلسلہ میں سوچ ہی الگ ہے، اور مسلمانوں کی الگ ہے تو اللہ تعالیٰ کا اتنا بڑا احسان ہے، اب تو چونکہ مسلمان خراب ہوگئے ہیں عورتیں بے پردہ ہوگئی ہیں، یہ تو ہماری نالائقی ہے، لیکن جہاں تعلیم ہے تو ہے، بہت سے گھرانے ہیں عربوں میں آپ چلے جائیے بہت ماشاء اللہ تعلیم ہے، لیکن گھر میں ہوتی ہے وہ تعلیم باہر نہیں۔

یورپ خود الٹا اس کی تعلیمات بھی الٹی

اس لیے کہ ہر چیز تو یورپ کی الٹی ہے، انہوں نے کہا مردوں کے لیے جائز ہے، اتار دیں کچھ پہنیں مگر عورتوں کے لیے یہ سب کچھ نہیں، انہوں نے الٹا کردیا، عورتیں سب اتار دیں، مرد سب پہن لیں، تو ظاہر ہے کہ الٹی نگری چوپٹ راج، تو پھر ان کا ظاہر ہے کہ آوا کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے، نیچے سے اوپر تک بگڑا ہوا ہے، اور بگڑ جانے کے بعد جیسے پانچ جوتے کھاتا ہے، اگر کوئی تین مارے تو اس پر بہت خوش ہوتا ہے، کہ یہ تو تین ہی مار رہے ہیں، تو ان کا حال وہی ہے، تو ان کی حالت اتنی خراب ہے کہ اگر تھوڑا بھی اچھا ہوجائے تو ان کی تو عید ہوجاتی ہے۔

آپ کے پاس ہر قفل کی چابی ہے

لیکن ہمارا ایسا تھوڑی ہے، ہمارا تو بہت ہی اچھا ہے، تو ہماری خواتین کو اس کے سمجھنے کی ذمہ داری ہے، اور اللہ کی طرف سے تعلیم کا جو نظام ہوگیا ہے یہ اللہ کی بڑی

نعمت سمجھیں اور تعلیم تربیت کے ساتھ حاصل کریں، محض تعلیم یہ ناکافی ہے، اس لیے کہ تعلیم اللہ کے نام کے ساتھ ہے قرآن مجید میں ہے ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾ (العلق: ۱) پڑھو، حکم تو دے دیا، کہ سب پڑھو، لیکن ہاں خالی پڑھنے کو نہیں کہا، باسم ربك، پالنہار کے نام سے پڑھو، نام کے ساتھ پڑھنے میں علم کے پھل ملیں گے صرف درخت کھڑا نہیں ہو جائے گا پھل بھی ملیں گے اس لیے جو لوگ پڑھ رہے ہیں درخت تو ان کا بھی ہو جاتا ہے، لیکن زیادہ سے زیادہ اس سے سایہ حاصل کر سکتے ہیں، اور جو اللہ کے نام کے ساتھ پڑھ رہا ہے تو اس کے کیا کہنے! ہر موسم کا پھل لیجیے، ہر موسم کی بہار لوٹیے، اور نہایت خوشگوار اور عمدہ زندگی گزارتے چلے جایئے کوئی روکنے والا نہیں، کوئی ٹوکنے والا نہیں، جس قفل پر آپ چابی لگا دیں، وہی کھل جائے گا، مگر اللہ کے نام سے بسم اللہ، تو کھل گیا یہ غلط نہ ہو، تو بسم اللہ کے ساتھ جو علم بھی آپ حاصل کریں گے برکت والا ہوتا چلا جائے گا، اور قرآن کا علم حاصل کریں اور بسم اللہ نہ ہو تو پھر اور الٹا ہو جائے گا یہاں تو بار بار بسم اللہ ہے، اس لیے اللہ میاں نے ہر آیت کے ساتھ العزیز الحکیم، الغفور الرحیم، الولی الحمید، یہ سب کو جوڑ دیا ہے، اس لیے کہ یہ سب اللہ کے نام ہی تو ہیں، اب اس کی برکتیں حاصل ہوتی رہتی ہیں اور جتنے نام ہیں اتنے ہی پھل ہیں، یہ سب دروازے ہیں، جیسے رزاق ہے اللہ کا نام، اب رزق نہیں مل رہا ہے، تو رزاق کا دروازہ کھول دیجیے بسم اللہ کر کے، علم کی چابی لگایئے، اور بسم اللہ الرزاق کہہ کر آپ رزق کا دروازہ کھول لیجیے کھل جائے گا ایسے ہی جو پریشانی ہے اس کی چابی آپ کے ہاتھ میں ہے، بس اس نام کی چابی لگا دیجیے دروازہ کھل جائے گا تو اللہ نے قرآن میں اس کو بیان کر دیا ہے، پڑھو اللہ کے نام کے ساتھ پڑھو، وہ تمہارا پالنہار بھی ہے، اور تم کو عزت دینے والا بھی ہے، اور جو تم نہیں جانتے وہ اس کو بھی سکھانے والا ہے، اور اس سے تم کو عزت بھی ملنے والی ہے، ساری چیزیں اسی سے حاصل ہوتی ہیں۔

استعمال کا اختیار آپ کو ہے

عورتوں کو اس تعلیم کو غنیمت سمجھنا چاہیے، اور خوب محنت سے پڑھنا چاہیے، اور اللہ کے نام کے ساتھ پڑھنا چاہیے، اور پوچھ پوچھ کر، ہر چیز پر عمل کریں، تو انشاء اللہ شوہر بھی اچھا بھائی بھی اچھا، گھر بھی اچھا محلہ بھی اچھا، اور اگر ایسا نہیں ہے تو کچھ نہیں اچھا، پھر تو پریشانی ہی پریشانی، تو اللہ نے ہم سب کو راستہ دکھایا ہے جو اس کا اندازہ ہے اس کے مطابق، وہ سب دے دیا ہے، اب یہ ہے کہ اس کا ہم صحیح استعمال کریں، تو جب صحیح استعمال کرلیں گے تو ہر وہ چیز اس وقت تک چلے گی جس وقت تک کے لیے خدا کا دین ہے، اور اگر غلط استعمال کریں گے تو ظاہر ہے کہ ڈس بیلنس ہو جائیں گے اور توازن بگڑ جائے گا تو اللہ محفوظ رکھے، کہتے ہیں ان کے دماغ کا توازن بگڑ گیا ہے، تو دماغ بھی چل جاتا ہے تو ایسے ہی ہر چیز کا توازن بگڑ جاتا ہے۔

نظام کو سمجھ کر خود اور دوسروں کو سکون دیجیے

اس کو درست رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو ہم کو نظام دیا ہے اس نظام کے تحت چلیں، اور دنیا کو نہ دیکھیں، دنیا تو فساد کے گھڑے میں جا کر بے چین و پریشان ہے، اب اس کو نکالئے گھڑے سے، نہ کہ یہ خود وہیں کود جاؤ، یہ کوئی عقلمندی تھوڑی ہے، یورپ تو گھڑے میں جا گرا ہے، اور اندر گھڑے میں گر کر سب چلا رہے ہیں، آپ ہاتھ پکڑیئے، نکالئے ایک ایک کو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تعلیم سے وابستہ کیا ہے، یہ صحیح تعلیم حاصل کریں اور اپنے کو بھی بچائیں اور ساری دنیا کو بچانے کے لیے آگے آئیں، لیکن پہلے اپنی بنیاد مضبوط کریں، اور تعلیم سے اپنے آپ کو جوڑیں، تو انشاء اللہ پھر دیکھیں اس کے کیسے بہتر نتائج و ثمرات مرتب ہوں گے؟ کہ آپ بھی مزا پائیں گے اور آپ کے تعلق والے بھی اس کا لطف اٹھائیں گے اور پورا ہمارا ماحول خوشگوار ہو جائے گا، اور جنت سے پہلے جنت کا مزا آجائے گا۔

حلاوت ایمانی کو پیدا کرنے کی ضرورت

میرے بزرگو اور دوستو دینی بھائیو اور آس پاس سے آئی ہوئی ماؤں اور بہنوں!

یہ آپ کے شوقت کی علامت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی باتوں کو سننے کے لیے یہاں پر جمع ہوئے ہیں، یہ شوق آپ کو مبارک ہو اللہ تعالیٰ مزید یہ شوق پیدا فرمائے، بلکہ دوسرا شوق عطا فرمائے آج ہمارا جو شوق ہے یہ بھی گھٹ جاتا ہے، پہلے تو یہ شوق کا ہونا اللہ کے رسول ﷺ کی باتیں سنی ہیں، لیکن اس کے بعد پھر شوق اس طور بٹنا شروع ہوتا ہے، اچھا لگے گا مجمع ہوگا حجامت ہوگی، من پسند باتیں ہوں گی دل خوش ہوگا، تو اب جو شوق ہے وہ ذرا سا ادھر ادھر ہونے لگا ہے اور یہی شیطان جو ہے ہم سب سے کرواتا ہے کبھی کبھی نیت میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ آدمی شروع میں تو نیت ٹھیک رکھتا ہے بعد میں نیت پھسل جاتی ہے، اور جو فائدہ نیت کا ہونے والا تھا وہ ختم ہو جاتا ہے۔

ظاہری رکھ رکھاؤ پر نہ جائیں

بنی اسرائیل میں جو واقعات پیش آئے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے ایک واقعہ کا ذکر فرمایا کہ تم سے پہلے جو لوگ گذرے ہیں ان میں سے تین بچے ایسے ہیں جو بچپن میں بولے یعنی پیدا ہوتے ہی بولنے لگے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام بچپن میں بولے ایسے ہی ایک واقعہ آپ ﷺ نے ذکر فرمایا ہے کہ ایک عورت تھی جو اپنے بچہ کو

دودھ پلا رہی تھی اور بچہ دودھ پینے میں لگا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک شہسوار گذرا بہت بڑا، بہت طمطراق کے ساتھ خدم وحشم کے ساتھ ،لوگ دیکھ رہے تھے، کہ کتنا بڑا آدمی ہے، جیسے کوئی اس وقت وو ٹروں کا قافلہ آجائے اور اس میں بتیاں لگی ہوئی ہوں وہ بتیاں چمک رہی ہوں ایسے ہی میں لوگ کتنی للچائی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، منہ میں پانی بھر آتا ہے اور آدمی کہتا ہے کہ ہمارے خاندان کا کوئی آدمی بھی ایسا بن جائے ،اسی لیے اپنے بیٹے کو پڑھواتے ہیں، کالجوں میں نام لکھواتے ہیں، اور اس میں پولیٹکل سائنس کا Subject بھی دلواتے ہیں، تا کہ ہمارا بچہ بھی اسی طرح سے ترقی کر کے لال بتی والا ہو جائے اور یہ ظاہر ہے کہ انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے شوق رکھا بھی ہے اسی طرح وہ عورت بھی بچہ کو دودھ پلانے میں لگی ہوئی تھی لیکن جب اس کو دیکھا تو اس نے فوراً یہ کہا کہ اللہ میرے بچہ کو بھی ایسا مقام عطا فرما، کہ وہ بھی اسی طرح گھوڑے پر چل رہا ہو، اور لوگ آگے پیچھے دوڑ رہے ہوں، تو بچہ نے دودھ چھوڑا اور کہا کہ اے اللہ مجھے ایسا مقام عطا نہ فرما، اللہ مجھے ایسا نہ بنا، پھر دودھ پینے لگا پھر یہ دیکھا کہ ایک صاحب گزر رہے ہیں، اور لوگ ان کو برا بھلا کہہ رہے ہیں، اور ان کی حیثیت بھی بہت بری معلوم ہوتی ہے لیکن چہرہ پر رونق ہے اور دیکھنے میں بڑے بھلے معلوم ہوتے ہیں، لیکن لوگ آگے پیچھے کی باتیں کر رہے ہیں، تو اس کی ماں کی زبان سے نکلا کہ اے اللہ میرے بیٹے کو ایسا نہ بنا تو اس نے پھر دودھ چھوڑا اور کہنے لگا اے اللہ مجھے ایسا ہی بنا دے۔

تو اس نے پوچھا اپنے بیٹے سے کہ تو عجیب لڑکا ہے ایک تو بچپن میں کوئی بولتا نہیں ہے، تو کیوں بول رہا ہے؟ یہ ماجرا ہے کیا؟ تو اس نے کہا اماں جو پہلا شخص تھا جس کی دنیا میں بڑی عزت تھی وہ بہت بڑے طمطراق سے جا رہا تھا، وہ نہایت ظالم وجابر غاصب اور لوگوں کا غلط طریقہ سے مال ہڑپنے والا ،حرام خور تھا لیکن میں اس کی حرام خوری کو سمجھ گیا دیکھنے میں بہت اچھا تھا لیکن بہت برا آدمی تھا، لیکن تو نے کہا ایسا بنا دے میں نے کہا مجھے ایسا نہ بنا، کہ دیکھنے میں میں بہت اچھا دنیا میں سب اچھا سمجھ

رہے ہیں، لیکن دل اس کا بے کار ہے، اور خدمت سے محروم رہے گا، اور وہاں اس کو سزا ملے گی، تو ظاہر ہے کہ ایسا نہ ہونا چاہیے انسان کو، اور جس کو تو یہ سمجھ رہی تھی کہ بہت برا ہے لوگ اس کو برا کہہ رہے ہیں، برا سمجھ رہے ہیں، اس لیے کہ اس کے پاس گھر نہیں ہے، کپڑا نہیں ہے، بنگلہ نہیں ہے، اس کے پاس عمدہ طریقہ سے رہنے کا سامان نہیں ہے، آپ لوگ دیکھ رہے ہیں اس کے پاس سامان نہیں ہے، تو دیکھنے میں ایسے ہی معمولی ہے، لیکن ہے وہ اللہ والا ہے لوگوں نے ان پر جھوٹا الزام لگایا ہے، وہی جنتی ہے اور اسی لیے میں نے کہا مجھے ایسا بنا دے، تم نے اللہ میاں سے کہا میرے لڑکے کو ایسا نہ بنا، تو اب یہاں ظاہر کو دیکھ کر لوگ گناہ کرتے ہیں۔

نیت پھسلنے نہ پائے

اب ہوتا یہ ہے کہ ہماری مائیں اور بہنیں جو آئی ہوں، جب تقریر کوئی اچھی سنتی ہیں، اور کسی عالم کے مرتبہ کو دیکھتی ہیں کہ لوگ ان کی عزت کر رہے ہیں ان کا نام لے رہے ہیں، اور حضرت مولانا علی میاں صاحب کا بھی بڑا نام ہے اور حضرت قاری طیب صاحب کا بھی بڑا نام تھا، اب جب ان لوگوں کی آنکھیں کھلتی ہیں، پھر وہ ان کے لیے دعائیں کرتی ہیں، اے اللہ میرے لڑکے کو ایسا بنا دے، سید سلیمان ندوی کا نام، قاری طیب کا نام دیکھ کر اور مولانا حسین احمد مدنی بنا دے، تو دعا لگتی ہے، لیکن اس کے بعد جب اس کا حلیہ دیکھتی ہے بڑے بڑے بنگلے نظر آتے ہیں، پھر ان کی نیت پھسل جاتی ہے، یعنی اس وقت تو آدمی کی بات بہت اچھی ہے اس میں کیا شبہ ہے لیکن جب یہ سب باتیں سامنے آنے لگیں، تو ان کی نیت پھسل گئی، نیت پھسلنی نہیں چاہیے، اس لیے اولاد بگڑ جاتی ہے، تو ان کے پھسلنے سے اولاد پھسلتی ہے لیکن نیت پھسل جائے اور دوسرے یہ کہ مال پھسل جائے دو چیزیں ہوتی ہیں، تو اولاد بری ہوگی، اور جن کی نیت اچھی نہیں ہے، تو اولاد بھی بری ہوگی، یہ دو چیزیں ہیں، بڑی اہم، لوگ اس کو سمجھتے نہیں۔

صحیح نیت کا نتیجہ

ہمارے حضرت مولانا اس کو فرمایا کرتے تھے ایک مرتبہ مجلس میں گیا تو وہاں ملاقات ہوئی حسن البناء شہید کے والد سے، عبدالرحمٰن بن البناء بہت بڑے عالم ہیں محقق ہیں، ان سے جب حضرت مولانا پوچھتے کہ اپنے لڑکے کے بارے میں بتایئے، تو انہوں نے کہا کہ میرے اولاد نہیں تھی ایک دن میں مسجد میں گیا تو ایک چھوٹے سے لڑکے کو میں نے دیکھا کہ وہ بہت ہی خشوع وخضوع سے نماز پڑھ رہا ہے اس کی نماز سے میں تڑپ گیا، میری اندر سے کیفت طاری ہوگئی، تو میں نے نماز پڑھی اور دعا کی اے اللہ مجھے اولاد دے اور ایسا لڑکا دے دے، جو اس طرح نماز پڑھنے والا ہے، تو اس کے بعد میرے لڑکا پیدا ہوا، اس کا نام میں نے حسن رکھا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حسن کا پیکر بنا دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا کام لیا کہ پورے عالم اسلام میں آج تک ادھر ایک ڈیڑھ صدی میں کوئی ان کا جیسا نظر نہیں آرہا ہے، ان کے ذریعہ سے دین پھیلا، ہر شخص جو عالم ہے، وہ ان کا بھائی ہے وہ ان کو جانتا ہے تو وہ دین دار ہے، آپ کی عزت کرتا ہے، تو بات یہ ہے کہ نیت جو ہم کریں اس کو مضبوطی سے ہم لوگ تھام کر رکھیں، اور یہ اسی وقت ہوگا جب ہماری نیتوں کے کرنے کے جو ذرائع ہیں یعنی فکر ودماغ اور جسم یہ سب کا سب حلال طریقہ پر پروان چڑھے، اگر حلال طریقہ سے لے گا تو دعا بھی اچھی ہوگی، نیت بھی اچھی ہوگی۔

حلال حلال ہے، حرام حرام ہے

آج کل بس ایک چیز سب کے ذہن ودماغ میں بیٹھ گئی ہے، اور ہمارا میڈیا بھی اس کو خوب اچھالتا رہتا ہے، اور میڈیا آج کل ہر گھر میں داخل ہوگیا ہے، موبائل اور ٹی وی اور انٹرنیٹ اور نہ جانے کیا کیا چیزیں ایجاد ہوگئیں ہیں، پہلے لوگ تصور نہیں کرتے تھے لیکن وہ ساری چیزیں ہمارے اندر آگئی ہیں، ہر وقت اس کا اشتیاق رہتا ہے، کہ

آپ اتنے پیسے لگائیے، اور اتنے پیسے پائیے، اور بورڈ لگے ہوئے ہیں شہر میں جب جاتے ہیں کہ اتنے میں اتنا پیسہ ہو جائے گا، آٹھ ہزار جمع کیجئے، تو پندرہ ہزار لیجئے، اب جب آدمی نکلتا ہے تو اس کے دماغ میں بھی ایسی ہی چیز ہوتی ہے، پیسہ، مال اور یہ نہیں دیکھتا کہ حلال ہے یا حرام ہے، جائز ہے یا ناجائز ہے، اب تو پوچھنا ہی چھوڑ دیا، بلکہ جو لوگ جانتے بھی ہیں، وہاں بھی کوششیں یہی جاری ہیں، کہ کسی نہ کسی طرح کچھ ناجائز ہو تو جائز کر بھی لیا جائے، تب بھی وہ کراہت سے خالی نہیں، تقویٰ سے بے زار ہے، اور اس کو اگر آدمی استعمال کرے تو روح مر جائے۔

ابھی لکھنؤ میں ایک امام صاحب ہیں میرے پاس آئے تو کہنے لگے بڑی زور سے آج کل ایک اسکیم چلی ہوئی ہے، کہ آپ چار ہزار دے دیجئے، چھ ہزار لے لیجئے، چار ہزار دیجئے، چھ ہزار لیجئے، تو بہت اچھی بات ہے، ظاہر ہے کہ کوئی اتنا بڑا بے وقوف نہیں ہے کہ کم دے کر زیادہ آپ کو دے گا، تو کئی پیسے والے آئے کہ جتنا ہو جائے تم مولوی آدمی ہو تمہارے پاس پیسے کم ہیں، چمک جاؤ گے، تو وہ کہنے لگے کہ میں دین دار آدمی ہوں یہ میرے لیے جائز نہیں ہے، تو انہوں نے کہا فلاں مولوی بھی کر رہا ہے، فلاں مولوی بھی کر رہا ہے، فلاں کام ایسا کر رہا ہے، ہم نے کہا ان کے کرنے سے ناجائز جائز نہیں ہوتا، اور جائز ناجائز نہیں ہوتا، چاہے کتنا بڑا مولوی ہو، چاہے علامۂ وقت ہو، امام الزماں ہو، اگر وہ حرام پر عمل کرتا ہے، تو وہ حلال نہیں ہو جائے گا، وہ حرام رہے گا، کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کو حرام قرار دے دیا ہے اس کو دنیا کی کوئی طاقت حلال نہیں کر سکتی، کیونکہ آپ نے اس کو حلال قرار دیا ہے، جس کو اللہ نے حلال قرار دیا ہے، اپنی طرف سے کچھ حلال نہیں ہے، اس لیے حلال وحرام کرنے کا صرف اختیار اللہ کے لیے ہے، تو وہی حلال وحرام کرتا ہے، اور اسی لیے حلال وحرام میں بڑی حکمت بھی ہے جب اللہ میاں کہتے ہیں یہ حرام ہے یہ حلال ہے، اس میں لوگ آج کل جیسے پڑھے لکھے جو لوگ ہیں کہتے ہیں مولوی نے پریشان کر رکھا ہے، یہ حلال ہے

یہ حرام ہے، یہ جائز ہے یہ ناجائز ہے، یہ مسنون ہے یہ مستحب ہے، ارے بھائی چلنا مشکل کر دیا ہے، جی نہیں چلنا مشکل نہیں کر دیا ہے، چلنا آسان کر دیا ہے، اس لیے کہ جب آدمی سڑک پر چلتا ہے تو دیکھ کر چلتا ہے ادھر موٹر سائیکل ادھر موٹر سائیکل، ادھر لڑھیا ادھر تانگا، اگر اس میں دیکھ کر نہیں چلیں گے تو ایسی ٹکر ہوگی کہ ایمان ہی ختم ہو جائے گا یہاں تو ٹکر ہوتی ہے تو جسم جاتا ہے وہاں ٹکر ہوگی تو ایمان ہی چلا جائے گا، اسی لیے آدمی کو غور کرتے رہنا چاہیے یہ صحیح ہے یہ غلط ہے اور بغیر ملے آپ کر ہی نہیں سکتے یا آپ بتا دیجئے کوئی شخص ایسا ہو جو اطمینان سے چلا جا رہا ہو اور اس کو نہ کوئی پریشانی ہو نہ شبہ ہو، نہ اس کی درد ہوا ہو، کون انسان ہوگا؟ یہ تو دیکھنا پڑے گا یہ ہمارے کھانے والا جو سامان لیتے ہیں ملاوٹ والا تو نہیں ہے آج کل دیکھنا پڑے گا، آج کل کا دور ملاوٹ کا دور ہے، اسی کے نتیجہ میں دین میں بھی ملاوٹ شروع ہوگئی ہے؟

اگر حلال وحرام جان لیں......

حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ صدقہ قبول فرماتا ہے جو مال طیب سے ہو اگر کھجور کا ایک ٹکڑا بھی ہو اچھی کمائی سے دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو قبول کرتا ہے یقبلہ اللہ بیمینہ، اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے، اور اس کو بڑھاتا ہے وہ چھوٹا سا کھجور ہے لیکن بڑھاتا رہتا ہے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ کا یہ بندہ حلال وحرام کو دیکھتا ہے حلال وحرام تو معلوم ہے بہت بڑی حکمت یہ ہے کہ جب آدمی معلوم کرے گا یہ حلال ہے یہ حرام ہے تو اللہ کی یاد ہوگی ذکر کا ایک طریقہ ہے، یعنی جب آدمی بھول جاتا ہے خدا کو تو اللہ تعالیٰ نے ایسا نظام بنا دیا ہے کہ بندہ خدا کو نہ بھولے لیکن ہاں اگر کوئی حلال کو نہ دیکھے حرام کو نہ دیکھے جانور بن جائے تو جانور ادھر ادھر منہ مارے ادھر مارلے اور جب جانور ادھر ادھر منہ مارے گا تو ظاہر ہے کہ اس کے پھر ڈنڈے بھی پڑیں گے، ایسے ہی جو حلال نہیں دیکھتا حرام نہیں دیکھتا آج دیکھنے میں وہ کھانا کھا رہا ہے، لیکن اس کے دل

ودماغ کے اندر وہ کیڑے پیدا ہو گئے ہیں، جس سے دماغ میں کینسر ہو جاتا ہے، اس کے اندر بیماریاں پیدا ہوں گی۔

خیر و برکت کب ہو گی؟

میرے بھائیو اور دوستو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ان دو چیزوں کا بہت خیال رکھیں اگر یہ چیزیں ہمارے کنٹرول میں آجائیں، تو سمجھئے کہ ہمارا کام بن گیا، اور ہم ترقی کرتے چلے جائیں گے اس لیے نیت ہر جگہ ضروری قرار دی گئی ہے، یہاں جلسہ میں ہم آتے ہیں اور ہماری نیت صحیح نہیں ہے مقصد صحیح نہیں ہے تو یہ جلسے ہمارے لیے وبال بن جائیں گے یہ ہمارے لیے پریشانی کا باعث بن سکتے ہیں لیکن ہماری نیت درست ہے اور ہم اس لیے آئے ہیں کہ کچھ حاصل کریں گے اور اپنے کو عمل کے راستے پر ڈالیں گے اور جو صحیح باتیں بتائی جارہی ہیں اس پر عمل کریں گے تو ظاہر ہے کہ بھائی خیر و برکت بھی آئے گی، اسی لیے فرمایا گیا ہے کہ ﴿وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (الذاریات: ۵۵) تم نصیحت کرو کیونکہ نصیحت جو ہے یہ ایمان والوں کو فائدہ پہنچاتی ہے تو اگر ایمان کے ساتھ ہم آتے ہیں اور ایمان کی بات جب کہی جائے گی تو ظاہر ہے کہ ہمارا کہنا اور ہمارا یہ بیٹھنا یہ سب باعث خیر و برکت ہوگا جو بات کہی جائے گی اس کا فائدہ ہوگا تو سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہم پہلے اپنی نیتوں کو درست کرلیں۔

مستجاب الدعوات ہونے کا بہترین ذریعہ

حضرت سعدؓ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا حضرت دعا فرمائیں آپ نے فرمایا لقمہ حلال کرلو، بات ہو گئی، جس کا حلال لقمہ ہوتا ہے اللہ میاں اس کی دعائیں سنتے ہیں وہ مستجاب الدعوات ہو جاتا ہے گویا کہ مستجاب الدعوات ہونے کے لیے حلال کھانا ضروری ہے اور جو حلال کا اہتمام کرے گا وہ اللہ کے یہاں اتنا مقبول ہوگا کہ جو بات کرنا چاہے کرسکتا ہے اور جو مانگے گا اللہ اس

کوعطافرمائے گا یہ معمولی بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بلند مقام عطا فرمایا، تو آج کل لوگوں نے اس چیز کو بالکل ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا، کوئی سننے کو تیار نہیں ہے، اور پوچھنے کو تیار نہیں ہے کہ کیا صحیح ہے کیا غلط؟

حرام مال دل ودماغ معطل کردے گا

مال کا معاملہ یہ ہے کہ جیسے مچھلی موٹی ہوتی ہے اندر کانٹا ہوتا ہے، لیکن جب کوئی چیز کھاتی ہے مچھلی تو اس کو مزا آئے گا، لیکن کھاتے کھاتے اس کانٹے تک جب بات پہنچتی ہے تب معلوم ہوتا ہے کہ بوٹی کا اثر کیسا ہے؟ ایسے ہی جو لوگ حرام کھاتے ہیں اور حلال کی فکر نہیں کرتے ہیں، تو جیسے دس ہزار حلال کے ہیں دس حرام کے، حرام میں سے آپ کھائیے تب بھی پلاؤ کھا سکتے ہیں، اس میں سے کھائیے تب بھی پلاؤ کھا سکتے ہیں، اور جو آپ کو پسند ہو وہ کھا سکتے ہیں، لیکن کھانے کو تو کھالیں گے لیکن وہی جا کر دل ودماغ کو معطل کردے گا بیمار کردے گا ایسی ایسی پریشانی میں لوگ مبتلا ہورہے ہیں اور اس کے پیچھے اس کو دباتے ہیں، بہت بڑا اس کا دخل ہے اسی وجہ سے پہلے لوگ ہوتے تھے حلال کھاتے تھے مختصر کھاتے تھے اور بیماری نام کی کوئی چیز ہوتی ہی نہیں تھی، پوری زندگی گزر جاتی تھی عمریں گزر جاتی تھیں، بیماری کا کوئی مسئلہ نہیں تھا، اور آج کل تو بیماری کا ہوا کھڑا ہے، اس زمانہ میں ہر آدمی یہ سمجھ رہا ہے، کہ ہماری کڈنی فیل نہ ہوجائے ہمارا جگر بے کار نہ ہوجائے، یہ آپریشن کرانا ہوگا تو بینک بیلنس کرا کر ڈاکٹر کو دینا ہے اور آج ڈاکٹر بھی ہمارے ایسے ہوگئے ہیں کہ وہ پیسے لے کر ہی کام کرتے ہیں، تو اگر کوئی ڈاکٹر مریض ٹھیک ہو یا نہ ٹھیک ہو، تیمار دار ضرور مریض ہوجائے گا، اس لیے کہ وہاں اتنے اس پر پیسے لگادیئے جائیں گے یہ چیک کرائیے وہاں یہ چیک کرائیے، اگر کہو پیسے ہمارے پاس نہیں ہیں، وہ کہے گا ہم کو کیا، اگر اپنے مریض کو ٹھیک کرنا ہے، تو چاہیے پیسہ اتنا، تب ہوگا۔

ظلم بالائے ظلم

ایک تو یہ معاملہ ہے، پھر اوپر سے شرک بھی کہ ڈاکٹر سے کہتے ہیں ٹھیک کردو، یہ ٹھیک کردینا کیا ہے؟ ڈاکٹر کردے گا ٹھیک؟ ایک تو یہ عقیدہ ہی غلط ہوگیا، کہ آدمی یہ کہتے ہیں، کہ ڈاکٹر ٹھیک کرتا ہے، بہت زیادہ یہ چیز ہوگئی ہے اچھے اچھے لوگوں کو میں نے دیکھا کہتے ہوئے کہ فلاں ڈاکٹر کے پاس جایئے، وہ ٹھیک کردے گا اور ڈاکٹر صاحب بھی کہتے ہیں اتنے پیسے دیجئے میں ٹھیک کردوں گا ارے بھائی داکٹر صاحب آپ اپنے کو نہیں ٹھیک کر سکتے ہیں، دوسرے کو کیا کریں گے؟ اللہ کی طرف سے حکم ملا ہے تو فائدہ ہوگا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ڈاکٹروں نے یہ کہا کہ ہم ٹھیک کردیں گے تو اللہ میاں نے اس کا الٹا کردیا، اس وقت ۷۵رفیصد لوگ بیمار ہیں، بڑی زوروں سے لوگ بیمار ہوتے چلے جارہے ہیں اس لیے اپنے عقیدہ کو بھی درست کرنا چاہیے کیونکہ اگر عقیدہ میں کوئی کھونٹ آگیا، تو اللہ کے یہاں بغیر عقیدہ کے کچھ ٹھیک ہونا ہے نہیں، یہ بھی یادرکھئے آپ، اس لیے کہ آج عقیدہ بھی لوگوں کا پھسل گیا ہے ہمارا عقیدہ بھی اس وقت تک درست نہیں ہے اکثر مسلمانوں کا عقیدہ خراب ہوتا چلا جارہا ہے، دیکھئے قرآن مجید میں صاف صاف یوں کہا گیا ہے ﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ﴾ (الأعراف:٥٤) یادرکھو کہ پیدا بھی اسی نے کیا ہے چلا بھی وہی رہا ہے، ایسا نہیں ہے کہ پیدا تو اس نے کردیا چلانے والا کوئی اور ہے، جس طرح مجلس وزراء کے چند ذمہ دار ہوتے ہیں فلاں کے وزیر، فلاں کے وزیر، ہمارے یہاں اسی طرح لوگوں نے بانٹ رکھا ہے، یہ فلاں کے دیوتا ہیں یہ فلاں کے دیوتا ہیں، یوں سمجھ لیا گیا کہ یہ تو خدا کے ساتھ شفٹ ہیں، اور قرآن مجید میں صاف صاف فرمایا گیا ہے ﴿أَلَا لِلَّهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ﴾ (الزمر:٣) اس لیے عقیدۂ توحید والا کبھی ڈرا نہیں سکتا، کسی سے گھرا نہیں سکتا، اور ان پر خوف طاری نہ ہوگا، کیونکہ اللہ سے ان کا تعلق ہوتا ہے تو یہ بات بھی بہت ضروری ہے اس کی طرف سے ہم لوگ آج کل بہت بے فکر ہوگئے ہیں۔

عقیدہ کسی کے گھر کی لونڈی نہیں

ایک بات یاد رکھئے کہ کسی کو بھی اس سے غافل نہ ہونا چاہیے، ہمارے پڑھے لکھے سمجھتے ہیں، ہم تو مسلمان ہیں، ہم کو کیا ضرورت؟ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے حضرت یعقوب علیہ السلام جو نبی کے بیٹے ہیں، نبی کے پوتے ہیں، نبی کے باپ ہیں، اس کے باوجود جب ان کے انتقال کا وقت قریب آیا تو اپنے بیٹوں کو، پوتوں کو، نواسوں کو سب کو جمع کیا، اور کیا پوچھا؟ آج کل کیا پوچھتے ہیں، اور انہوں نے کیا پوچھا؟ ﴿مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِی﴾ (البقرۃ:۱۳۳) ارے بیٹوں اپنے باپ کو یہ بتاؤ کہ میرے بعد کس کی پوجا کروگے؟ کس کی عبادت کروگے؟ یہ کوئی پوچھنے کی بات تھی؟ نبی ہیں، نبی کے بیٹے ہیں، نبی کے پوتے ہیں، اور نبی کے باپ ہیں، پورا گھرانہ نبوت کا ہے، اس کے باوجود ان کو عقیدہ کی فکر ہے، کہ تم کس کی پوجا کروگے؟ کس کی عبادت کروگے؟ آج میں تم سے پوچھتا ہوں، جتنے لوگ بیٹھے ہیں کسی نے اپنے بیٹے سے پوچھا ہے یہ؟ کہ اپنے پوتوں کے سامنے یہ بات رکھی کبھی فکر ہوئی اس کی؟ بلکہ ہمارا حال تو یہ ہوگیا ہے کہ ابھی ایک پولس کمشنر صاحب اللہ نے ان کو بڑی سمجھ بھی دی ہے، اور بڑی توفیقوں سے نواز ہے، تو وہ کھڑے ہوئے ہمارے سامنے اور انہوں نے تقریر کی اس میں یہ چاہا کہ ہم لوگ کالجوں میں اپنے بیٹے بھیجتے ہیں اور یہ کہا کہ ہم لوگ بڑا رسک لیتے ہیں، یہ معمولی بات نہیں ہے، انہوں نے کہا ہم لوگ رسک لیتے ہیں، اور پھر یہ کہا جس کی قسمت ہوتی ہے وہ بچ جاتا ہے، تو آج ہم اس قدر اپنے بیٹوں کے معاملہ میں اپنے پوتوں کے معاملہ میں یا اپنی بچیوں کے معاملہ میں ایسے لاابالی پن میں مبتلا ہیں، کہ ان کو آسانی سے بھیج دیتے ہیں، انگلش میڈیم کے نام پر، اور وہاں جا کر نہ ان کا عقیدہ رہ جاتا ہے، نہ ان کی عبادت رہتی ہے، نہ ان کی حیاء رہتی ہے، نہ ان کی سماج میں چیزیں رہ جاتی ہیں، کچھ بھی نہیں رہ جاتا، جب وہاں بھیجا جاتا ہے، تو یہ اس کے علاوہ اور کیا ہے؟ گویا کہ آپ نے اپنے بیٹے کو ان کی جھولی میں ڈال

دیا، اور پھر کہتے ہیں ہم نے رسک لیا، بغیر رسک کے کوئی کام ہی نہیں ہوتا ہے، یہ خطرناک بات ہے، یہ بات ناجائز ہے، اگر ایمان جارہا ہو، عقیدہ ختم ہو رہا ہو، تو ایسی جگہ بھیجنا بالکل حرام ہوگا ناجائز ہوگا، ہاں اگر عقیدہ کو محفوظ رکھتے ہوئے ایمان کو رکھتے ہوئے آپ اس میں داخل کریں یا اس میں بھی عقیدہ بھی داخل کرلیں، ایسا اسکول ہو ایمان بھی باقی رہے بہت اچھی بات ہے سر آنکھوں پر، کون منع کرتا ہے؟ آپ ڈاکٹر بنایئے، انجینئر بنایئے، جدید علوم پڑھایئے، لیکن ایمان کے ساتھ۔

اگر علم اللہ کے نام سے نہ جڑا ہو......

اسی لیے قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ﴾ (العلق: ۱) پڑھو خوب پڑھو، خوب پڑھو لیکن اللہ کے نام سے، اللہ کے نام کے ساتھ پڑھو، آج ہمارے حضرت مولانا فرماتے تھے امریکہ میں بہت علم ہے یونیورسٹیاں بھری ہوئی ہیں، کالجوں سے پٹا پڑا ہے، پورے یورپ کے آپ کسی ملک میں چلے جایئے، کالجوں کی بارات لگی ہوئی ہے، لیکن حال کیا ہے؟ علم ہے لیکن اللہ کا نام نہیں ہے، جیسے حضرت مولانا فرماتے تھے، علم ہے اللہ کا نام نہیں، علم ہے مگر بے برکت، تو اسی لیے آج ایجوکیشن سے ساری دنیا کو پریشانی ہے، ساری انسانیت کو پریشانی ہے، آج ان کے یہاں، ان کے لیے اپنے علم کے بل بوتے پر ذہنی چیزیں ایجاد کرنا ہے، انسان کو بانٹنے کے طریقے ایجاد کر رہے ہیں، اور نہ جانے کیا کیا کام کر رہے ہیں، اگر ان کاموں کو سنا جائے جو ان کے علم کی بنیاد پر چل رہے ہیں، تو ہم لوگ دنگ رہ جائیں، دماغ چل گیا ہو جیسے، کہاں تک جائیں گے یہ لوگ؟ ہر جگہ فساد پھیل رہا ہے، یہاں تک کہ پورا عالم ان کی وجہ سے ڈس بیلنس ہوگیا ہے، فساد کا ترجمہ ڈس بیلنس بھی ہوگا، ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ﴾ (الروم: ۴۱) کہ آج فساد جو ہے خشکی میں تری میں ہر جگہ پھیل گیا ہے نہ سمندر میں ٹھیک، اور نہ زمین میں ٹھیک، خشکی نہیں بچی، سمندر نہیں بچے، سب کو ان

نالائقوں نے ڈس بیلنس کر دیا، ابھی ایک جگہ میں اخبار میں پڑھ رہا تھا آسٹریلیا کے قریب کوئی ملک ہے، وہاں لوگوں نے مچھلی پالنے کا ایک بہت بڑا جال بنایا ہوا ہے اور اس میں مچھلیوں کے انجکشن لگاتے ہیں، اور جال بھی اس لیے رکھا تھا کہ وہ مچھلیاں اتنی بڑی ہوتی تھیں، ساری مچھلیوں کو کھا جاتی تھیں، تو انہوں نے کہا کہ ساری مچھلیاں بچ جائیں، اس لیے انہوں نے ان مچھلیوں پر مشق کی، اور ایسی مشق کی کہ وہ مچھلیاں اتنی بڑی ہوگئیں کہ ان کے جال کو توڑ دیا، اور توڑ کے سمندر کے آس پاس کی ساری مچھلیوں کو کھا گئیں، پورا سمندر زہریلا ہوگیا اس علاقہ کا، تو ایک مسئلہ بن گیا، سمندر سے مچھلیوں کو نکال کر سمندر کو ٹھیک کرنے کا یہ ان لوگوں کا کام ہے؟ اور دوسری جگہ انہوں نے گائے کو تختۂ مشق بنایا، اور پھر گائے تیار کی، اور اس میں انہوں نے اس کا ۲۵ رلیٹر دودھ انجکشن کے ذریعہ کیا، انجکشن لگادیئے گئے تو ہر گائے ۲۵ رلیٹر دودھ دینے لگی لیکن جس نے پیا وہ بیمار ہوگیا اور کچھ دنوں میں چل بسا، اب جانے لگا تو معلوم ہوا کہ گائے کے دودھ میں زہر پیدا ہوگیا تھا، تو اَن نارمل جتنی چیزیں کی جائیں گی، یہی ہوگا، یہ اَن نارمل ہونا فطرت کے خلاف کام جتنے تھے اسی لیے فطرت کے مطابق وہ چلنے کا حکم دیتا ہے، کوئی شخص ایسا نہیں کہتا جس سے آدمی ڈس بیلنس ہوجائے، تو آج اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہارے کرتوت کی وجہ سے بما کسبت أیدی الناس، جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمایا ہے اس وجہ سے سارے کام ہو رہے ہیں۔

Chek Up کی ضرورت ہے

میرے بھائیو اور دوستو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے معاملات کو اوپر سے نیچے تک طے کریں، اور خاص طور سے میں کہا کرتا ہوں کہ ہمارے مسلمان بھائی جن کی عمر زیادہ ہوچکی ہے اس لیے کہ بہت دنوں سے ہیں، یہاں اس وجہ سے ہیں باپ مسلمان دادا مسلمان اور جب زیادہ دن ہوجاتے ہیں، تو آدمی بوڑھا ہوجاتا ہے تو مسلمان بھی بوڑھے ہوگئے ہیں، اور یہ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ جب آدمی چالیس کا ہوجائے تو

Chek Up کرانا چاہیے آنکھیں بھی خراب ہوجاتی ہیں، ہر چیز کمزور ہونے لگتی ہے، ایسے ہی آج عقیدہ کا Chek Up ہونا چاہیے، عبادات کا Chek Up ہونا چاہیے، معاملات کا Chek Up ہونا چاہیے، تعلقات کا Chek Up ہونا چاہیے، عورتوں کو Chek Up کرانا چاہیے، مردوں کو Chek Up کرانا چاہیے۔

صحیح علماء سے رجوع کرتے رہیں

علماء سے پوچھنا چاہیے، اور صحیح علماء سے پوچھنا چاہیے، یہ لفظ بڑھانا پڑتا ہے، پہلے اگر اتنا کہہ دیا جائے کہ علماء سے پوچھ لینا چاہیے تو بات کافی تھی لیکن اب ایک لفظ اور بڑھانا پڑتا ہے، صحیح معتبر علماء سے پوچھنا چاہیے، ورنہ معلوم ہوگا کہ کچھ کا کچھ بتادیا، اس لیے کہ حدیث میں آتا ہے کہ آخری دور میں علم جاتا رہے گا اور علم جائے گا علماء کے چلے جانے سے، اس لیے علم ختم ہوجائے گا، کیونکہ خالص عالم کہتے ہی اس کو ہیں جس کے اندر تقویٰ ہو خشیت ہو، عمل ہو، اور اس کے ساتھ ساتھ یقین ہو، اور علم ہو، یہ ساری باتیں جب ایک جگہ جمع ہوجائیں تو وہ عالم ہوتا ہے اس لیے اب ایسے علماء بھی ملنا بند ہوتے جارہے ہیں، آپ پور پورے گاؤں میں ڈھونڈھتے چلے جائیے کہیں کہیں خال خال علماء ملتے ہیں، علماء ختم ہوتے چلے جارہے ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ایک ایک چیز کو معلوم کریں اور اس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنے کی کوشش کریں، یہ نہیں کہ آج آدھا ہوکر ہمارا دل رہ گیا ہے۔

پورے کا پورا داخل ہونا ہوگا

قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے ﴿یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً﴾ (البقرة:۲۰۸) اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ، یعنی سارے مسلمان سارے اسلام میں داخل ہوں تو مسلمانوں میں آدھے کے آدھے داخل نہ ہوں نہ اسلام میں ایسا ہے کہ آدھا کرلیں قبول اور آدھا نہ کریں، ایسا یہودیوں

نے کیا تھا بعض کو مانیں گے بعض کو نہیں مانیں گے، یہ یہودیوں کا طریقہ ہے مسلمانوں کا طریقہ نہیں ہے، مسلمان سارے مسلمان ہوں، مرد ہوں یا عورت ہوں، چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں، جس کا علم حاصل کرنا ضروری ہے اس کو یہ نہیں کہ بچے ہیں ماں نہیں کرے، بوڑھے حاصل نہ کریں، ہر شخص کے لیے ضروری ہے، یہ نہیں حدیث میں آیا ہے کہ بچے حاصل کریں، بچوں کو بھی ضروری ہے اور مردوں کو بھی ضروری ہے۔

حصول علم بہت ضروری ہے

اسی لیے فرمایا: طلب العلم فریضة علی کل مسلم، (سنن ابن ماجة فی باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم) ہر مسلمان پر علم کا حاصل کرنا فرض ہے اور یہ فرض ایسا ویسا نہیں ہے، نماز جیسے فرض ہے، ویسے ہی فرض ہے، اور ہمارے حضرت مولانا فرماتے تھے بقدر ضرورت تو علم کا حاصل کرنا عید کے کپڑوں سے زیادہ ضروری ہے، نماز سے زیادہ ضروری ہے، اگر علم حاصل نہیں ہوگا، تو آپ کیسے نماز پڑھیں گے؟ کیسے آپ کا عقیدہ درست ہوگا؟ کیسے آپ کے معاملات ٹھیک ہوں گے؟ کیسے آپ کی معاشرت درست ہوگی؟ یہ ساری چیزیں اسلام میں داخل ہیں، تو میری ماؤں اور بہنوں کو بھی یہ بات معلوم ہونا چاہیے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ اپنی نیتوں کو مضبوط رکھیں، اور مالیات کو دیکھتے رہیں، چیک کرتی رہیں۔

اگر خواتین چاہیں......

حضرت قاری صدیق صاحب نے ایک واقعہ بیان فرمایا اپنے کسی بہت خاص جاننے والے کا فرمایا کہ ایک ہماری عزیزہ کی شادی ہوئی اور ایک بڑے عزیز تھے وہ جب شادی کر کے ان کو لائے تو وہ بہت بڑے افسر تھے اور رشوت بہت لیتے تھے، ناجائز مال بہت آتا تھا ان کے گھر میں، جب ان کی بیوی آئیں وہ بڑی دیندار خاتون تھیں، اور اللہ نے ان کو پیسہ بھی دیا تھا، تو انہوں نے پہلی بات اپنے شوہر سے جو باتیں

کیں ان میں سے ایک یہ بھی کیا کہ میں آپ کی بیوی ہوں آپ میرے شوہر ہیں، میں حق ادا کرنے کی کوشش کروں گی، اس لیے کہ شوہر کا بہت بڑا حق ہوتا ہے میں سب کچھ کروں گی لیکن ایک اجازت چاہتی ہوں، اور کہا کہ میرے پاس بھی مال ہے، اور حلال ہے، اور آپ کے پاس جو مال ہے وہ آپ جانتے ہیں، بس اتنی سی اجازت دے دیجئے میں اپنے پیسے سے اپنی ہانڈی پکاؤں گی آپ کے پیسے سے آپ کی، تو وہ سناٹے میں آگیا۔ کہا کہ میرے تو پورے سماج میں ناک کٹ جائے گی، کیسی عورت ہے اپنی ہانڈی الگ پکاتی ہے، شوہر کا پیسہ نہیں کھاتی، تو کہنے لگی، آپ کو یہاں تو ناک کٹ جانے کی اتنی فکر ہے، اور آخرت میں جب روز حشر میں ناک کٹے گی، اس کی فکر نہیں ہے؟ بس ایک دم تبدیلی ہوگئی۔

اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں

اب دیکھئے عورت نے کیسے سمجھایا، اگر عورتیں اس طرح صبر وعمل سے کام لیں تو بہت سے لوگ صحیح ہوجائیں۔ اور اس کو تبدیل کرنے میں ذرا حکمت سے کام لیں، دانائی سے کام لیں، ہوش سے کام لیں، تو گھر کے سارے جھگڑے ختم ہوسکتے ہیں، تو میرے بھائیو اور بہنو! دونوں کی ذمہ داریاں ہیں، اور دونوں کو اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا چاہیے، مردوں کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ دونوں کو اپنی اپنی ذمہ داریاں سمجھنا ہے، اور سمجھنے کے ساتھ عمل کرنا ہے، تو آج بھی دنیا میں یہاں رہتے ہوئے جنت کا مزا ہم کو مل سکتا ہے اور اگر ایسا نہیں ہے اور جنت کے مزے کا تعلق قلب سے ہے۔

حلاوت ایمانی پیدا کرنے کے تین درجے

اگر دل ٹھیک ہے تو پھر سب کچھ ٹھیک ہے، دل ٹھیک ہوتا ہے تو جنت ملنے والی ہے اگر دل ٹھیک نہیں ہے تو جنت نہیں ہے۔ تین طہارتیں ہوتی ہیں یا یوں کہہ لیجئے تین صفائی کی چیزیں ہوتی ہیں، ایک تو اگر کوئی بڑا آدمی یہاں آیا جہاں اسٹیج پر میں بیٹھا ہوں

اگر یہاں کوئی گورنر آرہا ہو- اگر چہ علماء کی بھی قدر کی گئی ہے- لیکن اگر پتہ چل جائے کہ وزیر اعظم آنے والے ہیں تو پوری سڑک بن جائے گی، اور یہ پورا احاطہ اس کو ٹھیک کیا جائے گا، اور جہاں وہ بیٹھیں گے اس کو تو بہت اچھا بنایا جائے گا، پھولوں سے سجایا جائے گا، کیونکہ اگر ان کو معلوم ہو جائے سڑک ٹوٹی ہے اور صاف ستھرا میدان نہیں ہے اور یا اسٹیج اچھا نہیں تو وہیں سے واپس ہو جائیں گے۔ تو ایمان جو ہے یہ گورنر سے صدر سے وزیر اعظم سے کم نہیں ہے، جس طرح وزیر اعظم کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں، ایسے ہی ایمان کے لیے بھی تین چیزیں ضروری ہیں اور ایمان آتا ہے دل میں، کرنا کیا ہے؟ پہلے نظافت ہے یہ پہلا کام ہے، اسلام سے اس کا بڑا گہرا تعلق ہے یعنی گھر صاف ہو، ناک کان صاف ہوں، یہ بھی کہا گیا ہے نظفوا أفنيتكم،(سنن الترمذی فی باب ما جاء فی النظافة) اپنے صحن کو صاف رکھا کرو، یعنی بہت ضروری چیز ہے، آج ہمارے مسلمان بھائیوں کے گھر دیکھئے جا کر میں دیکھتا ہوں اتنی گندگی ہے معلوم ہوتا ہے کہ گندگی پسند کرنے لگے ہیں یہ لوگ، جس کے نبی نے ہر وقت صاف ستھرا رہنے کا حکم دیا ہو، وہ گندگی اختیار کرے؟ ہر وقت اللہ کے رسول ﷺ نے کہا مسواک کرو، سرمہ لگاؤ، تیل لگاؤ، اور جمعہ میں خاص طور سے نہاؤ، اور کپڑے صاف رکھو، عطر لگاؤ، اتنا اہتمام، اور ہمارا حال یہ ہو رہا ہے، پہلی ہی چیز غائب ہوگئی۔

دوسرا درجہ طہارت

دوسرا نمبر ہے طہارت، یہ تو نظافت ہوا، اب طہارت اندر آجایئے، اس میں وضو ہے غسل ہے، بغیر غسل کے نہیں رہنا چاہیے، وضو کے ساتھ رہنا چاہیے، وغیرہ وغیرہ، یہ ساری چیزیں اس میں آگئیں۔

تیسرا درجہ تزکیہ

تیسرا قلب کا معاملہ ہے جہاں حضرت ایمان تشریف لاتے ہیں، اندر بیٹھے

ہوئے ہیں، یہ کمرہ ہے، اگر اس میں مکڑی کا جالا ہے اور اس میں چڑیا کا گھونسلا ہے اور اس کے اندر نہ جانے کتنی گندگی بھری ہوئی پڑی ہے حسد کی گندگی، کینہ کی گندگی، دوسروں کو حقیر سمجھنے کی گندگی، تکبر کی زندگی، اور گھمنڈ کی گندگی، کتنی گندگی بھر رکھی ہے، سب بھرا ہوا ہے، اب کیا آئے گا؟ اگر سب کو نکال دیا جائے تو اضع آجائے، اور محبت آجائے، اور لوگوں کی عزت کرنا آجائے، لوگوں کی قدر کرنا آجائے وغیرہ وغیرہ، یہ ساری چیزیں آجائیں اب دل کے اندر گلاب پاشی ہوگئی، اب حضرت ایمان آئیں گے اس کے اندر بیٹھ جائیں گے اور جب ایمان آجائے گا تو بہار ہوجائے گی، اسی لیے سارا مسئلہ اسی دل کا ہے، اگر یہ دل ٹھیک ہوجائے تو کام بن جائے، لیکن بھائی بڑی مشکل سے بنتا ہے یہ دل، یہ دل بن جائے تو کیا کہنے، پھر تو مزا ہی مزا ہے

کلفت میں برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو
ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو

اسی لیے جو اللہ والے ہوتے ہیں ان کے دل میں مزا ہوتا ہے، اور یہ مزا جنت میں بھی آتا ہے، یعنی جب آدمی جنگل کے قریب ہوتا ہے، تو ٹھنڈی ہوا آتی ہے، ابھی موسم نہیں چل رہا ہے، اگر آپ آم کے باغات میں جائیں تو جتنا قریب ہوتے جائیں ٹھنڈک محسوس کریں گے، ایسے ہی ایک صاحب ایمان عمر اس کی دراز ہوتی ہے اور جنت کی طرف بڑھتا ہے، یعنی موت کی طرف بڑھتا ہے، تو اس کے دل میں بہار آتی ہے، مزا آنے لگتا ہے، کہ وہ جا رہا ہے، جنت کے باغ کی طرف، اور خدانخواستہ اس کے برعکس ہے، تو جتنی عمر جائے گی اتنی ہی پریشانی بڑھ جائے گی، اور اسی طرح اور الجھن بڑھ جائے گی، یہ دونوں چیزیں ہمارے سامنے ہیں، اگر ہم اس پر عمل کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہم کو ترقی عطا فرمائے گا، اور ہماری دنیا کو بھی وہ سدھار دے گا اور آخرت میں جو کچھ ملنے والا ہے وہ تو بہت کچھ ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائے اور صحیح ایمان کی حلاوت عطا فرمائے۔

ایک مؤثر اور روح پرور دعا

ربنا لا تحملنا مالا طاقة لنا به واعف عنا واغفر لنا وارحمنا أنت مولانا فانصرنا على القوم الكافرين،ربنا اصرف عنا عذاب جهنم انها عذابها كان غراما،انها ساء ت مستقرا ومقاما،ربنا هب لنا من أزواجنا وذرياتنا قرة عيوننا واجعلنا للمتقين امام،ربنا اننا سمعنا مناديا ينادى للايمان فآمنا، ربنا اغفر لنا ذنوبنا وكفر عنا سيئآتنا وتوفنا مع الأبرار،رب توفنا مع المسلمين وألحقنا بالصالحين غير خزايا ولانادمى ولامفتونين، ربنا ماخلقت هذا باطلا،سبحانک فقنا عذاب النار،ربنا انک من تدخل النار فقد أخزيته وما للظالمين من أنصار،اللهم حبب الينا الايمان وزينه فى قلوبنا وكره الينا الكفر والفسوق والعصيان ،اللهم اجعلنا من الراشدين اللهم اجعلنا من الذين يستمعون القول فيتبعون أحسنه،اللهم اجعلنا من الذين اذا أساؤوا استغفروا واذا أحسنوا استبشروا،يا حى يا قيوم برحمتک نستغيث،أصلح لنا شأننا كله ولاتكلنا الى أنفسنا طرفة عين، ربنا انک تعلم مانخفى وما نعلن لايخفى عليک شئى فى الأرض ولا فى السماء سبحانک فقنا عذاب النار،اللهم أحسن عاقبتنا من الأمور كلها،وزدنا وقنا من عذاب الآخرة،اللهم انا نسألک موجبات رحمتک وعزائم

مغفرتک والغنیمة من کل بر،والسلامة من کل اثم،والفوز بالجنة،والنجاة من النار،اللھم لاتدع لنا فی ساعتنا ھذه وفی لیلتنا ھذه لنا ولاخواننا المسلمین والأخوات المسلمات ذنبا الا غفرته،ولا عیبا الا سترته ولا ھما الا فرجته ولا دینا الا قضیته،ولا ضرا الا کشفته ولا مسافرا الا بلغته وغنمته ولامسجونا الا سرحته،ولا طالب حاجة من حاجات الدنیا والآخرة لک فیھا رضاء ولنا صلاح الا قضیته ویسرتھا منک یا أکرم الأکرمین ویا أرحم الراحمین.

یا اللہ ہمارے گناہوں کو معاف فرما، یا اللہ ہماری تقصیرات وکوتاہیوں سے درگزر فرما، یا اللہ ہمارے ظاہر کو اتباع شریعت سے آراستہ اور باطن کو نور محبت سے منور ومعمور فرما، ہمارے عقائد کی اصلاح فرما، معاملات درست فرما، حقیقت توحید نصیب فرما، شرک کی ناپاکی سے ہمیشہ محفوظ فرما، کفر کی ظلمتوں سے ہمیشہ محفوظ فرما، معاصی سے برائیوں سے ناپاکیوں سے محفوظ فرما، یا اللہ محض اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو اپنی محبت اور رضا نصیب فرما، صحیح راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرما، دنیا سے بچنے کی ہم کو توفیق عطا فرما، صراط مستقیم پر گامزن فرما، منزل مقصود تک پہنچادے، یا اللہ ہم کو صادقین میں اور صدیقین میں اور شہداء وصالحین میں شامل فرما، ان کی رفاقت نصیب فرما، یا اللہ ان کے جیسے اعمال کرنے کی توفیق عطا فرما، نیتیں بھی ویسی ہی نصیب فرما، دلوں کو پاک کردے، دماغوں کو صاف کردے، استقامت عطا فرمادے، یا اللہ ہمارے ظاہر وباطن کو یکساں کردے، یا اللہ دونوں کو صداقت سے بھردے، یا اللہ ہم کو صدق اور اخلاص کی دولت عطا فرما، اور ذکر کی کیفیت نصیب فرما، یا اللہ قرآن کی تلاوت نصیب فرما، اور اس کی حلاوت نصیب فرما، ایمان عطا فرما، یا اللہ ہم کو صحیح نماز عطا فرما، سچی نماز عطا فرما، صحیح روزہ رکھنے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ رمضان جارہا ہے آج آخری رمضان ہے یا اللہ ہم تو یہ نہیں سمجھتے کہ ہم اپنے کو پیش کرسکیں اور آپ کی عبادت کا حق ادا کرنا تو

بہت دور کی بات ہے ہم عبادت کرسکیں یہ بھی کہنے کا منہ ہمارا نہیں ہے، یا اللہ محض اپنے فضل وکرم سے ہماری ان ٹوٹی پھوٹی عبادتوں کو قبول فرما، یا اللہ نظر کرم فرما دے، ان رحمتک أوسع من ذنوبنا وان رحمتک ارجیٰ عندنا من أعمالنا.

یا اللہ محض اپنے فضل وکرم سے ہم امید لگائے بیٹھے ہوئے ہیں اے اللہ کہ آپ معاف فرمائیں گے یا اللہ آپ نے کہا ہے اپنے نبی کے ذریعہ سے کہلوایا ہے کہ اگر آسمان وزمین بھر بھی کوئی گناہ لے کر آئے گا اور شرک نہ کرتا ہو اور ہم سے مانگے تو ہم اس کو ایسی مغفرت عطا کرتے ہیں یا اللہ ہم شرک سے صاف براءت ظاہر کرتے ہیں، اور تیرے سامنے پھر دوبارہ کلمہ پڑھتے ہیں لا اله الا الله، نشهد أن لا اله الا الله، یا اللہ آپ کے علاوہ کوئی نہیں ہے، آپ کا نہ کوئی شریک ہے، لا نــد لک لا ضد لک لا کفو لک، لامثل لک، یا اللہ آپ ویسے ہی ہیں جیسے آپ نے اپنے متعلق فرمایا ہے، لیس کمثلک شیء، یا الله أنت الأحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لک کفوا أحد. اے اللہ اس میں تیرے اسمائے حسنی کے طفیل ہم تجھ سے مانگتے ہیں، اے اللہ ایک ایک اسم جو تو نے اپنے کسی کو نبی کو عطا فرمایا اپنے ولی کو عطا فرمایا، ظاہری طور پر عطا فرمایا باطنی طور پر عطا فرمایا، تیرے ہی اسمائے حسنی کے طفیل آپ ہی سے مانگتے ہیں، آج ہمارے دلوں کو قرآن سے آباد فرمادے، ہمارے دلوں کو قرآن سے منور فرمادے، یا اللہ تمام غموں اور تمام پریشانیوں کو دور کرنے کا ذریعہ پیدا فرمادے، یا اللہ محض اپنے فضل وکرم سے جملہ پریشانیاں دور فرمادے، عافیت دارین نصیب فرمادے، یا اللہ محض اپنے فضل وکرم سے ہماری اس قوالی کو دور فرمادے، یا اللہ زبان ہماری چلتی ہے، دل سوتا ہے، یا اللہ دلوں کو جگادے، یا اللہ دلوں میں زندگی پیدا فرمادے، یا اللہ دلوں میں زندگی اخلاص سے پیدا ہوتی ہے، اور آپ کی معرفت سے پیدا ہوتی ہے، یا اللہ ہم معرفت کے بھکاری ہیں لیکن اس کا سوال کرتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے یا اللہ ایک قطرہ ہی معرفت کا

ہمارے دلوں میں ڈال دے، یا اللہ ہمارے دلوں کو کھول دے، یا اللہ اپنے کلام کے لیے کھول دے، اور اپنی معرفت کے لیے کھول دے، یا اللہ محض اپنے فضل وکرم سے ہم سب کے دلوں کے اندر درد پیدا فرمادے، یا اللہ ہم درد مانگتے ہیں یا اللہ امت کا درد عطا فرمادے، اور دین کا درد عطا فرمادے، یا اللہ محض اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو دین کی خدمت کرنے والا بنادے، یا اللہ ہمارے اندر وہ تمام اوصاف پیدا فرمادے جو سچے کامل انسان میں ہوتے ہیں، یا اللہ محض اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو بھلا مانس بنادے، انسان بنادے، یا اللہ انسانیت پیدا فرمادے، یا اللہ ہم سب کو سچا انسان بنادے، یا اللہ محض اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما۔

اے اللہ ہم میں سے جو پریشان حال ہیں ان کی پریشانی دور فرما، جو مقروض ہیں قرض سے ان کو سبکدوش فرما، غیب سے اس کے اسباب پیدا فرما، جو بیمار ہیں ان کو شفائے کامل عطا فرما، گھروں کے بیماروں کو بھی شفا عطا فرما، اور اسپتالوں کے بیماروں کو بھی شفا عطا فرما، یا اللہ ہم سب کو ہمارے تمام امراض سے شفا عطا فرما، روحانی امراض سے اخلاقی امراض سے جسمانی امراض سے یا اللہ شفائے کلی نصیب فرمادے، یا اللہ محض اپنے فضل وکرم سے ہماری ناپاکیوں کو دور فرمادے، یا اللہ ہم گناہوں میں لت پت ہیں یا اللہ گناہوں کی بدبو سے پورا عالم پھٹا جاتا ہے، یا اللہ ہمارے گناہوں کی ناپاکی سے آج نہ جانے کتنی نحوستیں پورے عالم میں پھیل رہی ہیں، یا اللہ ہاتھ پکڑ لے، صحیح راستہ پر لگادے، **خذ بناصیتنا الی الخیر، خذ بأیدینا الی الخیر، خذ بنواصینا الی الخیر**، یا اللہ آپ ہی کے ہاتھ میں ہماری پیشانیاں ہیں، یا اللہ آپ ہی کے ہاتھ میں ہماری توانائیاں ہیں، یا اللہ محض اپنے فضل وکرم سے اچھے کاموں میں لگادے، یا اللہ ہمارے دینی مراکز کی حفاظت فرما، مساجد کی حفاظت فرما، دینی درسگاہوں کی حفاظت فرما، ہمارے ان مدارس کے اندر جو بات ہونی چاہیے وہ پیدا فرما، یا اللہ جوان کو رول ادا کرنا چاہیے ان کو ویسا ہی کرنے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ ہر جگہ مردنی چھائی ہوئی ہے، کیا

مدرسے، کیا خانقاہیں، اور کیا ہمارے دینی مراکز، یا اللہ ان سب کو دوبارہ زندہ فرمادے، جیسے اس سے پہلے زندہ تھے، اور تو نے اس مسجد (دائرہ شاہ علم اللہ، تکیہ کلاں) میں نہ جانے کیسے کیسے اپنے اولیاء اللہ کو بھیجا، نیک بندوں کو بھیجا ہے، آپ نے اسی مسجد میں حضرت شاہ علم اللہؒ کو کھڑا کیا ہے، اسی مسجد سے حضرت سید احمد شہیدؒ کو کھڑا کیا ہے، حضرت شاہ ضیاء النبی صاحب کو اسی جگہ سے کھڑا کیا ہے، اور نہ جانے کتنے محبوب بندے تیرے یہاں آئے، اور یہاں سے لیکر گئے اور سارے عالم میں انہوں نے کام کیا یا اللہ آج ہم بھی یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور نحوست کا باعث بنے ہوئے ہیں۔

یا اللہ ہمارے دلوں کو زندہ فرمادے، یا اللہ ہم کو دین کی خدمت کے لیے قبول فرمالے، شیخ عبد القادر جیلانیؒ کو پیدا فرمادے، حسن بصری کو پیدا فرمادے، ابن تیمیہ کو پیدا فرمادے، احمد بن حنبل کو پیدا فرمادے، یا اللہ تجدید دین کے لیے مجددین کاملین کو کھڑا فرمادے، یا اللہ اس کے لیے ہم سب کو قبول فرمالے، یا اللہ ہمارے اندر تجدید کی شان پیدا فرمادے، یا اللہ آج دین کو جو چاہ رہا ہے، جہاں چاہ رہا ہے، کہہ رہا ہے، یا اللہ یہ سب ہماری نالائقیوں کا نتیجہ ہے یا اللہ اس کا پورا اعتراف ہم کرتے ہیں، یا اللہ ہم ہی قصوروار ہیں، یا اللہ آپ تو نظر کرم فرما ہی دیں گے یا اللہ اپنی رحمت کے صدقہ میں نواز دیجئے، **اللهم ارحم أمة محمد صلى الله عليه وسلم اللهم اغفر لأمة محمد صلى الله عليه وسلم اللهم زدها ولاتنقصها أكرمها ولا تهنها أعطها ولا تحرمها آثرها ولا تؤثر عليها وانصرها ولاتنصر عليها وامكر لها ولا تمكر عليها اللهم لا تجعل الدنيا أكبر همها ولا مبلغ عينها ولا غاية رغبتها**. یا اللہ محض اپنے فضل و کرم سے پورے عالم اسلام کی حفاظت فرما، خاص طور سے عالم عربی کی حفاظت فرما، **بالأخص** حرمین شریفین کی حفاظت فرما، بیت المقدس کی حفاظت فرما، یا اللہ وہاں آج جو ظلم و زیادتی ہو رہی ہے، ہمارے بھائی پس رہے ہیں ہم یہاں آرام کر رہے ہیں، یا اللہ محض اپنے فضل

وکرم سے ان سب کی حفاظت فرما، یا اللہ پوری امت کی ہر جگہ حفاظت فرما، آج پورے امت کے افراد کو نشانہ بنادیا ہے، یا اللہ جس طرح کیڑے مارے جاتے ہیں، اسی طرح ہم مارے جارہے ہیں، یہ ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے، بے ایمانی کا نتیجہ ہے۔

یا اللہ ایمان پیدا فرمادے، یا اللہ سچا مسلمان بنادے، مسلمان کامل بنادے، یا اللہ محض اپنے فضل وکرم سے پورے عالم اسلام کو نئی زندگی عطا فرمادے، یا اللہ ہم سب کو جو تعاون ہوسکتا ہے وہ تعاون کرنے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ ان کے لیے دعائیں کرنے کی توفیق عطا فرما، مانگنے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ کسی اور سے مانگنے جائیں گے کہاں یا اللہ محض اپنے فضل وکرم سے خیر عطا فرمادے، ہر شر سے بچالے، یا اللہ ہمارے گھروں میں عافیت پیدا فرما، راحت پیدا فرما، یا اللہ بچوں کے اندر جو صفات ہونی چاہئیں وہ پیدا فرما، یا اللہ بڑا ہونے کے بعد ان کو دین کا داعی بنادے، یا اللہ دین کا سپاہی بنادے، یا اللہ ان کو تجدید دین کا کام کرنے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ اس بستی کو ہمیشہ آباد رکھ، یا اللہ تیرے جو بندے اور بندیاں اس مسجد کے چاروں طرف مدفون ہیں، ان کی قبروں کو نور سے بھردے، یا اللہ ان کے متعلقین منتسبین اور ان سے تعلقات رکھنے والوں کو ہمیشہ عقیدۂ توحید کے ساتھ وابستہ فرما، اور اتباع سنت کی توفیق عطا فرما، یا اللہ ہم سب کو سنتوں پر عمل کرنے والا بنادے، سنتوں کو منور فرمادے، اور احیائے سنت کی توفیق عطا فرما، جہاں جہاں سنتیں مردہ ہوچکی ہیں، اور لوگ ان کو چھوڑ چکے ہیں، ان کو احیائے سنت کی توفیق عطا فرما، یا اللہ محض اپنے فضل وکرم سے جن لوگوں نے یہاں اعتکاف کیا یہاں آئے، یا گئے یا اللہ محض اپنے فضل وکرم سے ان سب کو قبول فرمادے، جنہوں نے کام کیا ہے ان کو بھی قبول فرما، جنہوں نے خدمت کی ہے اور محنت کی ہے، ان کو بھی قبول فرما، یا اللہ جنہوں نے کچھ بھی تعاون کیا ہے، ان کو قبول فرمالے، یا اللہ محض اپنے فضل وکرم سے جن لوگوں نے یہاں دعائیں کی ہیں جب سے یہ مسجد آباد ہے وہ ساری دعائیں قبول فرما، اور جو پہلے دعائیں ہوئی ہیں اس

میں ہم کو شامل فرما، یا اللہ جو تیرے محبوب ومقبول بندے ہوتے ہیں ان کی دعاؤں میں ہم کو شامل فرمالے، یا اللہ جناب رسالت مآب علیہ افضل الصلوات وازکی التسلیم نے جو آپ سے مانگا وہی سب کچھ ہم بھی مانگتے ہیں، اور جس سے جناب رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے پناہ مانگی ہے، ہم بھی اس سے پناہ مانگتے ہیں۔

یا اللہ برادران وطن کے دلوں کو ہدایت کے لیے کھول دے، اور ہم کو ذریعہ سعادت وہدایت ونجات بنادے، اور جو لوگ ہدایت پر آچکے ہیں، ان کو استقامت عطا فرما، اور ان کے گھروں میں ہدایت پیدا فرما، اور جو اپنے والدین کی وجہ سے پریشان ہیں اے اللہ ان کے دلوں کو نرم فرما، اور ان کے اندر ہدایت پیدا فرما، یا اللہ پورے گھر کو دین اسلام کے لیے قبول فرمالے، یا اللہ محض اپنے فضل وکرم سے دوبارہ اسلام کی بہار سارے عالم میں آجائے، اور دوبارہ اہل حق کو اپنے فضل وکرم سے عزت اور توفیق عطا فرما، یا اللہ ان کے ہاتھ میں یہاں کی باگ ڈور عطا فرما، تاکہ انسانیت کی صحیح رہنمائی کرسکیں، اور چارہ سازی انسانیت کی کرسکیں، اور انسان کو صحیح انسان بنا سکیں، یا اللہ محض اپنے فضل وکرم سے تمام دعاؤں کو قبول فرما، اور جملہ مقاصد کی تکمیل فرما، اور جو ہمارے بزرگان دین زندہ ہیں ان کی عمروں میں برکت عطا فرما، اور جو لوگ اس رمضان سے اس رمضان تک خاص طور سے دنیا سے رخصت ہوئے یا اللہ ان کی مغفرت فرما، درجات بلند فرما، تمام مرحومین کی مغفرت فرما، سابقین، لاحقین، متوسطین کی یا اللہ اور جو ان کے پسماندگان ہیں ان کو صبر عطا فرما، یا اللہ نعم البدل عطا فرما، یا اللہ محض اپنے فضل وکرم سے ہر مرد کو ہر عورت کو ہر بچہ کو قبول فرمالے اور خاص طور سے جو لوگ یہاں موجود ہیں ان کو اور ان کے گھر والوں کو قبول فرما، یا اللہ پوری پوری بستیوں کو قبول فرما کر دوبارہ ان کو دین کا گہوارہ بنادے، یا اللہ محض اپنے فضل وکرم سے ہماری جملہ دعاؤں کو قبول فرما اپنی رحمت کے صدقہ میں فضل وعنایت کے صدقہ میں۔

سبحان ربک رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین، والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقه محمد وآله وصحبه أجمعین.